Presented By: https://jafrilibrary.org

امام اور امت

عشرۂ مجالس

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی

امام اور امت

عشرۂ مجالس

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی

علامہ سید ضمیر اختر نقوی کے عشرۂ مجالس

معجزہ اور قرآن
ولایت علیؑ
عظمت صحابہ
حضرت علیؑ میدانِ جنگ میں
ظہور امام مہدیؑ
احسان اور ایمان
امام اور اُمت

مجالس ترابی
مرتبہ ضمیر اختر نقوی
علمِ معصوم
قیامت اور قرآن
توحید اور شرک
کتاب، حکمت اور ملک عظیم
مجالسِ محسنہ (حصہ اول، دوم)

ملنے کا پتہ:
عباس بک ایجنسی درستم نگر، درگاہ حضرت عباس لکھنؤ ۳
فون نمبر: 0522-2647590 موبائل: 9415102990

(۱)

عشرۂ مجالس

امام اور اُمّت

برائے ایصال ثواب
سید نثار حسین ابن سید رمضان علی
اختر النساء بنت سید علی جان
سیدہ حسنیٰ بنت اخلاق حسین

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی

عشرۂ چہلم ۱۲ صفر المظفر تا ۲۱ صفر المظفر ۱۴۰۸ھ
بمطابق ۶ اکتوبر تا ۱۵ اکتوبر ۱۹۸۷ء

امام بارگاہ رضویہ سوسائٹی، کراچی

نگرانئ اِمام میں ہو گا یہ نیک کام
اچّھا ہے وقت خواب کی تعبیر کے لئے
محشر میں فاطمہؑ تجھے کر دیں گی سرخرو
اٹھ جنت البقیع کی تعمیر کے لئے
آصف لکھنوی

JANNATULBAQI PDF
Join us for Pdf Books @ Telegram Link
http://t.me/jannatulbaqii
App:- JANNATUL BAQI on Google Play Store
Please intsall & registered your Condemn

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

نام کتاب : امام اور امت (عشرۂ مجالس)

تالیف : علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی

ناشر : عباس بک ایجنسی لکھنؤ انڈیا

تعداد : ایک ہزار

سن طباعت: نومبر ۲۰۰۷ء

مطبع : ناہید آفسیٹ پرنٹرس دہلی

ہدیہ : 120/-

کتاب ملنے کے پتے

عباس بک ایجنسی رستم نگر درگاہ حضرت عباسؑ لکھنؤ (انڈیا)

فون: 0522-2647590 موبائل نمبر 9415102990

مرکز علوم اسلامیہ

1-4 نعمان ٹیرس، فیز-III، گلشن اقبال بلاک-11، کراچی

برائے ایصال ثواب
سید نثار حسین ابن رمضان علی
اختر النساء بنت علی جان
سید علی انصر ابن شبیر حسن
سیدہ حسنیٰ بنت اخلاق حسین

فہرستِ مجالس

مجلسِ اوّل

مجلسِ دوم

مجلسِ سوم

مجلسِ چہارم

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

مجلسِ پنجم

مجلسِ ششم

Presented By: https://jafrilibrary.org

مجلسِ ہفتم

مجلسِ ہشتم

مجلسِ نہم

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

۳۔ آئمہ میں سب سے کم سن امام محمد تقیؑ تھے۔

۴۔ آپ کی والدہ گرامی سبیکہؑ خاتون زوجہ رسولؐ جناب ماریہ قبطیہؑ کے خاندان سے ہیں۔

۵۔ امامت فرار اختیار نہیں کرتی۔

۶۔ امامت "خلافت" اور شکار۔

۷۔ شاہی کی عاجزی اور امامت کا وقار

۸۔ یحیٰی بن اکثم کی شکست۔

۹۔ فتوئ حالات اور ماحول کے تقاضوں کو مدنظر رکھ کر دیا جاتا ہے۔

۱۰۔ امام علی نقیؑ کی بغداد روانگی۔

۱۱۔ درندوں پر سادات کا خون و گوشت حرام ہے۔

۱۲۔ عسکری لقب کیوں ہوا۔

۱۳۔ متوکل کے مظالم، کربلا جانے پر پابندی اور زائرین کے اشتیاق میں شدت۔

۱۴۔ اہلِ حرم کی رہائی اور کربلا میں چہلم کے دن آمد۔

مجلسِ دہم

صفحہ ۲۴۱ تا ۲۷۰

۱۔ اولی الامر کون ہے۔

۲۔ معصوم سے خطا تو کجا تاریخ حبیب و زُہیر کی خطا نہیں دکھا سکتی۔

۳۔ خدا جبر سے ترویج اسلام کر سکتا تھا مگر وہ عادل ہے۔

۴۔ حسنؑ عسکری کا نام حسن کیوں ہے۔

۵۔ معصومین کی تمام زیارتیں امام حسن عسکری اور امام علی نقیؑ کی تعلیم کی ہوئی ہیں۔

۶۔ "،" واؤ ہے اور واؤ کیا ہے؟

۷۔ بہلول دانا اور ہارون رشید سگے بھائی ہیں۔

۸۔ آل محمدؐ کا دیوانہ کمالِ معرفت کی منزل پر فائز ہے۔

۹۔ بنی عباس اور زہر پر ریسرچ۔

۱۰۔ وہ اپنے چاہنے والے پر نظر عنایت رکھتے ہیں۔

۱۱۔ کیمیائی راہب کو نبی کی ہڈی کیسے ملی۔

۱۲۔ آئمہ معجزہ دکھا کر نماز کیوں پڑھتے تھے۔

۱۳۔ امام زمانہ نے اپنے چاہنے والوں پر پڑنے والی علمی افتاد کیسے دور کی۔

۱۴۔ اہل حرم کے قافلے کی وطن واپسی۔

فیاض زیدی:

بے حد اہم موضوع

ڈاکٹر علامہ سیّد ضمیر اختر نقوی مدظلۂ العالی نے یہ عشرہ چہلم ۱۹۸۷ء میں امام بارگاہ رضویہ سوسائٹی کراچی میں پڑھا تھا۔ "امام اور اُمت" عنوان تھا اِس سے قبل اِس موضوع پر نہ کوئی کتاب ہے نہ کسی خطیب نے اِس پر گفتگو کی۔ گرچہ یہ عشرہ اس وقت کے ملکی و غیر ملکی حالات کے پیشِ نظر فکرِ مسلمان کو بیدار کرنے اور متوجہ کرنے کی ایک بہت بڑی کاوش تھی مگر حالات و واقعات کے آئینے میں ہم آج بھی اِس موضوع کی اہمیت سے انکار نہیں کر سکتے۔ جو مثالیں دی گئیں اُن میں سے کچھ کا تعلق واقعی اُس دور سے تھا جسے گزرے تقریباً بیس برس گزر چکے ہین لیکن جو مرکزی نقطۂ نظر (point of view) تھا وہ آج بھی وہی ہے۔ امام افضل ہے اور اُمت مفضول مگر رسولؐ اللہ کی المناک رحلت کے فوراً بعد جو کام اُمت نے سرانجام دیا وہ یہی تھا کہ ایک مفضول کو زبردستی افضل بنا دیا گیا اور گاڑی اُسی راستے (track) پر چلتی ہوئی اکیسویں صدی عیسوی میں داخل ہوگئی۔ اُمت نے ایک ضد پکڑ لی کہ جس خدا کی بنائی ہوئی دنیا میں وہ رہتی ہے اُس کے نامزد کردہ امام کو نہیں مانے گی۔ نامزد رسولؐ کو ماننا شاید مجبوری تھی اور بعد ازاں آزادیٔ جمہور کا دور شروع ہوگیا۔ اقوامِ عالم کی تواریخ سے اگر تاریخ اسلام کا موازنہ کیا جائے تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ نورِ خدا کو پھونکوں سے بجھانے کی ناکام سعی میں ہر ذلیل حربہ استعمال کیا گیا تا آنکہ آخری نور کو غیبت اختیار کرنا پڑی۔

امام اور اُمت میں تین دفعہ الف چار دفعہ میم اور ایک دفعہ ت ہے۔ تین الف اور چار میم یہ بتاتے ہیں کہ اللہ اور محمدؐ کا منشاء امام ہے۔ لفظ امام میں دو الف اور دو میم کی موجودگی اللہ اور رسولؐ کے مکرّر اصرار اور تاکید کی دلیل ہے۔ اللہ اسلام پر ایمان لانے کے حلف نامے یا عہد نامے کی تکمیل غدیر خم میں بڑے اہتمام کے ساتھ کرا کر یہ بتا رہا تھا کہ امام کتنا ضروری ہے کہ بغیر امام دین کامل نہیں ہوتا۔ اُمت نے بخٍ بخٍ تو کہہ دیا مگر قیام نہ کیا۔ خلافت بیچ میں آ گئی۔ اُمت کے آخر میں بھی ت اور خلافت کے آخر میں بھی ت ہے۔ امام کے آخر میں ت لگا دیں تو امامت بنتا ہے۔ خلافت کی ت ہٹا دیں تو خلاف بنتا ہے۔ بات کو مختصر کروں اُمت نے پکّا ارادہ کر لیا اور اُسے عملی جامہ بھی پہنا دیا کہ امامت کے خلاف رہیں گے اور جان اپنی خلافت پہ دیتے رہیں گے اور خلافت بھی دنیاوی جو فانی ہے۔ خلافت پوری دنیا میں گھومی اور اب کہیں نظر نہیں آتی شاید خلافت فوت ہوگئی ہے۔ امامت آج بھی اپنی الٰہی آن بان کے ساتھ الحمدللہ قائم و دائم ہے۔ بغیر امام کے اُمت کی حیثیت کیا ہوتی ہے۔ عالم اسلام پر صرف ایک نگاہ کی ضرورت ہے۔ لفظ امام کا الف الفت اور محبت مانگتا ہے۔ اُمت کو الفت اور محبت صرف اور صرف خلافت سے رہی۔ محبت ایک مقدس نعمت ہے جو اقدس سے متمسک افراد ہی کا نصیب ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

میں نے دیکھا ہے محبت سی مقدس شے بھی — پیرِ مے خانۂ تخلیق کو اپنی مے بھی
اس روایات کی بستی میں کوئی چیز نہیں — اندھے قانون کی مستی میں کوئی چیز نہیں
اِس زور و سیم کی دنیا کی شریعت ہے جدا — اس خرابات کا مفہوم محبت ہے جدا

جس طرح لفظِ خلیفہ کا حشر ہم نے یہ کیا حجام اور اکھاڑے کے پہلوان کو بھی خلیفہ کہا بالکل اسی طرح ہم نے مفہوم امام کو نہ سمجھتے ہوئے دو رکعت کے امام بھی بنا ڈالے جن

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

کے کردار کوئی رازِ درونِ خانہ نہیں ہیں۔ حسبنا اللّٰہ کا نعرہ لگانے کے بعد فوراً اُسی وقت کتاب خدا سے انحراف شروع ہوگیا۔ قرآن عربی زبان میں عربوں کی مادری زبان میں نازل ہوا تھا۔ کئی ہزار انبیاء کے آنے اور جانے کے بعد قدرت کے ایک امتحان کے ذریعے اپنے پیغمبر حضرت ابراہیمؑ کو لوگوں کا امام بنانے کا اعلان کیا۔ اب اگر کوئی لوگوں کا امام بننا چاہے تو قرآن نے آسان طریقہ بتا دیا کہ ہم خواب میں بشارت دیں گے تم اپنے بیٹے کو ہماری راہ میں قربان کرنا اگر بیٹا بچ گیا اور دنبہ آگیا تو پھر تم لوگوں کے امام کہلا سکتے ہو۔ اور اگر بیٹا ذبح ہوگیا تو تم امتحان میں فیل ہوگئے۔ دنیا نے جتنے امام بنائے کوئی بھی اِس منزل سے نہیں گزرا نتیجتاً اُمت ایک رہی امام چار ہو۔ ہر ایک کی فقہ الگ۔ حدیث کے میدان میں اسمٰعیل بخاری صاحب امام بنے تو اُن کی کتاب کو صحیح بخاری کہنا ہی اِس بات کی دلیل تھی کہ دال میں ٹھیک ٹھاک کالا ہے۔

ایک طرف تو اُمت کے پاس اپنے خود ساختہ اماموں کی فوجِ ظفر موج ہے کہ ہر ایک اپنا نقطۂ نظر ہے۔ دوسری طرف بمطابق حدیثِ رسولؐ بارہ اماموں کا سلسلہ باقی ہے کہ جو پہلے امام نے ارشاد فرمایا وہی دوسرے نے وہی تیسرے نے یہاں تک کہ گیارہ بلکہ میرے نزدیک بارہ آئمہؑ کے فرامین میں کبھی بھی اختلاف نہیں پایا گیا۔ معیار زندگی و معیار کردار ہو بہو یکساں ہے ہر امام کے دور میں واقعات تبدیل ہوتے رہے لیکن احکام امام اور فیصلے ہمیشہ یکسانیت کے حامل رہے ہیں۔ ہر امام نے دلیلِ صادق دیتے ہوئے جب بھی کسی مسئلے پر گفتگو کی تو حوالے دیتے ہوئے اپنے جدامجد رسولؐ خدا تک پہنچے یعنی وہ یہ باور کراتے رہے کہ رسالت کے بعد امامت بالکل رسالت کا عکس (reflection) ہے کہ اگر خود رسولؐ خدا اس مسئلے پر گفتگو کرتے تو یہی فرماتے جو میں کہہ رہا ہوں۔ بعد رسولؐ جو مسائل لوگوں میں پیدا ہوتے رہے تینوں

خلافتوں تک اُسے امامت ہی حل کرتی رہی شکریہ میں تو یہ کہنا ہی تھا کہ ''علیؑ نہ ہوتے تو میں ہلاک ہو جاتا''۔

بقول علامہ موصوف کے معرفتِ حضرت سیدہ طاہرہ صلوٰۃ اللہ علیہا کے بغیر نہ امام سمجھ میں آسکتا نہ امامت۔ جاہلیت کی انتہا میں کہنا چاہیئے کہ اُمت نے خلافت و امامت میں فرق ہی نہ جانا۔ امیرالمومنینؑ سے خلافت چھین لی اور اساسِ امامت (Foundation of Imamat) ملکۂ عالمیانؑ سے فدک چھین لیا۔ یوں عرب کی امیر ترین خاتون کی امیر ترین بیٹی کو غریب کر دیا اور امیرالمومنینؑ کو اپنے مقام یعنی مسند رسولؐ سے محروم کر دیا۔ امامت کی طرف دھیان ہی نہیں گیا۔ حضرت امیرالمومنینؑ چونکہ حکیم الٰہی تھے لہٰذا اُن کی بصیرت کو سقیفہ کیا سمجھتا۔ حضرت علیؑ کو سقیفائی خلافت کی ضرورت تھی ہی نہیں۔ اعلانِ غدیرخم کے مطابق وہ بعد رسولؐ اکرم خلیفہ و وزیر و وصی سب کچھ تھے اور ہیں۔ اُن کو تائید پروردگار حاصل تھی اور ہے وہ اُمت کی voting سے کیوں elect ہوتے جبکہ وہ خالقِ کائنات کے selected تھے۔ لوگوں کی نگاہِ انتخاب اپنے جیسی ہوتی ہے اور ذاتِ کبریا کا انتخاب مظہر جلی ہوتا ہے۔ صُمٌّ بُکمٌ عُمیٌ اِس کو کیا سمجھیں گے۔

خلافت دولت اور فتوحات سے کھیلنے لگی اور امامت نے پچیس برس خاموشی کے ساتھ بغیر تلوار نکالے وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے جن کی مثال خلافت نہ لاسکی۔ تاریخ اسلام میں خلافت کے دامن میں صرف فتوحات اور لشکرکشی ہے اور امامت نے فلاح و بہبود کے وہ کام کئے کہ عرب آج تک اُس کا فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔ امام وقتؑ درس و تدریس بھی دے رہے تھے اور خلق خدا کو ضروریات زندگی بھی فراہم کر رہے تھے۔ خلافت جو جو کام کرتی گئی ذلیل ہوتی گئی امام جو جو کام کرتے گئے عظیم ہوتے

گئے۔ خلافت اپنی مرضی کرتی رہی۔ امامؑ مرضی خدا پر کاربند رہے۔

کسی مجلس میں مولانا صاحب نے اِس آیت قرآن پر تفصیلی بحث کی ہے کہ قیامت کے دن ہر انسان کو اُس کے امام کے ساتھ بلایا جائے گا گویا جیسا امام ویسے مقتدی، جو حشر امام کا وہی پیروکاروں کا۔ اب سوچنے کا مقام ہے اُمت کسی کی رسولؐ کی اور محشور ہوگی اپنے امام کے ساتھ۔ اتنا قرآن پڑھا جاتا ہے کہ رمضان المبارک میں تو باقاعدہ قرآن خوانی کی دوڑیں (races) لگی ہوتی ہیں۔ پورے قرآن میں کوئی آیت ہے کہ مسلمان رسولؐ اللہ کی اُمت ہیں۔ اِمام کو چھوڑ کر رسولؐ کی تاسی کیسے ہوگی۔ بس قرآن پڑھے جاؤ بڑا ثواب ہے غور و فکر کی ضرورت ہی نہیں۔ جب اُمت کا تسلسل رسولؐ سے منقطع ہوگیا تو رسولؐ شفاعت کیوں کرینگے۔ رسولؐ اکرم اپنے فرائض منصبی کی بخیر و خوبی ادائیگی کے بعد امت کو سپردِ امام کر گئے تھے اُمت نے اپنی باگ دوڑ خلافت سے وابستہ کر لی۔ بڑی دیر کے بعد پتا چلا کہ غلطی ہوگئی بس پھر کیا تھا دھڑا دھڑ امام بننے لگے بالکل اسی طرح جس طرح کے افراد اپنی مسجد کے لیے امام صاحب کا انتخاب کرتے ہیں۔ اُمت دراصل ایسا امام چاہتی ہے جس میں اُسے اپنا عکس نظر آئے یعنی جو حرکتیں اُمت کرتی ہے وہ ہی امام کی بھی ہونی چاہئیں۔ کائنات کے امام کے منصب کو اتنا محدود کیا کہ مسجد میں لاکر بٹھا دیا کہ امام کا بس یہ کام ہے کھاؤ پیو نمازیں پڑھاؤ، قرآن اور حدیث سناؤ، اپنی سمجھ کے مطابق فتوے دے دو۔

علامہ صاحب نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ امام غریب نہیں ہوتا بلکہ وہ قدرت الٰہی سے غنی رہتا ہے۔ نہ وہ مالِ غنیمت کا محتاج ہے نہ بیت المال سے امداد کا انتظار کرتا ہے۔ دنیا امام کو ر ـ سمجھتی رہی اور امام دنیا کو نہال کرتے رہے۔ سیدہ عالمیانؑ پورے عرب کی بیواؤں اور یتیموں کی دستگیری اور امداد کیسے کر رہی تھیں فدک تو چھن چکا

تھا۔ دنیا یہ بھی نہ سمجھی کہ حضرت سیدہ طاہرہؑ معدن عصمت و امامت ہیں۔ رسولؐ خدا کی زندگی خطاؤں سے مبرّا، دخترِ رسولؐ کی مقدّس و مطہر زندگی میں قسم کسر کا شائبہ تک نہیں ہے تو بھلا امام مقامِ عصمت و طہارت سے کس طرح ہٹ سکتا ہے۔ خلافت زور لگاتی رہی اور رسالت و امامت میں غلطیاں ڈھونڈتی رہی۔ جب پلّے بات نہ پڑے تو انگور تو کھٹے ہوتے ہی ہیں۔ خلافت پہ تو قبضہ ہوگیا بذریعہ دہشت گردی (اسلام میں پہلی) اب خلافت گھڑی گھڑی پھسل رہی تھی۔ سوچا ایک ہی طریقہ ہے کہ رسولؐ اور امامؑ کو اپنے جیسا ثابت کرنا شروع کر دو۔ یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ بخاری، ترمذی، مسلم، مشکوٰۃ پڑھنے کے بعد کیا نقشہ ذہن میں اُبھرتا ہے۔

علامہ صاحب نے اس بات پر بڑا زور دیا ہے کہ اگر کربلا نہ ہوتی تو امامت کبھی سمجھ نہ آتی نوکِ نیزہ پہ قرآن صرف امام ہی سنا سکتا ہے کسی خلیفہ کے بس کی بات نہیں چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ لوگ حیران کٹا ہوا سر تلاوت کر رہا ہے۔ پوچھا کون ہے؟ جواب ملا نواسۂ رسولؐ اِمام حسینؑ۔ ذہنوں میں کھلبلی شروع ہوئی کہ یہ امامت کیا ہے؟ امام حسینؑ نے تعارفت امامت کرایا نوکِ نیزہ کی معراج پر، سید سجاد نے تعارف کرایا طوق و بیڑیاں پہن کر اور ثانیٔ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا نے اپنے خطبات سے بتایا کہ جس کا گھر لوٹا ہے جس کے قتل کی خوشیاں منا رہے ہوں وہ امامؑ ہے؟ علامہ صاحب نے اپنی مجالس بسلسلۂ شہادتِ حضرت زینبؑ میں اس بات کو بڑے واضح الفاظ میں بیان فرمایا تھا کہ کس طرح قدم قدم پر عالیہ بی بیؑ نے امامت کا تعارف کرایا ہے اور یہ بتایا کہ اِس قتل کا خمیازہ نہ صرف تم بلکہ تمہاری آنے والی نسلوں کو بھی بھگتنا پڑے گا۔

جابر سلطان کے سامنے کلمۂ حق سوائے امام کون کہہ سکتا ہے۔ دربار یزید میں سید سجادؑ کی گفتگو اور وارث و نگہبانِ امامت سیدہ ثانیٔ زہراؑ کے کلمات امامت کی دلیری،

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

ثابت قدمی، اور پائے استقامت میں استقلال کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ دراصل دیکھا جائے تو آغازِ سفر کربلا سے لے کر اسیرانِ کربلا کی رہائی تک ایک سلسلہ ہے تعارفِ امامت کے اقدامات کا جو امام حسینؑ، امام سید سجادؑ اور اُم المصائب بی بیؑ نے ضرورت وقت کو دیکھتے ہوئے کیے۔ حج کو عمرے میں بدل دینا یہ بتاتا ہے کہ امام حج کا نہیں حج امام کا محتاج ہے۔ حرؑ کے لشکر کو سیراب کرنے کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ امامؑ کے کردار اور اُمت کے کردار میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ کیا اچھا جملہ ہے مولانا صاحب کا کہ دس سال، دس مہینے دس دن، دس گھنٹے دس منٹ اور دس سیکنڈ تعارف امامت میں بڑے اہم ہوتے ہیں لیکن اگر کوئی حرؑ ہو تو۔ غازی عباسؑ جیسی ہستی کے ہوتے ہوئے دریا سے خیمے اُٹھا لینا تعارفِ امامت کی کڑی ہی تو ہے۔

علامہ صاحب نے تعارف امام کراتے ہوئے یہ بھی ذہن نشین کرایا کہ امام کی ماں کوئی عام عورت نہیں ہوتی۔ صرف ارفع و اعلیٰ نسب خواتین ہی بار امامت کی متحمل ہو سکتی ہیں۔ علامہ صاحب نے وضاحت کی ہے کہ ہر امامؑ کی والدۂ گرامی کا تعلق یا تو شاہی خاندان سے ہے یا کسی شجاع اور اعلیٰ صفات کے مالک قبیلے کے سردار سے ہے۔ امام عام گودوں میں پروان نہیں چڑھتا۔ امام کی پرورش وہی خاتون کر سکتی ہے جو اسرار و رموز امامت سے کماحقہ واقف ہو۔ امام کے روز و شب عام انسانوں سے مختلف رضائے رب کے تابع ہوتے ہیں۔ امام جانتا ہے کہ رضائے رب کے لیے اُسے اس وقت کیا کرنا ہے اور کیسے کرنا ہے۔ امام نہ دنیاوی لشکر کا خواہش مند ہوتا ہے نہ دنیاوی جاہ و حشم اُس کی منزل ہوتی ہے۔ امامت مدرسوں میں نہیں پڑھائی اور سکھائی جاتی ہے اگر حضرت عیسیٰ گہوارے میں نبی ہو سکتے ہیں تو امام کہیں بلند و عظیم منصب ہے۔

امام جب دنیا میں ظہور کرتا ہے تو وہ ہر لحاظ سے کامل و اکمل ہوتا ہے اور امام ہوتا

ہے۔ اِسی لیے متعدد مقامات پر خود رسولؐ اللہ نے، حضرت علیؑ نے اپنی موجودگی میں حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کو گفتگو کا موقع عطا فرمایا۔ مسائل کے جواب دلوائے اور فیصلے کروائے کہ دنیا پہچان لے۔ ابنِ عباس نے بعد رسولؐ اکرم وراثت میں لباس، عصا، تلوار اور اسپ کی خواہش کی تو وہی لباس حضرت علیؑ کے جسم پر پورا تھا وہی لباس امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے جسم پر پورا تھا گرچہ بچے تھے۔ بچپن، بڑھاپا، جوانی اِن ادوار کا تعلق امام کی زندگی سے ہے ہی نہیں۔ بس اتنی بات کہ امام امام ہوتا ہے۔ اُمت نے بہتر فرقوں میں تقسیم ہونا قبول کر لیا مگر امامت کو تسلیم نہیں کیا۔ خلافت کا نشہ کچھ ایسا تھا کہ برصغیر میں بھی تحریک خلافت امت نے چلائی تحریک امامت نہیں چلائی۔ خلفائے راشدین تو چار ہیں بعد کے خلفاء کو کیا نام دیں گے کیا وہ راشد نہیں تھے۔ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے خلافت کو ٹھوکر مار کر حضرت امام حسنؑ نے شرائط صلح تحریر کرا کے تعارف امامت اور اہمیت امام کو واضح کیا اور حضرت امام حسینؑ نے مدینہ سے لے کر کربلا تک بہتر سے بہترین انداز سے تعارف امام کرایا مگر اُمت کو شاید امام کی ضرورت نہیں تھی۔

- ''جس نے اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانا وہ جاہلیّت کی موت مر گیا'' یہ سب جانتے ہیں مگر دلوں کے تالے غور نہیں کرنے دیتے۔ ضد کی انتہا دیکھئے کہ جاہلیّت کی موت مرنا قبول ہے زمانے کے امام کی معرفت حاصل نہیں کرنی۔ ابلیس کی فوج میں بھرتی ہو کر ساری زندگی رنگروٹی کرنی ہے امام کے لشکر میں شامل ہو کر دینی و دنیاوی سعادتیں حاصل نہیں کرنی ہیں۔ ہر فرقہ اپنی جگہ خوش ہے کہ اُس کے سربراہ (میں تو سر پھرا کہتا ہوں) اُسے جنت میں لے جائیں گے۔ علامہ صاحب اکثر یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اُمت کی دوڑ جنت تک ہے جیسے ملاؤں کی دوڑ مسجد تک ہوتی ہے اور امام کے

ماننے والے کے پیش نظر رضائے امام ہوتی ہے۔ کربلا کا ہر شہید رضائے امام و رضائے رب میں شہید ہوا۔ صلۂ جنت کی خواہش میں نہیں شہید ہوا۔ جنت کیا چیز ہے امام خوش ہونا چاہیے امام کی دعائیں اور نظر کرم ہونی ضروری ہے۔ رسولؐ اللہ کی حدیث ہے کہ حق علیؑ کے ساتھ ہے اور علیؑ حق کے ساتھ ہے اے خدا حق کو اُدھر اُدھر موڑ دے جدھر جدھر علیؑ مڑتا ہے۔ رسولؐ اکرم کی ایک حدیث بھی خلافت کے حق میں نہیں ہے یا یوں کہہ لیں کہ حق امامت کے ساتھ ہے خلافت کے ساتھ نہیں امامت خلافت سے انتہائی بلند مقام و منصب ہے۔

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی آفتابِ عالمتاب ہیں۔ مجھ جیسے حقیر انسان کی حیثیت ایک ادنیٰ ستارے کی ہے جو مسلسل ضیائے علم اُن سے حاصل کر رہا ہے۔ علامہ صاحب کو سمجھنا اور اُن کے ادا کردہ الفاظ کی عمیق گہرائیوں میں سفر کرنا یہ مجھ سے قطعی بعید ہے۔ یہ اُن کی اعلیٰ ظرفی ہے کہ وہ مجھے اپنے حلقۂ احباب میں شمار کرتے ہیں۔ مسائل پر گفتگو کے لیے اپنا قیمتی وقت عنایت کرتے ہیں اپنی لائبریری سے مطالعہ و استفادہ کا موقعہ دیتے ہیں۔ میری ناچیز گفتگو کو بغور سماعت کرتے ہیں پھر مفصل و مدلل جواب دیتے ہیں۔ میں اپنے مقام و اہلیت کو خوب جانتا ہوں کہ اُن تحریر و تقریر پر کیا حاشیہ آرائی کر سکتا ہوں۔ مگر وہ مجھ سے محبت کرتے ہیں اُن کا حکم سر آنکھوں پر مجھے تعمیل ارشاد میں کچھ نہ کچھ سپردِ قلم کرنا ہی پڑتا ہے۔ میں نے اکثر علامہ صاحب سے عرض کی کہ قبلہ میری اس ٹوٹی پھوٹی تحریر کو ایک نظر دیکھ تو لیا کریں فرماتے ہیں بس آپ نے ٹھیک ہی لکھا ہوگا۔ دل کی گہرائیوں سے علامہ صاحب کو دعائیں دیتا ہوں کہ اللہ کرے زورِ بیاں اور زیادہ۔

مجلسِ اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''ساری تعریف اللہ کے لیے درود اور سلام محمدؐ اور آل محمدؐ پر''

مجلس عشرۂ چہلم کا آغاز آج پہلی مجلس سے ہو رہا ہے۔ ان مجالس کے لیے جس عنوان کا انتخاب کیا گیا ہے انتہائی اہم ترین عنوان ہے ''امام'' اور ''امت'' دونوں لفظ ایسے ہیں کہ جن سے ہم اور آپ اچھی طرح واقف ہیں۔ عنوان کوئی انوکھا نہیں۔ لیکن اہم ضرور ہے۔ اور یہ بات پہلے واضح کر دوں کہ آج تمہیدی تقریر ہے۔ صرف عنوان کا تعارف ہے۔ اور جب تک تمہیدی تقریر نہ ہو عنوان واضح نہیں ہوتا اور وضاحت ہوتی ہے کہ دس روز کیا پڑھا جائے گا۔

ہم نے جب بھی اپنی مجلس کے لیے عنوان کا انتخاب کیا تو کسی اہم ترین وجہ سے۔ بغیر وجوہ کے یوں ہی ہم کسی عنوان کا انتخاب نہیں کرتے۔ اس لیے کہ جو وقت آپ کا صَرف ہو یا ہمارا صَرف ہو وہ اس لیے نہ ہو کہ چونکہ ہم یہ کرتے آئے ہیں۔ ہو رہا ہے۔ گئے گئے، نہیں گئے، سنا سنا، نہیں سنا۔ مقصد یہ ہے کہ اگر ہمیں کچھ سننا ہے، کچھ سمجھنا ہے، کچھ لینا کچھ عطا کرنا کچھ دینا ہے، اگر یہ مقصد پیش نظر ہے تو ہر چیز اہم ہے ورنہ کچھ بھی اہم نہیں۔

ابتدا ہی میں اپنے اس عنوان کی اہمیت واضح کر دوں کہ اس عہد میں، اس وقت،

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

اس عنوان کی ضرورت کیوں ہے، اس وقت ہمارے معاشرے، ہماری ملت، ہمارے ملک، دنیا کے ہر ملک کا ایک ہی مسئلہ ہے اور وہ شاید سب سے بڑا مسئلہ ہے، سب سے اہم مسئلہ ہے پھر الفاظ پر غور کریں تو میں بات آگے بڑھاؤں ہمارے معاشرے، سماج، ہمارے ملک، ملت، مذہب، دین اور دنیا کا ہر ملک ان سب کا ایک ہی اہم ترین مسئلہ ہے اگر وہ حل ہو جائے تو سمجھ لیں سب کچھ حل ہو گیا۔ وہ مسئلہ ہے قیادت کا مسئلہ۔ کسی ملک میں سکون نہیں ہر ایک قیادت کی تلاش میں ہے۔ رہنما کی تلاش ہے۔ آپ کا ملک بھی ان سیاسی پارٹیوں کے درمیان اور موجودہ حکومت کے درمیان آج بھی رہنما چاہتا ہے۔ مسلمان بھی ایک رہنما چاہتا ہے ایک لیڈر چاہتا ہے۔ قیادت نہیں ہے، جس ملک وملت اور شہر وسماج میں قیادت نہ ہو تو چھوٹے چھوٹے محلّہ کے گروپس (Groups) میں کیا قیادت ہو سکتی ہے پوری دنیا کے انسان ایک مخلص رہنما کی تلاش میں ہیں، ساری الجھن اور پریشانی انسان کی صرف یہ ہے کہ وہ قیادت کی تلاش میں ہے اہمیت کے پیشِ نظر ہمارا عنوان ''امام اور اُمت'' مجمع، اجتماع، قوم، ملک اور سماج مل کر اپنے رہبر، رہنما کو تلاش کر رہا ہے، دو چیزیں ہیں ایک رہنما اور ایک قوم ہے۔ قوم رہنما کی تلاش میں ہے رہنما غائب ہے ہر ملک کے لیے رہبر جو ہے وہ غیب میں ہے بھئی آپ تلاش کر رہے ہیں نا ابھی کوئی چنا تو نہیں گیا نا۔ تو جب تک آپ کا نیا رہنما نہ آجائے اس وقت تک وہ غیب میں ہے۔ تو بس یہی تو ملت کا مسئلہ ہے کہ پوری قوم اپنے امام کو تلاش کر رہی ہے اس کا انتظار کر رہی ہے ہمارا عنوان صرف یہ دو لفظ ہیں ایک امام ایک امت ہے ایک اجتماع ہے ایک امام ہے اور اس پر ہم دس روز یہ گفتگو کریں گے کہ امام کا تصور خدا نے کیا دیا رہنما کا تصور اللہ نے کیا دیا۔ قرآن نے کون سا منشور پیش کا حدیثوں میں کیا کہا گیا۔ تاریخ نے کیا فیصلے کیے۔ فلسفہ اور منطق کی روشنی

میں ہمارے استدلال اور ادب کے دائرہ میں گفتگو کہ امام کیا ہے اور امت کیا ہے۔ امت کیا چاہتی تھی کیا چاہتی ہے۔ امام کیا کر گیا امام کیا کر رہا ہے امام کیا کرے گا یہ تسلسل سے دس روز تقریریں ہوں گی اور اس تسلسل میں ہم آج کی تمہیدی تقریر کے بعد امت کا تجزیہ کرتے ہوئے ہر امام کا ذکر یں گے۔

آج ہم وہ باتیں کہہ دیں کہ جو بار بار دہرائی نہیں جائیں گی اور اگر یہ باتیں ذہن نشین ہو گئیں تو آنے والی ساری تقریریں آرام سے آپ کے دل ودماغ قبول کرتے جائیں گے اور سمجھ میں آتی چلی جائیں گی۔ خاص طور سے نوجوانوں اور بچوں کے لیے آسان زبان میں گفتگو کی جاتی ہے۔

پہلی بات ''امام'' کے معنی واضح کر دوں۔ پیشوا، امیر لشکر، مصلح، منتظم، خلیفہ یا وہ ڈوری جس سے معمار عمارت کی سیدھ قائم کرتے ہیں۔ لغتِ عرب میں امام کے مختلف معنی ہیں مثلاً آگے چلنے والا جس کے پیچھے قوم چل رہی ہو۔ رہنما، نمونہ، شاہراہ، سیدھا راستہ لیکن عربی ایک ایسی زبان ہے کہ عرب ملک کا جو سسٹم (System) تھا کہ عرب قبیلوں میں بٹے ہوئے تھے ہر قبیلہ کا ایک سردار ہوتا تھا اور قبیلے کے افراد ہوتے تھے تو پورا نظام ہر چیز پر اثر انداز ہوا تو زبان پر بھی اثر پڑا۔ بڑی علمی باتیں ہیں۔ بڑے غور سے سنیں۔ اور ذہن نشین کریں زبان پر بھی معاشرہ اثر انداز ہوا آب و ہوا اثر انداز ہوئی جس طرح عرب قبیلوں میں بٹے ہوئے تھے ایک سردار اور قبیلہ اس کے گرد۔ بالکل اسی طرح زبان بھی تعمیر ہوئی عرب میں۔ عربی زبان میں ایک لفظ سردار ہوتا ہے اور اس کا ایک پورا قبیلہ ہوتا ہے۔ یہ صرف عربی میں ہے اور یہ لفظ جو امام کا لفظ ہے اور امت کا لفظ اس میں سردار جو ہے اس قبیلے کا قبیلے کے ابھی افراد میں گنواؤں گا۔ جس میں بیشمار لفظ آتے ہیں۔ سردار جو لفظ ہے وہ ہے۔ ''اُم'' اب ''اُم'' کے قبیلے میں

جتنے الفاظ ہیں۔ ان میں یہ الفاظ ہیں امام، امامت، امت، امی بیشمار لفظ جو ہیں وہ اس کے گرد ہیں سارے لفظ جو ہیں وہ ''اُم'' کے گرد ہیں اسی سے بنتے جائیں گے لفظ زیر وزبر کے فرق کے ساتھ، امام، امامہ، امہ یہ پورا ایک قبیلہ ہے ایک لفظ کا اور عربی میں ایک اور کمال ہے یہ پہلا کمال تھا اور دوسرا کمال یہ ہے کہ جو حرف جس لفظ میں استعمال ہو گا وہ حرف جہاں پر بھی استعمال ہو جائے گا تو اس کا مفہوم ایک ہی ہو گا۔ مثال اسی لفظ سے لے رہا ہوں میم۔ جس لفظ میں ''میم'' آجائے عربی کے جس لفظ میں ''میم'' آجائے اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ جمعیت، اجماع، مجمع، بس یہی مفہوم میم کے ہر لفظ سے نکلے گا۔ اب جتنے بھی آپ کو عربی کے لفظ یاد ہوں سب ذہن میں جلدی جلدی دہرا کر دیکھ لیں ''اُم'' اُم کہتے ''ماں'' کو، ماں پورے خاندان کی جمعیت کو کنٹرول (Control) کرنے والی۔ دیکھیں جمعیت آگئی ''اُم'' پیڑ کا تنا اب ''اُم'' کے ۲۸۰ معنی ہیں اور سارے معنی اگر میں گنواؤں تو سب میں جمعیت نکلے گی اُم پیڑ کا تنا یعنی شاخوں کی جمعیت کو لیے ہوئے ہے۔ یہ ''اُم'' جہاں میم آجائے وہاں جمعیت، اسی طرح امام۔ یعنی پوری امت کا اجتماع جس پر ہو گیا ہو وہ ہے ''امام'' امت یعنی اجتماع۔ اب اسی طرح لفظ ''غم'' ہے جہاں جذبات کا ہجوم اور جمعیت آجائے اسے ''غم'' کہتے ہیں۔ اور وہی ''ہم'' بھی ہے۔ ''غم وہم'' جہاں جہاں ''میم'' آتا جائے گا وہاں جمعیت کا تصور آپ سے آپ پیدا ہوتا چلا جائے گا اور اگر یہ لفظ بھی دے دوں تو آپ خوش ہو جائیں گے ''محرّم'' لفظ بولا آپ نے مجالس کے اجتماع کا تصور ذہن میں آگیا جہاں میم آئے گا وہاں مجمع تصور میں آجائے گا یہ عربی کا کمال ہے۔

اگر مثالیں دوں ہر حرف سے ''الف'' جس لفظ میں آجائے گا اس لفظ کے ساتھ قیام اور اونچائی کا تصور آئے گا جہاں الف آجائے، طویل آپ نے اس کی جمع بنائی

''طوال'' بہت طویل۔ تو لفظ ''امام'' کا کمال یہ ہے کہ دو میم جمعیت کی طرف اشارہ کریں اور دو الف آ کر قیام کی طرف اشارہ کریں۔

اب یہ تھوڑی سی علمی بحث تھی منطقی استدلال کے ساتھ بات آگے بڑھ جائے اور واضح کر دوں کہ امام کسے کہتے ہیں۔ اس لیے یہ بتانا ضروری ہے کہ تاریخ میں مسلمانوں کے بہت سے امام ہیں۔ حدیثوں کے امام۔ تاریخ کے امام۔ فلسفے کے امام۔ منطق کے امام۔ فقہ کے امام اور اگر وہ سارے امام جوڑ لیے جائیں جو امام جمعہ اور جماعت ہیں تو ہزاروں کی تعداد ہو جائے گی اب آئمہ کے اتنے ہجوم میں امامت کی تلاش کتنی مشکل ہے آپ خود بتائیے اور جب لفظ چلے اور چلتے چلتے اپنی راہ بدل دے امت کے اصرار پر تو اور مشکل ہو جاتی ہے۔ بڑے بلیغ جملے بول رہا ہوں ظاہر ہے تمہیدی تقریر ہے چاہوں گا کہ آپ اتنی ہی کوشش موضوع کو سمجھنے میں کریں جتنی کوشش میں سمجھانے میں کر رہا ہوں یعنی لفظ چلا امت نے روٹ (Route) بدل دیا تو اب شخصیت کو پہچاننا مشکل ہو گیا۔ قرآن نے کہا تھا اِنِّي جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ''ہم بنانے جا رہے ہیں زمین پر خلیفہ'' (سورۂ بقرہ آیت ۳۰)

پہلی بار لفظ وجود میں آیا، آدمؑ سے لے کر خاتمؑ تک روٹ (Route) بدلنے لگا لفظ تو کہاں تک پہنچا خلیفہ لفظ کہاں تک پہنچا، میں کیوں اشارہ کروں کہ خلیفہ کس کو کہتے ہیں، میں یہ کیوں نہ کہہ دوں کہ ہمارے معاشرے میں جب کوئی زیادہ تکرار و حجت و بحث کرتا ہے تو محاورہ ہے خلیفہ گیری نہ کرو، خلافت نہ کرو یعنی لفظ اتنا گھٹا اتنا گھٹا کہ آدمؑ کے لیے قرآن میں اللہ نے جس پاکیزہ لفظ کو استعمال کیا تھا ہم تصورِ خلیفہ جو تھا وہ بھول گئے۔ تو یہ کیوں ہوا، ایسا لگتا ہے کہ اللہ کا عطا کیا ہوا لفظ جس شخصیت کو دیا جا رہا تھا قرآن جسے عطا کر رہا تھا امت چاہتی تھی کہ یہاں سے اس کو ہٹا دیا جائے تاکہ شخصیت

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

پہچانی نہ جائے اس لیے وہ لفظ بھی ہٹایا امام کا لفظ بھی ہٹایا۔ لفظ امام کو کس طرح استعمال کیا اور کہاں تک لے گئے اور کتنے امام بنے سب کے نام نہیں لینا ہیں آپ سب کو جانتے ہیں کہ کن کن ناموں کے ساتھ یہ لفظ استعمال ہوتا ہے اور آپ استعمال کرتے ہیں لیکن لفظ اگر اپنی جگہ چھوڑ کر ہٹ جائے اور استعمال غلط ہونے لگے اور پھر کثرت استعمال بڑھ جائے تو جس کے لیے خدا نے لفظ کو قرآن میں رکھ دیا ہے کیا آپ اس تصور سے ہٹ کر بھی سوچ سکتے ہیں اس لیے خدا نے قرآن میں دو طرح کے اماموں کا تعارف کروادیا، وہ بھی امام ہیں جو جہنم کی طرف بلاتے ہیں۔

وَجَعَلْنٰهُمْ اَيِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ (سورۂ القصص ۲۸، آیت ۴۱)

''اور ہم نے ان کو گمراہوں کا امام قرار دیا ہے جو لوگوں کو جہنم کی طرف بلاتے ہیں اور قیامت کے دن ان کی مدد نہیں کی جائے گی''

لفظ ''امام'' اور ''امامت'' دونوں گروہوں کے بارے میں استعمال ہوتا ہے۔ اہلِ حق کے بارے میں بھی اور اہلِ باطل کے بارے میں بھی اور ایسا نہ ہوتا تو قیامت کے دن ہر گروہ کو اس کے امام کے ساتھ بلانے کے کوئی معنی نہ رہ جاتے، لفظ تو کوئی بھی استعمال کر سکتا ہے، لفظ ''امام'' کا مفہوم سمجھنا ضروری ہے قرآن نے دونوں طرح کے ''ائمہ'' کا ذکر کیا ہے ''خُلفائے جور'' کے لئے کہا ''جہنم'' کی دعوت دینے والے امام ان کے لیے بھی لفظ امام استعمال کیا ولی کا لفظ نبیؐ کے وصی اور جانشین کے لیے بھی اللہ نے استعمال کیا اور یہ بھی کہا شیاطین میں بھی اولیاء ہیں لفظ استعمال کر کے خدا نے خود بتادیا کہ شرط لازمی ہے، لفظ کا استعمال تم بدل دو گے لیکن شرائط دیکھ لینا تو اب جو قدرت نے شرائط رکھی ہیں اگر وہ شرائط ہیں تو امامِ امت ہے اور پہلی شرط کہ امام معصوم

ہو، صاحب عصمت ہو، خطا کار نہ ہو، نہ گناہِ صغیرہ، نہ گناہِ کبیرہ کا امکان ہو، خطا اس سے سرزد نہیں ہو سکتی ہے، امام وہ ہے۔ دوسری بات، امت سے ممتاز ہو اور ممتاز کرنے کے لیے شرط یہ رکھی گئی اسلام میں کہ حضرتِ ابراہیم کی نسل سے ہو۔

امام حضرت ابراہیمؑ کی نسل سے ہو، شرط یہ شرط کیوں رکھی گئی، غور نہیں کیا آپ نے، بڑی نزاکت ہے۔ اس میں، حضرتِ ابراہیمؑ کے دونوں بیٹے نبی ہیں حضرتِ اسحاقؑ حضرتِ اسماعیلؑ بھی دونوں بیٹے منصب نبوت پر فائز ہیں اور نبوت کا سلسلہ دونوں طرف جارہا ہے تو اب اشارہ کر دیا کہ امامت ادھر بھی جاسکتی ہے امامت ادھر بھی جاسکتی ہے لیکن آگے بڑھ کر پھر کنٹرول (Control) کیا اور کہا لازمی ہے کہ امام بنی ہاشم میں سے ہو یہ اسلام کی شرط ہے۔ یعنی اگر ابراہیمؑ کی نسل بنی ہاشم تک آتے آتے شاخوں میں بٹ رہی ہو قصیٰ اور کلاب کی نسلوں میں تو شرط لگادی امام بنی ہاشم میں سے ہو قبیلے بے شمار ہیں عرب میں اس کے بعد پھر بیان کی اللہ نے صفت کہ امام صاحبِ معجزہ ہو۔ معجزہ جس کا جواب لانے میں عام انسانیت عاجز ہو دنیا کا کوئی انسان اس عمل کو نہ کر سکے، ناممکن ہو، وہ عمل کر کے جو دکھادے وہ ہے امام، یہ ساری صفات اور پھر اس کے بعد ایک تفصیل ہے پوری کہ وہ علم میں کسی کا محتاج نہ ہو بلکہ خلقِ خدا اس کی محتاج ہو اور پھر علم و شجاعت و عبادت میں اوّل سے آخر تک سارے امام تین چیزوں میں برابر ہوں تاکہ پہچاننے میں آسانی ہو یہ ہیں وہ اہم سرخیاں امام کو پہچاننے کے لیے، امت کا تعارف کل سے شروع کروں گا۔ آج میں چاہتا تھا کہ لفظ ''امام'' کے مفہوم کو واضح کردوں، قدرت جب بھی کسی نئی چیز کو متعارف کرواتی ہے تو صدیوں اہتمام کرتی ہے۔ ''کُن'' کہنے والا جب پلک جھپکتے میں کائنات بنادے کروڑوں آفتاب بنادے کُن کہہ کر کروڑوں مہتاب بنادے نامعلوم کتنے نظام ہائے شمسی تعمیر

کردے ''کُن'' کہہ کر وہ خلیفہ بنانے میں ۲۵ ہزار برس لگاتا ہے۔

بڑے قیمتی جملے ہیں اس پر غور کریں عنوان آپ سے آپ سمجھ میں آتا جائے گا، ۲۵ ہزار برس لگائے، مٹی آئی گندھی، پڑی رہی، پُتلا بنا، کھنکھنایا، سوکھا، چورا ہے پہ ملائکہ کی شاہراہ پر ڈال دیا گیا، اعلان کیا گیا، اعلان کر کے پھر اس کے بعد کوئی ذکر ہی نہیں کہ بنانے والے ہیں پھر دوسرا اعلان کہ اب روح پھونکیں گے پھر اس کے بعد اعلان کہ جب روح پھونکیں گے تو سب سجدہ کرنا۔ پھر طویل صدیاں لگیں، کیوں؟ ایسی چیز بنانے جارہے ہیں کہ جو ہمارے لیے اور تمہارے لیے ایک شاہکار ہوگی جو چیز بنانے جارہے ہیں سب کو مہلت دے رہے ہیں۔ سب کو موقع دے رہے ہیں تاکہ بعد میں کوئی دعویٰ دار نہ بنے فرشتوں کو وقت دیا تھا اللہ نے کہ جو بنانے جارہا ہوں اس کے مقابل نہ آنا تو اس نے بنانے میں دیر اس لیے نہیں لگائی کہ عاجز تھا، مہلت دی تھی اور اس نے مہلت دے کر یہ بتایا کہ مہلت اس لیے دی ہے کہ سوچ لو اور سمجھ لو جب یہ آجائے تو اس سے حسد نہیں کرنا مقابل نہیں آنا اور اس کے بعد اہتمام کے ساتھ بھیجا، اس کے بعد پہلا نبی، پہلا خلیفہ آگیا زمین پر، پھر صدیوں گزریں اور صدیوں کے انتظار کے بعد اب جو نبی آیا تو وہ پہلا شارع صاحب شریعت نبی جناب نوح ہیں، درمیان میں آدمؑ اور نوحؑ کے کوئی صاحبِ شریعت نبی نہیں اور اس کے بعد صدیوں کے بعد اب جو ابراہیمؑ آئے تو کہا ہم نے تم کو نبوت بھی دی امامت بھی رسالت بھی خُلّت بھی دی سب کچھ دے دیا لیکن نبوت ہم پہلے بھی عطا کر چکے رسالت ہم پہلے بھی عطا کر چکے لیکن اب تمہارے لیے کوئی اہتمام نہیں ہے، دے دیا، رسالت عطا کردی، دے دی نبوت، بنادیا خلیفہ کوئی اہتمام نہیں لیکن اب ایک نیا عہدہ آرہا تھا صدیوں کے بعد، جس کا اہتمام کب سے ہورہا تھا تو اب قدرت نے آواز دی:

''اِنِّی جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَاماً'' (سورہ بقرہ آیت ۱۲۴)

''اب ہم تم کو انسانیت کا امام بنانے جارہے ہیں''

ہم تمہیں انسانیت کا امام بنائیں گے چونکہ تم نے ہمارے طلب کیے ہوئے امتحان کو کامیابی سے ادا کر دیا۔ رسالت عطا کی امتحان نہیں لیا نبوت عطا کی امتحان نہیں لیا قدرت نے اہتمام کر کے بتایا کہ اب جو منصب ملنے جارہا ہے وہ منصب پہلے قربانی مانگتا ہے، امامت کے ساتھ ساتھ قربانی چلے گی، جہاں قربانی وہاں امامت ہے۔

جہاں قربانی نظر آجائے وہاں ہے امامت ورنہ پھر امامت نہیں اور قرآن و حدیث و تفسیر اس بات کی گواہی دے رہے ہیں کہ نبوت عطا کی گئی تو یہ نہیں کہا کہ نسل میں دے دے۔ رسالت ملی تو یہ نہیں کہا کہ پروردگار نسل میں دے دے لیکن جب یہ آواز آئی:

''اِنِّی جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَاماً''

(ہم نے تمہیں عالم انسانیت کا امام بنادیا)

تو اب حضرتِ ابراہیمؑ نے آواز دی قال ومن ذریتی کیا یہ منصب میری نسل میں بھی جائے گا، اب سوال جواب دیکھیں تین بار قال کا لفظ بتا رہا ہے مکالمہ ہو رہا ہے۔ پہلا قَالَ۔ اِنِّی جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَاماً قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي اور اس کے بعد قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِ الظّٰلِمِيْنَ۔ ظالم اس منصب کو نہ پاسکیں گے، پروردگار نے اعلان کر دیا، چاہتا تو یہ کہتا کہ جتنے عادل ہیں وہ منصب پائیں گے یہ کیوں کہتا؟ ساری شرائط رہ جاتیں اندھیرے کو دکھا کر روشنی میں جو جو تھا سب کہہ دیا یہ کہہ کر کہ ظالم بس عہدہ نہیں پائیں گے اب وہ پائیں گے جن میں ساری شرائط ہوں اب وہ امامت پائیں گے کہ جو تمہاری نسل میں سے ہو معصوم ہو صاحب معجزہ ہو اور وہ شہادت کی منزل پر اس عالم میں آئے کہ:

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

زیرِ شمشیرِ ستم میرؔ تڑپنا کیسا
سر بھی تسلیم محبت میں ہلایا نہ گیا

امام، صاحبِ عصمت ہو۔ صاحبِ معجزہ ہو، شہادت کی منزل پر آ کر وہ اتنا شاکر ہو کہ موت کو شکر سمجھ کر قبول کر لے وہی امام ہے۔ دیکھو مالک کائنات نے حضرتِ آدمؑ کو پہلا خلیفہ بنایا اہتمام کے ساتھ حضرتِ نوحؑ کو پہلا شارع بنایا تو اہتمام کے ساتھ حضرتِ ابراہیمؑ کو پہلا امام بنایا انسانیت کا تو اتنا اہتمام اب وہ جس کو "امام مبین" کا لقب ملنے والا ہے اس کا اہتمام یہ کہ وہ خانۂ کعبہ میں آئے۔ یہ سارا اہتمام ہے اور وہ امامت جو ابراہیمؑ سے چلی تو ابراہیمؑ کی نسل میں رسولؐ خدا بھی اس منصب پر فائز ہوئے یعنی ہمارا نبیؐ اگر نبیؐ ہے اور رسولؐ ہے تو امام بھی ہے اس لیے کہ ابراہیمؑ کو امامت مل رہی ہے اور وہ امامت شاخوں میں مختلف جگہوں پر بٹتی رہی تو یہاں بھی تقسیم ہوئی اور کیا میں کہوں؟ عجیب بات ہے سوچیں اگر آپ کے ذہنوں کو فرحت بخشنے والا موڑ ہے اور کیسے جملے ہیں یہ کہ جہاں ابراہیمؑ کی امامت دو شاخوں میں تقسیم ہو جائے عبداللہ اور ابو طالبؑ میں اور علیؑ و محمدؐ میں تقسیم ہو جائے جب امامت کی قوت و طاقت ایک جگہ پر مل گئی تو پھر وہ امام حسنؑ و امام حسینؑ جیسے امامت پر فائز ہوئے اور یہی وجہ ہے کہ نا معلوم کتنے انسانوں کے ناموں کے ساتھ لفظ امام لکھا گیا لیکن کائنات کے ہر مورخ محدث اور مفسر کا فیصلہ ہے کہ بس یہ لفظ ان دو ناموں کے ساتھ کیسا جچ گیا، امام حسنؑ، امام حسینؑ۔

غور کیا آپ نے اور میں سمجھتا ہوں کہ کوئی مسلمان دنیا میں ایسا نہیں ہوگا کہ بغیر اس لفظ "امام" کے شہزادوں کے نام لیتا ہو۔ غور کیا ہوگا آپ نے جس کی زبان پر بھی نام آیا امام حسنؑ امام حسینؑ یعنی ایسا معلوم ہوا کہ انگوٹھی پر نگینہ جڑ گیا ہو اور حُسن و چمک دے رہا ہے۔ امام حسنؑ، امام حسینؑ میر انیسؔ نے کیا خوب کہا ہے:-

یہ غُل تھا، مہرِ نبوت پہ جب چڑھے حسنینؑ
جڑا ہے ایک انگوٹھی پہ دو نگینوں کو

اور پھر وہ کہ جو آدمؑ سے لے کر اپنے عہد تک کی ساری نبوتوں رسالتوں اور امتوں کا خزینہ دار ہو جو صاحبِ معراج ہو۔ جو ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیا کا فخر ہو اور وہ ایک بار اپنی امت کو یہ آواز دے کہ یہ میرے دونوں بچے کھڑے ہوں تو امام ہیں اور بیٹھ جائیں تو امام ہیں، ترمذی شریف کی اس حدیث کو مسلمان مانتا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ اگر یہ کھڑے ہوں تو امام ہیں یہ بیٹھ جائیں تو امام ہیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ امیر خسرو نے "راحت المُحِبّین" میں الفاظ لکھے ہیں کہ "دنیا میں یہ واحد مثال ہے کہ بچوں کی بیعت لی گئی ہو، وہ لکھتے ہیں کہ رسولؐ نے اپنی زندگی میں اپنے دونوں بچوں کے ہاتھوں پر پوری امت کی بیعت کروادی تھی" کیسے امام ہیں یہ کہ ابنِ حجر مکی صواعق محرقہ میں لکھیں کہ:

"حضورؐ نے فرمایا کہ تم حسنؑ کو بچہ نہ سمجھنا یہ چھ سال کی عمر میں بلکہ مسجد میں حضورؐ فرمائیں کہ" "جھولے میں بھی لوحِ محفوظ کا مطالعہ کرتے ہیں"

امامت لے کر آئے ہیں۔ غور کر رہے ہیں آپ!

آج کی تقریر میرے لیے کچھ مشکل ہوگئی، چھٹا سال ہے اس عشرے کا۔ اور پانچ سال مسلسل مرحوم مظہر پنجتنی صاحب یہاں منبر کے پاس بیٹھتے تھے وہ ہمیں ریسٹ کرواتے تھے صلوٰۃ بھجوا کر انہیں پتہ تھا کہ ہر فن وہی سمجھ سکتا ہے جو فن میں ڈوبا ہوا ہو ورنہ یوں تو کون سا دنیا کا کام ہے جو ہم اور سب مل کر نہیں کر سکتے لیکن کامل وہی ہوتا ہے جسے عبور ہو، ان کے پاس یہ فن تھا کہ وہ صلوٰۃ بھی پڑھوا سکتے تھے، نعرۂ حیدری لگا کر، مجمع کو بلوا سکتے تھے، چاہتے تو آہستہ سے نعرہ لگا دیتے چاہتے بلند آواز سے، طریقے تھے

ان کے پاس، اللہ انکی مغفرت کرے۔

(ایک سورۂ فاتحہ ان کے لیے) اور دعا کریں کہ اللہ ایک اور مظہر پنجتنی کہیں سے پیدا کر دے تاکہ ذاکروں کے لیے آرام ہو جائے۔

یہ وہ مقامات ہیں جہاں سوا صلِّ علیٰ کہ ہم اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ یہ ہیں امت کے امام اور جو شرائط امامت کی قرآن نے پیش کی ہیں وہ اس گھرانے کے علاوہ دنیا میں کوئی پیش نہ کر سکا جو شرائط امامت کی قرآن نے پیش کی ہیں وہ اس گھرانے کے علاوہ دنیا میں کوئی پیش نہ کر سکا۔ بننے کو ہر فرقے کے امام بنے آغا خان بھی امام ہیں انکا بھی امامت کا سلسلہ ہے۔ ملاّ برہان الدین کی امامت کا بھی سلسلہ ہے اور پھر اس سے پہلے صدیوں پیچھے تو مصر و شام و ترکی و روس تک میں امام آتے رہے بنتے رہے اور مشہور ہوتے رہے لیکن وہ شرائط کہ جو قرآن نے امام کی پیش کی ہیں وہ اس گھرانے کے علاوہ کسی نے پیش نہیں کی ہیں رہ گئی یہ بات کہ امت نے مانا یا نہیں مانا امت نے ان کی قیادت کو منظور کیا یا نہیں کیا تو تقریر یہیں سے شروع ہوئی تھی کہ ساری پریشانی قیادت کی ہے، مسلمانوں کے قافلوں کا بھٹکنا یہ بتا رہا ہے کہ کسی موڑ پر مسلمان بھٹک گئے تھے اس لیے اب تک راہ نہ پا سکے، مسلمانوں نے کہیں اپنے رہبر کو چھوڑ دیا تھا۔

یہ بھٹکنا یہ بتا رہا ہے ورنہ ہادی غائب کیوں ہو جاتا، چلا کیوں جاتا، بات یہ تھی قدرت کے خزانے میں کوئی کمی نہیں تھی جو ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیا بھیج سکتا تھا وہ ایک لاکھ امام بھی بھیج سکتا تھا، لیکن اس کے آزمائے ہوئے یہ انسان تھے اس نے بعدِ نبیؐ طے کر دیا کہ کل بارہ۔ کل بارہ امام،

امام ثعلبی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:-

"يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ" (سورۂ بنی اسرائیل آیت ۷۱)

"قیامت کے دن ہر امت کو بلایا جائے گا امام کے ساتھ"

اس آیت کی تفسیر میں رسولؐ خدا نے فرمایا کہ جس طرح نقبائے بنی اسرائیل بارہ ہیں اسی طرح میرے بعد بھی بارہ نقیب ہوں گے۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، ترمذی، سنن نسائی، سنن ابنِ ماجہ۔ تقریباً صحاح ستہ کی ساری کتابوں میں یہ حدیث متفق ہے ہر فرقہ کی طرف سے کہ حضورؐ نے حیات میں فرمادیا کہ میرے بعد میرے بارہ جانشین ہوں گے اور راوی نے زیادہ تر ہر راوی نے یہ کہا کہ (ہمارے لیے یہی جملہ کافی ہے کہ) حضورؐ نے یہ کہا کہ ہمارے بعد بارہ امام ہوں گے اب بہتر فرقوں میں سے جہاں بارہ ہوں وہیں صراط مستقیم ہے۔

جہاں بھی بارہ ہوں، پھر ہر فرقے نے بارہ بنائے لیکن بارہ کا جو حشر ہوا وہ انوار المطالب میں آپ پڑھ سکتے ہیں کہ علامہ ذہبی اور ابنِ عساکر نے جو بارہ بنا کے پیش کیے اس میں چار خلفا ہیں بارہ اماموں میں، جو تفصیل ہے سارے فرقوں میں چار خلفا ہیں علیؑ تک اور اس کے بعد "بن ابوسفیان" پانچواں خلیفہ، چھٹا خلیفہ یزید بن معاویہ، ساتواں خلیفہ عبدالملک بن مروان، آٹھواں خلیفہ ولید اور پھر نواں خلیفہ سلیمان، دسواں یزید بن عبدالملک، تیرھواں ہشام اور بارھواں عمر بن عبدالعزیز ہے۔ امامت کی بارہ تعداد پوری ہوگئی تو دیکھیے جہاں امت خود سے بناتی ہے وہاں مشکل یہ ہو جاتی ہے کہ کس کو لیں کس کو ہٹائیں۔ آگے تک سلسلہ گیا عمر بن عبدالعزیز پر کیوں رک گیا خلفائے بنی عباس سارے آئے ان کو کیوں نہ لیا لیکن یہ قدرت کا نظام تھا کہ دیکھو ہم بارہ بنا رہے ہیں یہ منصب ایسا منصب ہے تم نہیں بناؤ گے ہم بنائیں گے اگر تم بناؤ گے تو عالم یہ ہوگا بقول اقبال کہ:

قوم کیا چیز ہے قوموں کی امامت کیا ہے

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

اس کو کیا سمجھیں یہ بیچارے دو رکعت کے امام

یا میر تقی میرؔ کا کہنا کہ:

مسجد میں امام آج ہوا آ کے کہاں سے
کل تک تو یہی میر خرابات نشیں تھا

تو خرابات نشین بھی امام بن گئے اور دو رکعت پڑھانے والے بھی امام بنا دیے گئے لیکن امام وہ امام جسے خدا بنائے۔ اور میر تقی میرؔ نے غزل میں کہا کہ:

وہ مقتدائے خلق جہاں اب نہیں ہوا

آپ نہیں بنا رہے ہیں آپ کے اجماع سے آپ کی ووٹنگ سے آپ کے الیکشن سے آپ کی پسند سے آپ کے چوراہے پر آپ کے چوپال پر نہیں بنایا گیا وہ:

وہ مقتدائے خلق جہاں اب نہیں ہوا
پہلے ہی تھا امام نفوس و عقول کا

مادیت کا نہیں جب نفسوں کو خلق کیا گیا جب عقلوں کو بنایا گیا تو اس سے پہلے امام بنا دیا گیا نفسوں پر اسے امام بنایا گیا عقلوں پر امام بنایا گیا:

وہ مقتدائے خلق جہاں اب نہیں ہوا
پہلے ہی تھا امام نفوس و عقول کا
ہے متحد نبیؐ و علیؑ وصی کی ذات
یاں قول مستند نہیں ہر بوالفضول کا

اور اکثر میں نے اپنی تقریروں میں اسے پڑھا ہے کہ غالبؔ نے کہا:

نظر بہ نقصِ گدایاں، کمال بے ادبی ہے
کہ خارِ خشک کو بھی دعوائے چمن نسبی ہے

امامِ ظاہر و باطن، امیر صورت و معنی
علیؑ ولی اسداللہ، جانشین نبیؐ ہے

''مشہور ماہر تعلیم خواجہ غلام السیدین مرحوم نے لکھا تھا۔ ''معلم دنیا کو تعلیم دیتا ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اُس کا گھرانہ کیسا ہے۔ کیا اس نے گھر والوں کو اخلاق کا نمونہ بنا دیا ہے''۔

یہ نظریہ یقیناً خالص اسلامی ہے۔ اِس لیے کہ حضور اکرمؐ کو جب تبلیغ کا حکم ملا، تو آپؐ نے سب سے پہلے تبلیغ کا سلسلہ اپنے گھر سے شروع کیا۔ اخلاق وعلم کے جو پیکر سب سے پہلے دنیا کے سامنے آئے وہ حضرت خدیجہؑ، حضرت علیؑ، اور جناب سیدہؑ کے کردار تھے پھر اسی ماحول میں دو کمسن بچے حسنؑ اور حسینؑ اسلامی تعلیمات کا نمونہ نظر آئے۔

اقبالؔ کے پیشِ نظر یہی بات تھی وہ مسلمانوں کو ایک پیغام دینا چاہتے تھے اور پیغام کو مؤثر بنانے کے لیے کچھ مثالی کردار مسلمانوں کے سامنے کرنا چاہتے تھے۔ اس لیے انہوں نے محمدؐ و آلِ محمدؐ کو اپنی شاعری کے لیے چن لیا۔ ان شخصیات کا انتخاب کوئی سیاسی اندازِ نظر نہیں بلکہ اقبالؔ کی محبت میں سرشار ہیں اور مسلمانوں کو بھی ان کی محبت کی دعوت دیتے ہیں۔

اقبالؔ نے ''امامت'' کا لفظ بہت وسیع معنی میں استعمال کیا ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح لفظ ''امامت'' اپنے اندر بیکراں وسعتوں کو سمیٹے ہوئے ہے۔ اقبالؔ نے ''امامت'' کو اس طرح پیش کیا ہے۔

قوم کیا چیز ہے، قوموں کی امامت کیا ہے
اس کو کیا سمجھیں یہ بیچارے دو رکعت کے امام

اسلامی نقطۂ نظر سے نیابت الٰہی اور استحقاق امامت کے لیے ''عدل'' بنیادی شرط

ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ''سورۂ بقر'' میں حضرت ابراہیم سے فرماتا ہے۔

''اے ابراہیمؑ! میں تمہیں بنی نوع انسان کا امام (پیشوا) بنانے والا ہوں''۔

ابراہیم نے عرض کی۔ ''اور میری اولاد میں سے؟''

ارشاد ہوا۔ ''میرا یہ وعدہ ظالموں کے لیے نہیں ہے''۔

اقبال نے ''امامت'' پر گفتگو کچھ ایسے بھرپور انداز میں کی ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ امامت کے مسئلے میں قرآن کا نقطۂ نظر ہر قدم پر ان کے پیشِ نظر تھا۔

تو نے پوچھی ہے امامت کی حقیقت مجھ سے — حق تجھے میری طرح صاحبِ اسرار کرے
ہے وہی تیرے زمانے کا امامِ برحق — جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے

حاضر و موجود سے دوری، شرک وکفر کے خلاف اعلانِ جہاد ہے اور شرک وکفر چونکہ صریحاً ظلم ہے لہٰذا خلافِ ظلم ہر عمل ''عدل'' ہے جو کہ اثباتِ توحید ہے اقبالؔ خود کہتے ہیں:-

یہ کافری تو نہیں، کافری سے کم بھی نہیں
کہ مردِ حق ہو گرفتارِ حاضر و موجود

اِس لیے اقبال حقیقت پر زور دیتے ہوئے کہتے ہیں:-

یہ مال و دولتِ دنیا یہ رشتہ و پیوند — بتانِ وہم و گماں لا اِلٰہ اِلاَّ اللہ
خرد ہوئی ہے زمان و مکاں کی زناری — نہ ہے زماں نہ مکاں لَا اِلٰہ اِلَّا اللہ

اور دوسری جگہ یوں کہا:-

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اُس میں ہے آفاق

اِسی حقیقت کو ایک اور مقام پر یوں بیان کرتے ہیں۔

بتوں سے تجھ کو اُمیدیں خدا سے نو میدی

مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

لہٰذا امامت اور رہنمائی اسی کے لیے سزاوار ہے جو نمائندۂ عدل ہو اور اس کی خصوصیات یہ ہوں۔

نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پُرسوز
یہی ہے رختِ سفر میر کارواں کے لیے

عدل کی حکمرانی کے لیے علم وشجاعت لازمی شرائط ہیں۔ ان دو شرائط کو عدل کی حکمرانی کے لیے شہادت کی حیثیت بھی حاصل ہے اور ممد ومعاون کی بھی۔ حضرت علیؑ نے کہا تھا۔ ''پوچھ لو مجھ سے جو پوچھنا چاہتے ہو قبل اس کے کہ تم مجھ کو نہ پاؤ۔ میں آسمانوں کے راستوں سے بہ نسبت زمین کے راستوں کے زیادہ واقف ہوں''۔

ارسطو کی حکمت ودانائی، افلاطون کی عقل ودانش اور سقراط کی فہم وفراست حضرت علیؑ کے ارشادات کے آگے تقویم پارینہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ پھر کیوں نہ اقبالؔ کو اس اعلان میں حق بجانب سمجھا جائے کہ:-

مرے لیے ہے فقط زورِ حیدری کافی
ترا نصیب فلاطوں کی تیزیٔ ادراک

ارشادِ الٰہی کے مطابق امام کے لیے عدل کا جوہر ضروری ہے۔ اور امام کو علم و شجاعت کی دولت بھی خدا ہی نے عطا کی ہے۔ اس لیے اقبالؔ امامِ اوّل حضرت علیؑ میں یہ تمام اوصاف پاتے ہیں:-

یہ ہے اقبالؔ فیض ذکر نام مرتضیٰؑ جس سے
نگاہِ فکر میں خلوت سرائے لامکاں تک ہے

عدل کی برتری کے اثبات کے لیے علم کی ضرورت ہے اور اگر ظلم پھر بھی سر اُٹھائے

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

تو زورِ شجاعت سے ظالم کے ظلم وغرور کو ختم کیا جانا چاہیئے۔

بدر واحد، خندق وخیبر وحنین کے میدان آج بھی زبانِ حال سے ''شجاعتِ حیدری'' کی داستان سنا رہے ہیں۔ اقبالؔ خدا کے حضور خدا کے شیر کو دلیلِ شجاعت بنا کر پیش کرتے ہوئے ''شکوہ'' میں یوں عرض کرتے ہیں:-

تو ہی کہہ دے کہ اُکھاڑا درِ خیبر کس نے　　شہر قیصر کا جو تھا اس کو کیا سر کس نے
توڑے مخلوقِ خداوند کے پیکر کس نے　　کاٹ کر رکھ دیئے کفار کے لشکر کس نے

خدا اور رسولؐ کی اطاعت کے بعد ''اولی الامر'' کی اطاعت واجب ہے اور ارشادِ خدا و رسولؐ کے مطابق ''اولی الامر'' حضرت علیؑ ہیں۔ یعنی نبوت کے بعد امامت کا سلسلہ شروع ہوا جو حضرت علیؑ سے شروع ہو کر امامِ زمانہؑ پر ختم ہوتا ہے۔ زمانہ چونکہ ''اولی الامر'' سے کبھی خالی نہیں رہ سکتا۔ اور امامِ زمانہؑ ہی ''اولی الامر'' ہے اس لیے اقبالؔ نے اس نکتے کو بھی واضح کر دیا کہ خراج کس کو دینا چاہیئے۔

فاش گویم باتو اے والا مقام　　باج را جز باد و کس دادن حرام
یا اولی الامرے کہ منکم شانِ اوست　　آیۂ حق حجت و برہان اوست

زمانے کا آخری امام (اولی الامر) حیات ہے اور زمانہ اس کا منتظر ہے۔ اقبالؔ کے کلام سے ظاہر ہے کہ وہ ایک منتظر کے منتظِر ہیں۔ جسے کبھی ''غائب'' کہتے ہیں کبھی ''حقیقتِ منتظر''، کبھی ''مہدیؑ برحق''، کبھی ''امامِ مطلق'' اور اسی ذات کو اقبال اپنی تمام امیدوں کا سہارا بتاتے ہیں۔

تھا جواب صاحب سینا کہ مسلم ہے اگر
چھوڑ کر ''غائب'' کو تو حاضر کا شیدائی نہ بن

کبھی اے حقیقتِ منتظر نظر آ لباسِ مجاز میں

کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبینِ نیاز میں

نکل کے صحرا سے جس نے روما کی سلطنت کو اُلٹ دیا تھا
سنا ہے یہ قدسیوں سے میں نے وہ شیر پھر ہوشیار ہوگا

دنیا کو ہے اس مہدیؑ برحق کی ضرورت
ہو جس کی جگہ زلزلۂ عالم افکار

اے وہ کہ تو مہدیؑ کے تخیل سے ہے بیزار　　نومید نہ کر آہوئے مشکیں سے ختن کو
ہو زندہ کفن پوش تو میت اُسے سمجھیں　　یا چاک کریں مردکِ ناداں کے کفن کو

اقبالؔ نے ''امامت'' کو جس طرح سمجھایا ہے وہ مسئلہ ضخیم کتابوں سے بھی حل نہ ہو سکا۔ آج جب ہم اقبالؔ کا ''جشن صد سالہ'' منا رہے ہیں تو اقبالؔ کے اِس پیغام کو پوری دنیا کے مسلمانوں کو سنانا ضروری ہے کہ جس نے امام کو پہچان لیا اور پہچان کر اس کی اطاعت کی، وہی کامل ہے۔ جس نے امام کو نہیں پہچانا وہ ناقص ہے۔

کسے کہ دید عالم را امام است　　من و تو نا تمامیم او تمام است
اگر او را نیابی در طلب خیز　　اگر یابی بدامانش در آویز

فقیہ و شیخ و مُلّا راندہ دست
مردِ مانند ماہی غافل از شست

''اگر تو اب تک ''امام'' کو نہیں پا سکا، اسے نہیں پہچان سکا تو اس کی تلاش میں نکل اور اگر اسے پالے تو اس کے دامن سے لپٹ جا۔ فقیہ و شیخ و ملّا کو اپنا ہاتھ نہ دے۔ مچھلی کی طرح شست سے غافل ہو کر نہ چل''۔

اقبال نے امام کی معارفت حاصل کرنے کے لیے امامت کو سمجھنے کے لیے اپنے

آپ کو دامنِ علیؑ سے وابستہ کر لیا تھا۔ اقبال نے علیؑ کے در سے فیض پا کر بصد افتخار ''بندۂ شاہِ لافتیٰ'' ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

فیض اقبال ہے اسی در کا
بندۂ شاہِ لافتیٰ ہوں میں

اقبالؔ کے اُس دعویٰ کو سُن کر اُن کے مداحوں اور نکتہ چینوں کو تشویش ہوئی، مکتوبی و صحافتی سلسلوں نے اقبالؔ کو گنہگار ٹھہرایا اور جب استفسار کرنے پر اقبال کا مذہب زیر بحث آیا تو ان سے رہا نہ گیا اور پکار اُٹھے۔

پوچھتے کیا ہو مذہبِ اقبالؔ
یہ گنہگار بوترابی ہے

بہر حال گفتگو امامت کی ہے، آیت نے آواز دی:-

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا وَالْقَمَرِ إِذَا تَلَاهَا (سورۂ الشمس آیت ۲)

حدیث نے آواز دی کہ میرے بعد میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں جسکے پیچھے چاہنا چلے جانا۔ سب جانشین ہیں آیت نے پکارا سورج کا جانشین چاند ہوتا ہے ستارے نہیں ہوتے، ستارے جانشین نہیں ہوتے۔

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا (سورۂ الشمس آیت ۱) قسم ہے آفتاب کی اور اس کی روشنی کی قسم ہے مجھ کو قمر کی کہ وہ پورا ہوا اور طلوع ہوا اور سورج کے پیچھے پیچھے آئے آفتاب کے پیچھے پیچھے آئے اس کے نقش قدم پر چلتا ہوا آئے مجھے آفتاب کی بھی قسم مجھے ماہتاب کی بھی قسم۔

مفسّرین نے لکھا کہ آفتاب سے مراد نورِ رسالت ہے اور ماہتاب سے مراد نورِ علیؑ ہے۔ تشبیہ دے کر پروردگار نے بتایا اور اس کے بعد ستاروں کا ذکر نہ کر کے قدرت نے

یہ بتایا کہ ہم نے پورے قرآن میں ستاروں کی قسم نہیں کھائی اگر ستاروں کی قسم کھا لیتے تو یہ تمہاری جھوٹی حدیث مستند بن جاتی غور کیا آپ نے:-

''وَالنَّجْمِ إِذَا هَوٰى'' (سورۂ النجم آیت ۱)

غور کیا آپ نے کیا قسم کھائی مجھ کو ستارے کے اترنے کی قسم۔ وہاں آفتاب کی قسم چاند کی قسم اگر ایک بار بھی ستارے کی قسم کھا لیتا تو نہ جانے کتنے ستارے جگمگا کر آتے کہ ہم جانشین ہیں آفتاب کے، آفتاب کی قسم اور ماہتاب کی قسم لیکن ستاروں کی قسم نہیں ستارے کے اُترنے کی قسم، عظمت پہ نظر رہے جدھر ستارہ جا رہا ہے اس گھر پہ نظر رہے۔ جس گھر کا ستارہ طواف کر رہا ہے اس پر نظر رہے اور وہی گھرانا ہے جو کسوٹی بن کر بتائے گا کہ امت کیا اور امت کا تجزیہ کیا ہے اور قدرت نے اک بار گھرانے کی طرف اشارہ کیا اور کہا یہ قرآن ہے وہ گھرانہ ہے قرآن کا، پہلا سورہ خود بتائے گا کہ گھرانہ کدھر ہے پورا قرآن پڑھنے کی ضرورت نہیں ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ...... اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ'' مجھ کو صراطِ مستقیم دکھا دے یا مجھ کو صراطِ مستقیم پر قائم رکھ اے رحمان و رحیم مجھ کو قائم رکھ یا مجھ کو سیدھا راستہ دکھا بس ختم ہو گئی تقریر

ان کا راستہ جن پر تو نے اپنی نعمات کو تمام کیا اتارا مستحق بنایا ان کا راستہ نہیں جو ضَآلِّیْن ہیں اور مغضوبین ہیں پروردگار چاہتا تو ایک ہی لفظ رکھتا وہاں ایک راہ بتائی ان کا راستہ جن پر اپنی رحمتوں کو اُتارا لیکن اُدھر کا راستہ جو بتایا تو وہ دو شاخہ بتایا ضَآلِّیْن اور مغضوب۔ ضَآلِّیْن وہ ہیں کہ جو گمراہ ہو گئے یعنی یہودی، نصرانی، اہلِ ہنود اور زرتشت، مشرک اور کفار ضَآلِّیْن ہیں۔ ان کا راستہ نہیں اور ان کا بھی راستہ نہیں جن پر تو نے اپنے غضب کو نازل کیا دو راستے بتا دیے کہا ایسا نہ ہو یہودی اور

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

عیسائیوں کے راستے سے بھٹک کر کسی اور راہ پر نکل جانا اور سمجھنا کہ یہ ہے صراط مستقیم نہیں ایک اور راستہ نظر آ رہا ہے وہ ہے ان کا راستہ جن پر میں نے اپنے غضب کو نازل کیا ہے۔ ادھر نہ چلے جانا نہ ادھر جانا نہ ادھر جانا تو پروردگار کیسے پہچانیں کہ وہ کون لوگ ہیں جن پر تو نے اپنے غضب کو نازل کیا۔ اور خدا کی قسم جو استدلال دینے جا رہا ہوں اس سے پہلے بھی ماہ رمضان میں سورہ الحمد کی تفسیر کرتے ہوئے یہی استدلال دیا تھا اور اس سے بہتر استدلال اس آیت کے لیے ہو ہی نہیں سکتا ناممکن ہے۔

جن پر تو نے اپنے غضب کو نازل کیا ان کا راستہ نہیں چاہیے، ان کا راستہ جن پر تو نے اپنی نعمتوں کو اتارا تو وہ پہچاننا بہت آسان ہے "اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی"۔ جہاں نعمتوں کا اتمام ہو گیا تمام ہو گئیں نعمتیں بس ان کا راستہ تو اس آج کو تلاش کرو "الیوم اکملت لکم" آج ہم نے دین کو کامل کیا تو تاریخ میں جہاں وہ آج ہے۔ وہاں نعمتیں تمام ہوئیں۔ بس ان کا راستہ جن پر نعمتیں تمام ہوئیں بس ان کا راستہ۔ وہ راستہ تو مل گیا پروردگار ضالّین بھی سمجھ میں آ گئے۔ یہ کون ہیں جن پر تو نے اپنے غضب کو نازل کیا تو ایک بار فاطمہؑ زہرا کے گھر نے بتایا کہ وہ ستارہ اُتر رہا ہے طواف کر رہا ہے اب دروازے پر نظر رہے جہاں ستارہ اُترا، جبریل اُترا، قرآن اُترا اُسی دروازے کو جلایا گیا، جلتا ہوا دروازہ بتائے گا کہ کون ہیں جن پر غضب نازل ہوا تو ان سے بچے رہنا متفق علیہ حدیث یہ ہے ہر محدث نے لکھا کہ رسولؐ نے فرمایا:

"جس نے میری "بیٹی" کو غضبناک کیا اس نے مجھ کو غضبناک کیا جس نے مجھ کو غضبناک کیا اس نے خدا کو غضبناک کیا جس نے خدا کو غضبناک کیا وہ جہنم میں گیا" وفات رسولؐ کے بعد رسولؐ کی بیٹی نے آواز دی اے قحافہ کے بیٹے اور اے

خطّاب کے بیٹے تم دونوں نے مجھ کو غضبناک کیا"

جس سے حضرتِ سیدہؑ غضبناک ہو گئیں ان کا راستہ نہیں، اب پہچان لو کہ کون ہے جس پر خدا غضبناک ہے دروازے نے بتایا کہ روشنی خانہ زہراؑ سے ذہن انسان تک پہنچ کر فکروں کو منوّر کرے دلوں کو منوّر کرے وہ جو رزق عطا کرے وہ ایک کرن خانہ زہراؑ کے آفتاب کی جو ذہنوں میں جا کر اس طرح روشنی کو منعکس کرے کہ انسان کی فکر منزل ارتقاء پر پہنچ جائے وہ بھٹکا ہوا گمراہ حرؑ تھا صرف اک روشنی جو خانۂ زہراؑ سے آئی تھی اور اس جملے کی وجہ سے آئی تھی کہ حسینؑ نے کہا تھا کیا چاہتا ہے تری ماں ترے ماتم میں بیٹھے اس نے جواب میں یہ کہا تھا کہ آپ کی "مادر گرامی" تو بس یہ لفظ جس زبان پر آیا کہ "اگر نام لوں تو زبان جل جائے" تو خانہ زہراؑ کے آفتاب کی فکری روشنی کی وہ ہلکی سی کرن تھی جو حرؑ کے دل و دماغ کو منوّر کر رہی تھی کہ تجھ کو ادھر آنا ہے مغضوبین کے راستے پر نہیں جانا ہے تجھ کو۔ تجھ کو ادھر آنا ہے جدھر نعمتیں کامل ہو رہی ہیں اور اس راستے پر چلنا ہے تو وہ آ گیا اور اب قیامت تک خانۂ زہراؑ کی وہ ہلکی سی کرن جو ہے جہاں جہاں وہ جائے گی ذہنوں میں اک اور آفتاب بناتی جائے گی اور ان آفتابوں سے نامعلوم کتنے آفتاب بنتے رہیں گے۔ اور مفہوم امام واُمت سمجھ میں آتا رہے گا۔ مرکز زہراؑ ہیں، مرکز زہراؑ ہیں اور تطہیر میں مرکز بنا کر مباہلے میں مرکز بنا کر قدرت نے بتا دیا کہ دیکھو وہ گھر میں مرکز بنا کر اعلان کر دیا یہ باہر آ کر مرکز بنا کر اعلان کر دیا تاکہ پوری دنیا کو معلوم ہو جائے کہ امامت و رسالت کی مرکز زہراؑ ہیں اور بس عجیب و غریب جملہ ہے اور اکثر کہا ہے میں نے کہ اتنی شرائط امامت آپ نے سن لیں اور عجیب و غریب شرط یہ ہے کہ:

معصومؑ نے فرمایا کہ جسے معرفت زہراؑ نہ ہو وہ امام نہیں ہو سکتا۔

امامت اسے مل ہی نہیں سکتی جس کو فاطمہ زہراؑ کی معرفت نہ ہو، اتنا بڑا منصب بغیر

معرفت زہراؑ امام نہ پائے پھر مسلمان کیا ہے پھر مسلمان کی حیثیت کیا ہے کہ وہ کلمہ پڑھ کر اپنے آپ کو مسلمان کہلوا سکے اگر فاطمہ زہراؑ کی معرفت نہیں تو وہ مسلمان نہیں اگر وہ دعویٰ کرے کہ ہم صاحبِ ایمان ہیں اور زہراؑ کی معرفت نہیں تو وہ مومن نہیں لاکھ تقویٰ ہو اس کے پاس اور جتنا بھی متقی ہو وہ اس تقویٰ کا ڈھنڈورا پیٹے اگر اس کے پاس معرفتِ زہراؑ نہیں تو وہ صاحبِ تقویٰ نہیں آپ پوری دنیا کے مسلمانوں کا تجزیہ اس طرح کیا کریں کہ کہاں کہاں کس کس کے پاس معرفت زہراؑ ہے اور اسی لیے قدرت نے یہ انتظام کیا کہ اگر ایک امام کے بعد دوسرا امام آئے گا تو ہم پردے میں زہراؑ کا بھی نائب رکھیں گے زہراؑ دنیا سے جائیں گی تو ہم زینبؑ جیسی بیٹی علیؑ و فاطمہؑ کی نور نظر لا کر اس گھر کو منوّر کر دیں گے اور حسینؑ جیسا امام یہ کہے گا کہ "اے زینبؑ ماں کے بعد ہم نے تمہیں زہراؑ کی جگہ جانا ہے"۔ تو حسینؑ کی زبان سے ثانی زہراؑ کا لقب لے لیا تو جو امامؑ کی نظر میں ثانیٔ زہراؑ ہو اس کا مرتبہ کیا ہو گا بس اکثر کہتا ہوں اور کہتا رہوں گا کہ بات ساری معرفت کی ہے اگر معرفت ہے اگر گہرائیوں میں ڈوب کر ذکر کر رہے ہو تو قسم کھا کر اسی منبر کی کہتا ہوں کہ کبھی بھی لغزش نہیں ہو سکتی۔ شہزادیؑ کی شان میں کوئی ایسا جملہ جسے سبقت لسانی کہتے ہیں کہ الفاظ پھسل کر آ جائیں اور بعد میں ذاکر معذرت کر لے کہ ہم نے غلطی سے یہ الفاظ کہہ دیے تھے۔ یہ مقام وہ ہے کہ یہاں سبقت لسانی خود تھرا کر رہ جاتی ہے۔ غلط الفاظ آتے آتے راستہ بدل دیتا ہے یہ مقام وہ ہے کہ جب ذکر شروع ہو گیا تو زبان کا تھرانا کیسا اور لفظوں کی لغزش کھانا کیسا۔ اس لیے کہ وہ عظیم ذکر ہے کہ منہ سے بھی نہیں نکل سکتا کہ کسی شقی کی کیا مجال کہ وہ زینبؑ کے قریب آ سکتا۔

طمانچہ قریب کا عمل ہے جب تک قریب نہ آئے کیا طمانچہ مار سکتا ہے؟ دور سے یہ عمل نہیں ہو سکتا۔ تو میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ قریب آنا ہی ممکن نہیں ہے اسی لیے تازیانہ

ایجاد کیا گیا تھا کہ ڈھائی گز کا تازیانہ دور سے......

اس وقار کو دیکھ کر شمر و عمر بن سعد تھرا جاتے تھے سمجھئے معرفت زینبؑ سمجھئے غور کریں۔ کچھ فکر کریں، عقل سے کام لیں۔ سمجھیں

شاہزادیؑ کا وقار بتاؤں اکثر بتایا ہے اور کہتا رہا ہوں کہ اس پر بہت غور کرنے کی ضرورت ہے کہ شاہزادیؑ کا وقار کیا تھا۔ صرف وقار بتا رہا ہوں اور اب اسی پر تقریر ختم کروں گا اس لیے کہ اب یہ زمانہ نہیں کہ آپ کو رُلا رُلا کر بیہوش کر دوں۔ ہم چاہتے ہیں آپ باہوش ہو کر سنیں باہوش ہو جائیں۔ بیہوش ہو کر سنا آپ نے تو کیا سنا اور کیا لے گئے آپ۔ معرفت تو حاصل نہ ہوئی اب معرفت حاصل کیجئے چاہے آپ کو رونا آئے یا نہ آئے۔ رونا، گریہ کرنا، ماتم کرنا واجب ہے لیکن معرفت کے ساتھ، میں یہ کہتا ہوں کہ یہ نام ہی ایسا ہے کہ بس کہا "زینبؑ" تو کچھ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے چونکہ اب زمانہ ایسا ہے کہ آپ کو عادی کیا جا رہا ہے کہ جب تک یہ نہ ہو بلکیں گے نہیں لیکن میں اس کا عادی نہیں بنانا چاہ رہا۔

میں تو معرفت کا عادی بنانا چاہ رہا ہوں ایک شخص آیا نجف میں قدم رکھا اور جوتے اُتار کر ضریح امیر المومنین کے قریب گیا اور جا کر ضریح کی جالیوں میں انگلیوں کو ڈال کر کہا "اے علیؑ" (یہ عرب کے بدو ہیں عراق کے صحرائی) کتنی بار تم سے دعا مانگی دعا قبول نہیں ہوتی اب تو اپنی بیٹی زینبؑ کی قسم میری دعا سن لو۔

رات کو ایک خدّام کے خواب میں علیؑ جلال کے عالم میں سامنے کھڑے تھے اور کہا کہ "آج تو تُو نے ہمت کی ہے کہ میری ضریح کے قریب کھڑے ہو کر میری مظلوم بیٹی کا نام لیا ہے اب کبھی نام نہ لینا میری قبر کے قریب میری بیٹی کا واسطہ نہ دینا"

یہ ہے جلال آپ کی شاہزادیؑ کا۔ آپ کا مولائے کائنات جو کہہ رہا ہے۔ اس کی

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

نظر سے زینبؑ کو دیکھیں۔ یہ ہے آپ کی شاہزادیؑ کا وقار اور یہ ہے مرتبہ۔ اور بس اسی موضوع پر تقریر کو ختم کرتے ہوئے کہ کیا ہے وقار کیا ہے دبدبہ کیا ہے رعب و حشم زینبؑ کا دنیا جانے، پہچانے، معرفت حاصل کرے، مطالعہ کرے، بزرگوں سے پوچھے نہیں سمجھ میں آتا تو تصحیح کروائے لکھ کر یاد کر کے پڑھا کرے یہ مرحلے ایسے ہیں کہ ان منزلوں پر بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔

خیمے جل رہے تھے، شعلے اُٹھ رہے تھے، شاہزادی زینبؑ صرف یہ دیکھ رہی تھیں کہ اس وقت میرا سب سے بڑا منصب یہ ہے کہ امامت کو بچالوں "محافظ امامت" جو میرا موضوع ہے اس کی محافظ ہے شاہزادی زینبؑ۔

اور اک بار اٹھتے ہوئے شعلوں کو دیکھ رہی ہیں بھتیجے کو بچانے جا رہی تھیں کہ کانوں میں آواز آئی "شاہزادی" نے مڑ کر دیکھا۔ کہا "کون ہے"، کہا "میں مَلکِ محمود ہوں اور پروردگار کی طرف سے ہواؤں پر مامور ہوں بعد تحفہ درود و سلام کے مالکِ ارض و سما نے آپ سے یہ کہا ہے کہ اگر حسینؑ کی بہن کہے تو ہواؤں کو طوفان بنا کر لے جاؤ اور لشکرِ یزید کو طوفانوں میں غرق کر دو، خیموں کی آگ کو بجھا دو" میں خدمت میں حاضر ہوں۔

صرف اتنا کہا کہ "مرے معبود کی خدمت میں رسولؐ کی نواسی کا سلام عرض کر و اور میرے معبود سے کہہ دو کہ مرا بھائی بھی منزل تسلیم و رضا پہ ثابت قدم تھا بہن بھی یہ چاہتی ہے کہ معبود جس طرح بھائی کے امتحان کو تو نے قبول کر لیا اسی طرح بہن کے امتحان کو بھی قبول کر لے تو امتحان لیتا جا زینبؑ امتحان دیتی جائے گی"۔

اب وقار دیکھا۔ یہ ہے شاہزادیؑ کا وقار جس کے اختیار میں ارض و سما کی باگ ڈور دے دی گئی ہو۔ دس دن تک یہ ذکر آئے گا شاہزادیؑ کا تو میں آپ کو بتاؤں گا کہ عالم کیا ہے۔ کوفے کے بازار میں اژدھام ہے چھتوں پر لوگ کھڑے ہوئے ہیں شاہراہوں

پر لوگ کھڑے ہوے ہیں چلنے کی جگہ نہیں لوگ گھوڑوں پہ سوار ہیں ناقوں پر سوار ہیں ان ناقوں کے گلوں میں گھنٹیاں باندھی گئیں ہیں گھنٹیوں کی آوازیں آ رہی ہیں۔ باجے بج رہے ہیں، گھنٹیاں بج رہی ہیں، اور ایسے میں حسینؑ کا سر آیا پھر علی اکبرؑ و قاسمؑ و عونؑ و محمدؑ کے سر آئے پھر ایک ناقہ نمودار ہوا۔ جس پر لکڑی کا کجاوہ جس پر پردے نہیں اور شاہزادیؑ مُنھ کو بالوں سے چھپائے ہوئے۔ بڑے بڑے مورّخین اس کو لکھتے ہیں اور عجیب انداز سے لکھتے ہیں کہ مجمع کا یہ عالم تھا کہ لوگ پسے جا رہے ہیں ہر ایک چاہتا ہے کہ ہم آگے بڑھ کر قریب سے تماشا دیکھیں۔ ایسے میں شاہزادیؑ نے اس کجاوہ سے آواز دی۔

"اے عمر سعد ذرا ان کو خاموش کروا دے علیؑ کی بیٹی ان سے کچھ کہنا چاہتی ہے"۔

عمر سعد نے پلٹ کر کہا "ناممکن ہے کہ ہم اژدھام اور اس شور کو روک سکیں"۔ کہا "اچھا اگر تو نہیں روک سکتا تو لے دیکھ" علیؑ کی بیٹی کا وقار۔

ہر مورخ نے لکھا ہے کہ ایک بار اونٹ کی پشت پر گھٹنوں کے بل کھڑی ہوئیں اور کجاوے کی لکڑی کو پکڑ کر سر کو جھٹک کر بالوں سے اپنے چہرہ کو بند کیا اور اس کے بعد کلمہ کی انگلی اٹھا کر اب جو اشارہ کیا مورخ لکھتا ہے کہ:

"اونٹوں کی بجتی ہوئی گھنٹیاں رک گئیں عالم یہ تھا کہ وہ ناقے جو قدم اٹھا رہے تھے کے قدم زمین میں پیوست ہو گئے اور ناقے گردن نہیں ہلا رہے تھے شور رک گیا سناٹا چھا گیا۔

اور ایسے میں عبداللہ ابنِ عفیف کہتے ہیں کہ "میرے کان میں ایک آواز آئی تو میں نے گھبرا کر کہا، میرے بھائی کیا روزِ حشر آ گیا"۔ تو ساتھیوں نے کہا "کیسا روزِ حشر کیسے سمجھے کہ روزِ حشر آ گیا، کہا مرا مولاؑ جب دنیا سے اکیس رمضان کو جا رہا تھا تو اس

نے کہا تھا اے عبداللہ اب میری آواز صبح قیامت یعنی محشر کے میدان میں سنو گے ارے وہ آواز میں اس وقت سُن رہا ہوں تو کہا "کیا علیؑ بول رہے ہیں"، کہا "نہیں عبداللہ، علیؑ کی بیٹی زینبؑ ناقے پر علیؑ کے انداز میں" خطبہ سنا رہی ہے۔

مجلسِ دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"ساری تعریف اللہ کے لیے درود اور سلام محمدؐ اور آل محمدؐ پر"

عشرہ چہلم کی دوسری تقریر آپ حضرات سماعت فرما رہے ہیں۔ عنوان "امام اور امت" ہے۔ کل پہلی تقریر میں مَیں نے اپنے عنوان کی وضاحت کر دی تھی موضوع کا مطلب ہوتا بھی یہی ہے کہ گفتگو سلسلہ وار ہے اور بعض موضوع ایسے ہوتے ہیں کہ جو اپنے تسلسل کو خود واضح کر دیتے ہیں یہ عنوان بھی ایسا ہی ہے کہ جسے لفظاً "لفظاً" غور سے سنا جائے تسلسل کے ساتھ کل کافی وضاحتیں اس سلسلہ میں تھیں، امام، شرائط امام، عظمت امام، مقصدِ امام

آج ہم اپنی گفتگو کا آغاز کر رہے ہیں کہ کلام پاک میں مالک کائنات نے جو امامت کا تصور پیش کیا جس کی اہم ترین آیات میں نے کل پڑھیں تھیں جو جناب ابراہمؑ کے لیے ہیں۔ جس میں کائنات کی پہلی امامت کا ذکر ہوا۔ اب یہ جملہ جو کہنے جا رہا ہوں آپ کو پسند آئے گا اور یاد رکھنے کے قابل ہے۔ ذہن نشین رہے کہ جب میں نے قرآن میں یہ تلاش کیا کہ لفظ "امام" مالک کائنات کی ان آیات میں کتنی بار آیا ہے جب میں نے تعداد گنی تو کل بارہ مرتبہ لفظ امام آیا ہے۔

اس کو میں کیا کہوں وہ لوگ جو دلیلیں مانگتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ بات کو نہ

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

سمجھیں اور نہ سمجھنے دیں وہ اگر ان چیزوں پر بھی غور کرتے رہیں تو اندازہ ہوگا کہ صراط مستقیم کٹھن نہیں ہے، مشکل نہیں ہے، سیدھی سی بات سامنے کی بات ہے تیرا (۱۳) بار بھی آسکتا تھا اور بیس پچیس بار بھی آسکتا تھا لیکن کلام پاک میں مالک کائنات نے یہ تعداد مقرر کر کے یہ بتادیا کہ قیامت تک جس امامت کو جانا ہے اس کا سلسلہ بارہ پر ہی تمام ہوگا اب اسے چاہے آپ اس طرح سمجھیں یا میں کسی اور طرح سے سمجھادوں کہ حدیث نبیؐ اور حدیث معصوم بے شمار اس موضوع پر ہیں اور کسی نے اس سے انکار نہیں کیا کہ ہر نبیؑ کے جانشین ہمیشہ بارہ ہی ہوئے کسی نبی کے جانشین تیرہ، چودہ، پندرہ یا بیس، پچیس نہیں ہوئے۔ جناب موسیٰ کے جانشین بھی بارہ ہی گزرے ہیں جناب عیسیٰؑ کے جانشین بھی بارہ ہی گزرے ہیں تو یہ سنت الٰہی ہے بارہ پر امامت کا رک جانا اور کل میں نے کہا تھا کہ جہاں بارہ امام نظر آجائیں پھر وہاں کسی بحث کی ضرورت نہیں ہے اور امامت کو سب مانتے ہیں ہر ایک مانتا ہے لیکن وہی بات کہ لفظ کو سطح سے گرا کر اتنا پست کر دینا کہ حقیقت کیا ہے وہ نظر نہ آئے یہ کس نے کہا، یہ امت نے کہا۔

جس امت کی بھلائی کے لیے امام آرہے تھے اسی امت نے یہ کہا کہ ہم اتنے بنادیں اتنے بنادیں گے کہ اس ہجوم میں تم اصل کو پہچان نہ سکو یہ امت نے کیا تو اب وہ امت جس کی بھلائی امام چاہتا ہے جس کی بھلائی نبیؐ چاہتا ہے جس کی بھلائی خدا چاہتا ہے وہ امت یہ کیوں چاہتی ہے کہ حقیقی امام پہچانا نہ جائے غور کیجیے گا بڑی اہم گفتگو کا آغاز ہوگیا ہے۔

کیوں چاہتی تھی امت کہ ہم مرکز سے امامت کو ہٹادیں، پہچان کو ہٹادیں، کیوں کوشش کی امت نے، کتنے امام بن گئے۔ یہ کوشش امت کی صرف اس لیے تھی کہ جب انہوں نے یہ دیکھا کہ اسلام اور قرآن کی مرضی پر ہم کو چلنا پڑے گا ہم اپنی مرضی اس

میں شامل نہیں کر سکتے تو وہ باغی ہو گئے۔ انسان کی فطرت میں بغاوت ہے وہ پابندیاں پسند نہیں کرتا۔ دین کو جب قبول کیا تھا تو دین سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ دین کو شاہی سمجھ رہے تھے، دولت سمجھ رہے تھے، حکومت سمجھ رہے تھے۔ لیکن دل میں نفاق تھا اس لئے یہ سمجھے کہ پھنس گئے اب پتہ چلا کہاں آگئے واپسی بھی ناممکن ہے۔ اب آتو گئے آنا اس لیے پڑا کہ مکّے میں جب اعلان نبوّت ہوا تو کسی رئیس اور امیر نے اسلام قبول نہیں کیا دولت مند نے اسلام قبول نہیں کیا۔ بڑے بڑے رئیس دور بھاگ رہے تھے، اسلام کے خلاف سازشیں کر رہے تھے اس کے خلاف کام کر رہے تھے۔ نچلی سطح کے لوگوں نے دوڑ کر اسلام قبول کر لیا تعداد بڑھ گئی اسلام مضبوط ہو گیا۔ اس کی کیا وجہ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے غور کیا ہوگا کہ جب عیسائیت آئی ہندوستان میں اور تبلیغ ہونے لگی تو رؤسا نے عیسائیت قبول نہیں کی۔ بلکہ نچلی سطح کے لوگوں نے عیسائیت کو قبول کیا یہ آپ نے سنا ہوگا ہندوستان میں گاؤں کے گاؤں ہریجنوں کے مسلمان ہو جاتے ہیں کبھی آپ نے نہیں سنا ہوگا کہ برہمنوں یا سرداروں کا گاؤں مسلمان ہو گیا ہو۔ جب بھی آپ نے سنا بارہ ہزار ہریجن فلاں گاؤں کے مسلمان ہو گئے۔ کیوں ہے ایسا؟ جس مذہب میں ہیں وہاں یہ پابندی ہے کہ ہریجن (شودر) مندر میں نہیں جا سکتا لیکن کلمہ پڑھ کر مسجد میں جا سکتا ہے۔ جو عزت یہاں مل رہی ہے، وہاں نہیں ملتی۔ اس لیے نچلی سطح والا پہلے ایسے مذہب کو قبول کرتا ہے۔ وہ عزت کا بھوکا ہوتا ہے۔ مکّے کے سارے نائی اور دھوبی عزت کے پیاسے تھے اسلام قبول کر کے نبیؐ کے پہلو میں بیٹھ کر سرداروں کے مقابل عزت دار بن گئے۔ غور کریں اس پر نچلی سطح کے مکّے والے فوراً کیوں اسلام قبول کر رہے تھے اس لیے کہ کل تک ابوجہل کی سواری کے قریب نہیں گزر سکتے تھے آج نبیؐ کے ساتھ خانۂ کعبہ میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ سردار کے ساتھ کھڑے ہیں

اب ابوجہل کی کیا مجال ہے کہ ہٹا سکے دیکھو ہمارے پاس دولت نہیں مگر ہم کہاں کھڑے ہیں۔ عبدالمطلبؑ سردار عرب کے پوتے کے ساتھ کھڑے ہیں۔ بس یہی فخر ان کے لیے کافی تھا تو وہ یہی فخر چاہتے تھے۔ دین سمجھ میں نہیں آیا تھا اور اس دن بات کھل گئی جو نچلی سطح والوں نے سمجھا وہی اعلیٰ سطح والوں نے بھی سمجھا کہ پہاڑی پر جب عباس بن عبدالمطلبؑ فتح مکہ کے روز ابوسفیان کو لے کر گئے اور جب چودہ ہزار کے لشکر کے پرچموں کے سائے میں نبیؐ کا آنا چمچماتی ہوئی برہنہ تلواریں اور وہ نیزوں کی چمکتی ہوئی انیاں وہ تیز دوڑتے ہوئے گھوڑے اور وہ مکّے کی زمین کا دھمکنا اور وہ گرد وغبار کا اڑنا اور سرداروں کا اپنے خودوں پر شتر مرغ کے پروں کو لگائے ہوئے آنا تو گھبرا گیا ابوسفیان اور کہا اتنا بڑا لشکر! ابوطالبؑ کے بھتیجے کا۔ اے عباس تمہارے بھتیجے نے تو اپنی شاہی بہت بڑھالی تو پلٹ کر کہا ابوسفیان یہ شاہی نہیں ہے یہ نبوّت ہے۔ فکر دیکھی آپ نے۔ یہ شاہی نہیں نبوت ہے۔ تو مکہ والے اب تک نبوت کو شاہی سمجھ رہے تھے تو فکر بدل نہیں گئی تھی وہ آئے تھے حکومت سمجھ کر، ابوسفیان نے ساری زندگی یہی سمجھا کہ یہ حکومت ہے یہی وجہ ہے جب حکومت قبضہ میں آگئی بنی امیہ کے اور بوڑھا ہو چکا تھا ابوسفیان تو گھوڑے پر سوار ہو کر احد کے میدان سے گزرا تو جناب حمزہؓ کی قبر کو ٹھوکر مار کر کہا تھا کہ تم اس حکومت کے لیے لڑ رہے تھے آج دیکھو بنی امیہ کے بچوں نے گیند بنالیا ہے تمہاری اس شاہی کو جسے تم نبوت کہتے تھے۔ تاریخ میں واقعہ درج ہے۔ تو اب تک جو نشہ تھا اسلام سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ دین کو سمجھا نہیں تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جب امامت سامنے آئی تو جیسے نبوت کی منزل پر نبوت کی جانشینی کو ملوکیت کی طرف لے گئے۔ اسی طرح امامت کے رخ کو موڑ کر کبھی تصوف کی طرف لے گئے، کبھی فقہ کی طرف لے گئے، کبھی فقہ کے امام بنائے، کبھی تصوف کے امام بنائے تاکہ ان کے

پردوں میں اصل امام چھپ جائے یہ امت کی کوششیں تھیں کہ اصل امام نظر نہ آئے۔ لیکن آفتاب اگر بادلوں کے پیچھے چھپ جائے تو اپنی روشنی کو ضائع نہیں کر دیتا۔ یعنی بادل کے پیچھے بھی اپنے وجود کو منوالیتا ہے۔ اتنے بادل آفتاب امامت پہ چھاتے چلے گئے لیکن آفتاب امامت کی روشنیوں کو کوئی روک نہ سکا۔ امت کی کوششیں اور ایسی کوششیں کہ ہر گلی ہر کوچہ میں امام بنادو اُس کے پاس علم ہو یا نہ ہو۔ اور بعض اماموں کا تو یہ حشر ہوا کہ بچوں نے بھی بات کر کے بتادیا کہ کیسے امام اور کیسی امامت۔

بارش تھی کیچڑ تھا امام ابوحنیفہ چلے جا رہے تھے مشہور ترین امام، بچہ بھی آگے چلا جا رہا تھا ابوحنیفہ نے کہا بیٹے سنبھل کر چلنا پھسل نہ جانا کہیں۔ بچے نے جواب دیا اگر میں پھسل بھی گیا تو کیا۔ آپ نہ پھسل جایئے گا ورنہ آپ کی پوری قوم پھسل جائے گی۔ اگر آپ پھسل گئے تو پوری قوم گئی۔ بچہ نے جواب دیا۔ چار میں کے پہلے امام۔ اشارے سمجھتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جایئے اور ذہنوں میں ان باتوں کو محفوظ کرتے چلے جایئے۔

امت کی یہ کوششیں کہ امام کی پہچان ختم کر دیں امام امت کی بھلائی چاہتا ہے۔ اس لیے کہ اس کو حکم رسولؐ، حکم قرآن یہ ہے کہ وہ ان کے لیے بھلائی کرے لیکن امت کی کوشش یہ ہے کہ کون سا ایسا حربہ استعمال کریں کہ قتل کر دیں نام و نشان مٹادیں۔ حالانکہ پوری تاریخ پڑھ جائیں اور تلاش کر کے کوئی ایک بھی واقعہ اگر آپ چاہیں کہ ایسا نکل آئے کہ جس سے یہ پتہ چلے کہ اس گھرانے کے کسی امام نے کسی کے گھر کو جلادیا ہو کسی کا مال غصب کر لیا ہو کسی کی زمین چھین لی ہو کسی کے باغ پر قبضہ کر لیا ہو کہیں نہیں ملتا یہ پوری لڑائی جو ہے امامت کی ان میں سے کسی ایک کے لیے بھی اگر آپ تلاش کریں تو امت کے کسی فرد کو کبھی اذیت نہیں پہنچائی چاہے کتنا ہی وہ ازلی دشمن کیوں نہ

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

ہو، اب تھوڑی دیر کے لیے آپ یہ سوچیں کہ جس ہستی نے بارہ آئمہ میں سے کسی ایک نے نہ کسی کا کبھی گھر جلایا ہو نہ لوٹا ہو نہ کسی کا مال غصب کیا ہو نہ زبان سے کسی کو کبھی تکلیف پہنچائی ہو۔ نہ ہاتھ سے تکلیف پہنچائی ہو کسی مسلمان کو، اس کے بعد بھی پورا ایک طبقہ چاہتا ہے کہ اس امام کو قتل کردیا جائے۔ کیوں؟ کیا وجہ؟ کیوں قتل کر دینا چاہتے ہیں جتنے بھی بادشاہ گزرے جتنے بھی خلفا آئے کسی ایک سے بھی اس عہد کا امام ٹکراتا نہیں، کوشش نہیں کرتا کہ اس کی حکومت چھین لیں اس کے ملک پر فوج لے جا کر چڑھائی کریں۔ اس کے بعد بھی ہر عہد کا بادشاہ اس عہد کے امام کا دشمن ہے۔ کیوں؟ کیوں قتل کر دیتا ہے کبھی میدان جنگ میں قتل کر دیا۔ کبھی مسجد میں قتل کر دیا۔ کبھی زہر دے کر قتل کر دیا کبھی گھوڑے کی زین میں زہر بھر کر بٹھا دیا۔ کبھی انگوروں میں زہر دے دیا۔ کبھی انار میں زہر دے دیا۔ کبھی کھانے میں زہر ملا دیا۔ یہ شمع امامت کو گل کرنے کا انداز امت نے کیوں اپنایا۔ کیا وجہ تھی؟ اب مثال دے رہا ہوں یہ حال ہے لائٹ جل رہی ہے اچانک بجلی چلی جائے اندھیرا چھا جائے اور دیر سے ایک دو چور ٹہل رہے ہوں یہاں سے کچھ چرانے کے لیے اندھیرا ہو جائے تو وہ خوش ہو جائیں گے کہ اب ہم اندھیرے میں جو چیز چاہیں گے آرام سے اٹھا لے جائیں گے نہ کوئی ہمیں پکڑ سکتا ہے نہ روک سکتا ہے نہ کوئی پہچان سکتا ہے، ہوگا نہ ایسا لیکن؛ لائٹ گئی چور آیا جو چیز اسے لے جانی تھی اسے اٹھایا اچانک کسی صاحب نے جیب سے ماچس نکالی اور ایک بار ماچس کی تیلی جلائی اور سامنے کہیں ایک شمع تھی اٹھا کر چاہا کہ اس شمع کو روشن کریں شمع روشن ہوئی تھوڑی سی روشنی پھیلی جیسے ہی روشنی پھیلی چور نے پہلا کام یہ کیا کہ کسی کو مارا نہیں کسی پہ حملہ نہیں کیا اُس نے دوڑ کر پہلے شمع پر حملہ کیا اور نکل گیا۔ شمع کو بجھا کر، کیوں؟ پورے مجمع میں وہ کسی کا دشمن نہیں ہے صرف اس کو دشمنی روشنی سے ہے کہ میں جو کام کرنے

جا رہا تھا وہ کام آرام سے ہو جاتا اس روشنی نے میرا کام بگاڑا اس لیے پہلے روشنی کو بجھاؤ ورنہ چہرہ پہچانا جائے گا۔ چہرہ پہچان لیا جائے گا۔ تو بات سمجھ میں آ گئی کہ ادھر قدرت نے شمع امامت کو روشن کیا۔ کائنات کے جرائم کے اندھیرے میں روشنی پھیلی چہرے نظر آنے لگے مجرموں کے۔ مجرموں نے کہا ہم پہچانے جائیں گے اس کی سیرت کی روشنی میں نہ یہ شراب پیتا ہے نہ یہ گناہ کرتا ہے نہ کسی پر ظلم کرتا ہے ہم یہ سب کرتے ہیں اس لیے امت ہم سے بیزار ہو جائے گی اس کو ہٹاؤ۔ اس لیے مارا، ورنہ کوئی اور دشمنی نہیں تھی صرف یہ دشمنی تھی کہ سیرت امام ہم کو جرائم سے روک رہی ہے۔ تو قدرت نے بھی کہا کہ اچھا ہے کہ تم ایسا کر کے یہ سوچ کر قتل کر رہے ہو اور شمع امامت بجھا رہے ہو تو لو ہم نے گیارہ شمعیں تمہارا امتحان لینے کے لیے روشن کی ہیں تم نے ہر شمع کو بجھا دیا اب بارھویں شمع ہم نے جلائی ہے لیکن اپنے فانوس میں رکھی ہے تم وہاں تک پہنچ نہیں سکتے اس کی روشنی کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔ ہماری فانوس کی حفاظت میں شمع جل رہی ہے ہم نے تم کو عطا کر دیا تھا کہ جتنا چاہو فیض حاصل کرو۔ لیکن تم نے گیارہ شمعیں بجھا دیں اب بارہویں شمع پردے میں ہے۔ روشنی چھن چھن کے آ رہی ہے لیکن تم اس کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ ہاں اب تم یہی کہہ سکتے ہو کہ ''ہیں بھی یا نہیں'' اگر ہیں تو کیوں نہیں آتے؟ بحث کرتے رہو لیکن نہ تم اس کو زہر دے سکتے ہو نہ قتل کر سکتے ہو۔

''یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِؤُا نُوْرَاللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَ یَاْبَی اللّٰہُ اِلَّاۤ اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَہٗ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ''

(سورۂ توبہ آیت ۳۲)

''وہ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منھ کی پھونکوں سے بجھا دیں! اور اللہ کو سوائے اس کے کچھ منظور نہیں ہے کہ وہ اپنے نور کو پورا کرے، اگر چہ کافر اُسے ناپسند کریں۔

میر مونّس کا شعر ہے:-

فانوس بن کے آپ حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

ہم یہ نہیں کہتے کہ دنیا اس کو مان لے ہم صرف اتنی بات کہتے ہیں مانو یا نہ مانو ہمارا امام محفوظ ہے ہم کو یہ اطمینان ہے کہ وہ محفوظ ہے گیارہ آئمہ کو تم نے قتل کر دیا زہر دے کر اور تلوار سے لیکن اب بارہواںؑ جو ہے وہ پردے میں ہے، اب یہ الگ بحث کہ کیوں نہیں آتا زمانہ کیوں اتنا گزرتا جا رہا ہے کب آئے گا یہ آخری تقریر میں تفصیل سے عرض کروں گا۔

البتہ قرآن نے سورہ بنی اسرائل میں اس باب کو امامت کے یہاں پر لا کر تمام کیا اکہترویں آیت سورۂ بنی اسرائیل کی:

یَوْمَ نَدْعُوْ کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِھِمْ (سورۂ بنی اسرائیل آیت ۷۱)

اس دن (قیامت کے دن) ہم تمام لوگوں کو بلائیں گے ان کے امام کے ساتھ امامت کی گفتگو کو مالک کائنات نے یہاں پر تمام کیا وہ امامت جو انی جاعلک للناس اماما سے شروع ہوئی تھی کہ ہم تمہیں انسانیت کا امام بنا رہے ہیں۔ اس امامت کی گفتگو کے باب کو اللہ نے یہاں پر تمام کیا کہ پھر ہم قیامت کے دن ہر امت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے تو اب یہ بحث نہیں کہ کون امام۔

اتنی کُھلی آیت کہ پروردگار کہہ رہا ہے کہ جس امت نے کسی کو بھی امام بنایا ہوگا اسی کے ساتھ بلائیں گے۔ دیکھیے نہ امت بدل جائے گی نہ امام بدل جائے گا پروردگار یہ کہہ رہا ہے کہ جس گروہ نے جس کو بھی اپنا امام بنایا ہوگا اسی کے ساتھ بلائیں گے اور پھر وہ قیامت کا روز کہ امتیں چلی آ رہی ہیں اور ہر امت کے آگے ایک امام آ رہا ہے، عجیب منظر ہوگا۔ سب ایک دوسرے کو دیکھ بھی رہے ہوں گے، اچھا اس گروہ کا امام یہ

ہے۔ اچھا یہ اس کے ساتھ تھے، اچھا یہ ان کے پیروکار تھے تو بڑا عجیب منظر ہوگا لیکن اب صرف سوال یہ ہے کہ اس مسئلے کو حل کر کے میں آگے بڑھ جاؤں کہ پروردگار نے یہ اہتمام قیامت میں کیوں کیا کہ ہر امت کو اس کے امام کے ساتھ بلایا جائے امام پہلے آئے امت اس کے پیچھے پیچھے آئے اور اسی پر فیصلہ ہو جائے گا پروردگار بس امام کو دیکھ کر فیصلہ کر دے گا تو آپ بتائیے کتنی امتوں کی تقدیریں امام کے پیچھے ہیں قیامت کے روز۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر آپ نے نیاز نذر کی ہوگی اور شادیاں بھی کی ہوں گی اور پلاؤ اور بریانی بھی خوب پکوائی ہوں گی کبھی ایسا بھی ہوا ہوگا کہ آپ باورچی کے پاس بھی بیٹھے ہوں تو آپ نے دیکھا ہوگا کہ آپ نے جا کے اس سے پوچھا ہو کہ بریانی تیار ہو گئی تو اس نے آپ کی بیقراری دیکھ کر ایک چاول دیگ سے نکال کر انگوٹھے اور انگلی کے بیچ میں دبا کر دیکھا اور اس کے بعد دیگ کو یہ کہہ کر بند کر دیا ہوگا کہ ہاں بریانی تیار ہو گئی۔ کتنے کروڑ چاول دیگ میں ہیں ایک چاول دیکھ کر باورچی نے فیصلہ کر دیا کہ دیگ تیار ہے۔ امام کے ساتھ امت کو بلائیں گے۔ ایک چاول پوری دیگ کی قسمت کا فیصلہ کر دے۔ ایک امام پوری امت کا فیصلہ کر دے گا پروردگار صرف امام کو دیکھ کر سمجھ جائے گا کہ امت کیسی ہے۔ اس لیے امام کے ساتھ بلائیں گے کہ ہمارا مسئلہ امام کا مسئلہ ہے امت کا نہیں بہکایا ہے اگر تو امام نے اور صراط مستقیم پر لے گیا ہے تو امام لے گیا ہے۔ اس لیے ہم اس سے نپٹیں گے اور فیصلہ امام کو دیکھ کر کر دیں گے۔ پھر ہم دیکھیں گے کہ کتنے امام وہ ہیں جو ہمارے بنائے آ رہے ہیں اور کتنے وہ ہیں جو انسانوں کے بنائے آ رہے ہیں۔ اب تاریخ اور قرآن اٹھا کر دیکھیں آپ کو علم ہوگا کہ کتنے پروردگار کے بنائے ہوئے ہیں اور کتنے انسانوں نے خود بنا لیے۔ جب نبیؐ نے کہہ دیا کہ میرے بعد بارہ ہوں گے تو اب بارہ سے زیادہ پروردگار نہیں بنائے گا بارہ

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

سے زیادہ اگر تعدا نکل گئی وہ پروردگار کی طرف کا امام نہیں بلکہ خاکی انسانوں کا اپنا بنایا ہوا ہے۔

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتَابَ يَأْخُذُونَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى (سورۂ اعراف آیت ۱۶۹)

انبیا کے بعد کچھ لوگ خلیفہ بن بیٹھے جو کتاب خدا کے وارث بن کر ذلیل دنیا کا ساز و سامان حاصل کرنے لگے۔

اور پھر تاریخ میں خدا کی قسم یقین کریں کہ آپ جب بھی ہم جائزہ لیتے ہیں اماموں کا اور نبوتوں کا تو ہماری حیرتیں بڑھتی جاتی ہیں کہ کسی نبیؑ کسی ولی کی پرورش کائنات میں اس طرح نہیں ہوئی اہتمام کے ساتھ جس طرح ہم نے حسنؑ اور حسینؑ کی پرورش دیکھی یقین کریں آپ۔ کتنے قیمتی جملے ہیں جس شان کے ساتھ پروردگار نے ان دو بچوں کے ناز اُٹھائے ہیں آدمؑ و نوحؑ و موسیٰؑ اسحاقؑ کسی کے لیے ہم کو یہ انداز نہیں ملا۔ کسی نبیؑ نے اپنی اولاد کے لیے یہ نہیں کیا کہ جو نبیؑ آخر نے اپنے نواسوں کے لیے کیا کاندھوں پر سوار کرنا یہ سب سنا ہوا ہے میں آگے نکل جاؤں گا۔ مجھے آگے جانا ہے لیکن صرف تسلسل کے لیے اپنے بچوں اور جوانوں کے لیے کہ نماز پڑھتے میں نواسوں کا کاندھوں پر آجانا۔ خطبہ دیتے دیتے دیکھنا کہ بچے مسجد میں داخل ہوتے ہیں خطبے کو روک کر منبر سے اتر کر بچوں کو گود میں اٹھانا اپنے پہلو میں منبر پر حسنؑ کو بٹھانا۔ دوسرے پہلو میں حسینؑ کو بٹھانا پھر خطبہ کا جاری ہو جانا کائنات میں ہم نے کسی نبی اور ولی کو نہیں دیکھا کہ بچوں کی یہ عظمت ہو یہ عظمتیں بتا رہی ہیں کہ چھ اور سات سال کے بچے امامت پر فائز تھے ورنہ نبوت اپنے کاندھوں پر سوار نہ کرتی رسالت اپنے کاندھوں پر نہ بٹھاتی جو دونوں بچوں کے ناز اٹھائے گئے دنیا کے کسی بچے کے یہ ناز نہیں اُٹھائے گئے

مت کے افراد نے آکر یہ سوال کیا سرکار آپؐ اپنے بچوں سے بڑی محبت کرتے ہیں ہم بھی اپنے بچوں سے بڑی محبت کرتے ہیں ہم اپنے بچوں کے ناز اٹھاتے ہیں ہم راتوں کو ان کے لیے جاگتے ہیں پریشانیاں اُٹھاتے ہیں بچہ روتا ہے تو ہم بستر پر نہیں لیٹتے ٹہلتے ٹہلتے پوری رات گزر جاتی ہے لیکن یہ کیا بات ہے حضورؐ کہ ہماری اولاد جب جوان ہو جاتی ہے تو ہمارے ساتھ وہ کچھ خدمت نہیں کرتی جو ہم نے بچپن میں ان کے ساتھ محبت اور ریاضت کی تھی، لیکن آپ جو اپنی اولاد کے ساتھ محبت کا سلوک کرتے ہیں آپ کی اولاد بھی آپ کے ساتھ محبت کا سلوک کرتی ہے یہ فرق کیوں ہے امت میں اور اس گھرانے میں۔

حضرت رسول خداؐ نے کیا جواب دیا ہے اور جواب ظاہر ہے زبان رسالتؐ کا جواب ہے اور وہ بات ہی نہیں کرتا بے حکم الٰہی یہ جواب اس کا نہیں ہے جواب اُدھر سے آرہا ہے اور بے اختیار ختمی مرتبتؐ نے فرمایا کہ:

تمہاری اولاد تم سے ہے تم اپنی اولاد سے نہیں مگر حسینُ مِنّی وَانا مِنَ الحُسین یہ ہم سے ہیں ہم ان سے ہیں اس لیے جو ہم ان کے ساتھ محبت کا سلوک کرتے ہیں بڑے ہو کر وہی کریں گے جو ہم نے ان کے ساتھ محبت کا سلوک کیا ہے اب دنیا کی سمجھ میں اُمت اور امام کا فرق آجانا چاہیے اور اب بھی اگر فرق سمجھ میں نہ آئے تو یہ منظر دیکھئے ساری حدیثوں کی کتابوں میں محدثین نے اسی طرح نقل کیا ہے جیسے میں سنا رہا ہوں۔

مدینے کی گلی سے ختمی مرتبتؐ گزر رہے ہیں اور اُمت کے بچے کھیل رہے ہیں دیکھا کہ حضورؐ آرہے ہیں بچے دوڑے اور عبا کے دامن سے لپٹ گئے، بچوں نے حضورؐ کو گھیر لیا، حضورؐ وہیں زمین پر بچوں کے درمیان بیٹھ گئے، بچوں نے عبا کے دامن کو پکڑ کر

کہا کہ آپؐ ہمیشہ اپنے کاندھوں پر حسنؑ و حسینؑ کو بٹھاتے ہیں کبھی ہم کو دوش پر نہیں بٹھاتے۔ اُمت کے بچے نبیؐ سے کہہ رہے ہیں آج ہم سب باری باری آپؐ کے کاندھوں پر بیٹھیں گے۔ ایک مرتبہ حضورؐ نے اپنی قبا کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور کچھ کھجوریں مٹھی میں بھر کر نکالیں ہتھیلی کھولی اور بچوں سے کہا کہ یہ بتاؤ کھجوریں کھاؤ گے یا میرے دوش پر بیٹھو گے، بچوں نے کہا کہ یا رسولؐ اللہ کھجوریں کھائیں گے، بچوں میں کھجوریں تقسیم کردیں اور مسکراتے ہوئے چلے گئے۔ رسولؐ نے بتایا جو بچے کھجور اور مُہرِ نبوت کے فرق کو نہ پہچانیں وہ دوش پر نہیں آسکتے۔ اب فرق معلوم ہوا کہ دونوں شاہزادے کاندھوں پر کیوں آتے تھے اس ''مُہرِ نبوت'' کی عظمت جانتے تھے اس لیے آتے تھے اور جو نہیں جانتے جو کھانے کو اہم سمجھ کر دوش رسولؐ کی عظمت نہ سمجھیں وہ دوشِ محمدؐ پر نہیں آسکتے، پتا چلا امت کا کوئی بچہ دوشِ رسولؐ پر نہ آسکا۔ اس واقعہ نے فیصلہ کردیا کہ یہ افتخار صرف دو بچوں کے لیے ہے کہ اس دوشِ پر حسنؑ اور حسینؑ آئے، میں کہہ چکا ہوں کہ کوئی فضیلت اگر نہ پڑھی جائے شہزادوں کی اور بس اسی کو ہم سناتے رہیں ساری زندگی کہ بچے دوشِ رسولؐ پر بیٹھا کرتے تھے اور رسولؐ کی زلفوں کو مہار بنالیتے تھے تو اس سے بڑھ کر اور کیا فضائل ہوسکتے ہیں لیکن خدا کی قسم ایک ایک فضیلت ایسی ہے کہ بار بار بیان کی جائے ایسا لگتا ہے کہ جیسے رسولؐ موقع ڈھونڈتے تھے اور موقع حدیث کہنے کے لیے جو ڈھونڈا جاتا ہے تقریر کے لیے مجمع چاہیے ہوتا ہے، سمجھ رہے ہیں نہ آپ۔ یعنی تقریر کا مقصد یہ ہے قول کا مقصد یہ ہے کہ سننے والے ہوں تو شاید رسولؐ یہ چاہتے تھے کہ جب کبھی بھی مجمع ہو تو ہم ان کی فضیلت سنائیں مجمع ہو جائے پھر فضیلت سنائی جائے میں کتنی عجیب بات کہہ رہا ہوں۔ یعنی اُمت کو شاہزادوں کی فضیلت سنانے کے لیے موقع تلاش کرتے تھے۔ ایک بار سلمانؓ آئے

رات بھیگ رہی تھی کہا زہراؑ پریشان ہیں در پہ کھڑی ہیں پوچھ رہی ہیں کہ بچے اب تک آپ کے پاس سے نہیں آئے، اُٹھ کے بیٹھ گئے فرمایا بچے تو سرِ شام چلے گئے تھے ماں کے پاس، سلمان نے کہا بچے گھر نہیں پہنچے اور ماں پریشان ہے، رسولؐ اللہ آرام کے لیے حجرے میں لیٹ چکے تھے پوری امت اپنے اپنے گھروں میں بستر پر آرام کے لیے جا چکی تھی ایک بار رسولؐ اُٹھے، اُٹھ کر کہا سلمان بچوں کو تلاش کرنے ہم آپ چلیں گے اور اس واقعہ کو بہت خوبصورت اسلوب میں میر انیسؔ کے بیٹے میر نفیسؔ نے نظم کیا ہے اور جب یہ موقع دکھایا ہے کہ رسولؐ عصا لے کر اور دوش پر عبا ڈال کر حجرے سے برآمد ہوئے تو مصرعہ دیا ہے:

غل تھا رسولؐ جاتے ہیں پیاروں کو ڈھونڈنے

عجیب مصرعہ ہے جو شائقینِ ادب ہیں ان کے لیے یہ مصرع بڑا قیمتی ہوگا

غل ہے رسولؐ جاتے ہیں پیاروں کو ڈھونڈنے
نکلا ہے آفتاب ستاروں کو ڈھونڈنے

اور ایک بار رسولؐ حجرے سے باہر آئے تو کون سوتا اور اب کون آرام کرتا پوری مسجد میں زلزلہ آگیا کہ رات گزرنے کے بعد نبیؐ کہیں جا رہا ہے۔ امت ساتھ تھی نبیؐ آگے تھے۔ تلاش کرتے ہوئے حدیقہ بنی نجار میں پہنچ گئے اور پتہ چلا کہ بچے ادھر سے جاتے ہوئے دیکھے گئے تھے۔ اور جب باغ میں پہنچے تو دیکھا کہ ایک درخت کے نیچے دونوں تھک کر سو گئے ہیں اور قریب ہی ایک اژدھا جس کے منہ میں پھولوں کا گلدستہ ہے وہ گلدستہ جنبش میں ہے دونوں شہزادوں کے اوپر، اژدھے نے نبیؐ کو آتے دیکھا اس نے اپنا راستہ اختیار کیا چلا گیا، نبیؐ نے کہا یہ فرشتہ تھا جو میرے بچوں کی حفاظت کر رہا تھا، بچوں کے قریب گئے، دیکھا بچے تھکے ہوئے ہیں، سو رہے ہیں، ایک طرف

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

سے ایک صحابی بڑھا دوسری طرف سے دوسرا اصحابی بڑھا چاہا کہ بچوں کو اٹھا لیں، رسولؐ نے دونوں کی طرف غیظ میں دیکھ کر کہا دور ہٹو دونوں بچوں کو ہم آپ لے کر چلیں گے۔ دونوں کو اُٹھایا سینے سے لگایا۔ میں واقعہ آپ کو نہیں سنا رہا میں اس کا نتیجہ بتانا چاہتا ہوں واقعات سنانا کوئی فن خطابت نہیں ہے میں آپ کو اس کا حاصل سناؤں گا واقعہ تسلسل کے لیے ہے کہ صورتحال یاد رہے کہ ماں در پہ پریشان ہے نانا بچوں کو ڈھونڈنے نکلا ہے اب کیا ہونا چاہیے۔ ہونا یہ چاہیے نانا بچوں کو ڈھونڈ کر لائے اور ماں تک پہنچا دے لیکن ایسا نہیں ہوا نبیؐ بچوں کو لے کر چلا بجائے زہراؑ کے گھر کی طرف صحنِ مسجد کا رخ ہے مسجد کے صدر دروازے سے داخل ہوئے صحنِ مسجد میں گئے امت پوری ساتھ ہے مسجد بھر گئی صحن بھر گیا بیچ میں بیٹھ گئے بچوں کو زانو پر بٹھا لیا۔ یا رسولؐ اللہ ماں پریشان ہے بچوں کو پہنچا دیجے۔ تو شاید آپ کا نبیؐ جواب دے۔ ارے ہم تو مجمعوں کی تلاش میں ہیں تاکہ ان اماموں کے حالات سنائیں اور فضیلتیں بتائیں مجمع مل گیا ہے پھر دونوں نواسوں کی فضیلت سُنائے بغیر کیسے اُمت کے اِس مجمع کو جانے دیں۔ مجمعے کو بٹھا کر کہا سنو مسلمانوں کیا میں بتاؤں کہ کائنات میں ماں اور باپ کی نسبت سے افضل ترین کون ہے، مسلمانوں نے کہا بتایئے رسولؐ اللہ، حضورؐ نے کہا سنو! پوری کائنات میں ماں باپ کی نسبت سے حسنؑ اور حسینؑ سے افضل کوئی نہیں ہے ان کا باپ علیؑ ہے ان کی ماں فاطمہؑ ہے۔ یہ فضیلت کائنات میں کسی کو حاصل نہیں۔ مسلمانوں تمہیں معلوم ہے کہ نانا اور نانی کی نسبت سے کائنات میں افضل ترین کون ہے۔ مسلمانوں نے کہا بتایئے۔ کہا حسنؑ اور حسینؑ سے افضل کوئی نہیں ہے۔ مسلمانوں نانا ان کا میں ہوں نانی ان کی خدیجہؑ، مسلمانوں کیا میں بتاؤں کہ کائنات میں...... ایمان ابو طالبؑ پر بحث کرنے والے حدیث کے اس جملے پر غور کریں۔ کیا میں بتاؤں کہ کائنات میں دادا اور دادی کی

نسبت سے افضل ترین کون ہے۔ کہا کون ہے۔ کہا دونوں بچے، دادا ان کا ابو طالبؑ ہے دادی ان کی فاطمہؑ بنت اسد ہے، کیا میں بتاؤں کہ چچا اور پھوپھی کی نسبت سے کائنات میں افضل ترین کون ہے۔ مسلمانوں نے کہا کون؟ کہا حسنؑ و حسینؑ، چچا ان کے عقیلؑ و جعفرؑ ہیں، پھوپھی ان کی اُمِ ہانیؑ ہیں۔ بات یہاں پر رک گئی آگے بڑھ کر پوچھیے کہ سارے رشتے بتا دیے آپ نے یا رسولؐ اللہ ہر رشتہ بتایا ایک جملہ اور کہہ دیجیے کہ کیا میں بتاؤں کہ خالہ کے اعتبار سے یہ بچے افضل ہیں لیکن جملہ کو روک کر بتایا کہ حسنؑ و حسینؑ کی کوئی خالہ نہیں تھی۔

اب کیا میں مان لوں اگر علی شریعتی نے لکھ دیا کہ رسولؐ اللہ کی چار بیٹیاں تھیں اُن کی مشہور کتاب جس کا نام ہے ''فاطمہؑ فاطمہؑ ہے''۔ اور فرض کیجیے اگر شریعتی نے لکھ بھی دیا تو مترجم کو کیا ہوا تھا کہ ترجمے میں یہ بھی نہ لکھ سکے کہ بھئی یہ عقیدہ ہمارا نہیں ہے یہ کمزور عقیدہ ہے۔ بھئی ہماری زندگیاں گزر رہی ہیں یہ کہتے ہوئے کہ رسولؐ خدا کی ایک بیٹی تھی۔ اور اگر بعض علما کہہ دیں کہ چار تھیں تو کیا ہم مان لیں، جب نبیؐ نے یہ نہیں کہا کہ میری چار بیٹیاں ہیں تو کوئی عالم اور کوئی مفتی اور کوئی دانشور یہ کہہ دے تو کیا وہ مان لیا جائے گا نہیں مانا جائے گا۔ اس لیے نہیں مانا جائے گا کہ اگر کوئی سابق عالم بھی لکھ گیا ہے تو ہم اس کو بھی نہیں مانیں گے۔ اس لیے کہ اگر ہوتیں تو تطہیر میں بھی ہوتیں مباہلے میں بھی ہوتیں سورہ دہر میں بھی ہوتیں قرآن میں بھی ہوتیں۔ حدیث میں بھی ہوتیں نبیؐ کے گھر میں بھی ہوتیں۔ بیٹیاں بنائیں لیکن نواسے نہ بنا سکے، نواسے دو ہی تھے ''حسنؑ اور حسینؑ'' ازواج مطہرات کی بیان کی ہوئی احادیث دیکھیے، بار بار حضرت اُمّ المومنین کا یہ فرمانا کہ ''ہاں'' میں نے سنا ہے نبیؐ سے کہ آپ نے بارہا یہ فرمایا کہ سر کے بالوں سے لے کر ناف تک حسنؑ مجھ سے مشابہ ہے اور ناف سے لے کر پیر کے انگوٹھے

تک حسینؑ مجھ سے مشابہ ہے تو بچہ بزرگوں ہی سے مشابہ ہوتا ہے دادا سے نانا سے باپ سے چچا ماموں سے بار بار کہا نہیں جاتا لیکن رسولؐ اللہ اس بات کو حدیث اور روایت کی صورت عطا کر رہے ہیں تاکہ اُمت کے حافظوں میں محفوظ رہ جائے۔ کہ تم امت ہو یہ امام ہیں اس لیے یاد کرا رہے ہیں کہ اسے محبت نہ سمجھنا یہ صرف محبت نہیں بلکہ محبت کے ساتھ ساتھ تاریخ بن رہی ہے، حسنؑ سر کے بالوں سے لے کر ناف تک مجھ سے مشابہ ہیں، اور ناف سے پیر کے انگوٹھے تک حسینؑ مجھ سے مشابہ ہیں، غور کیا آپ نے یہ فقط محبت کے جملے نہیں رسولؐ اللہ اُمت کو غور و فکر کرنے کا موقع عنایت فرما رہے ہیں۔ جسم کے اوپر کے حصے میں ہاتھ ہوتے ہیں۔ نچلے حصے میں پاؤں ہوتے ہیں حسنؑ کے ہاتھ میرے ہاتھ حسینؑ کے پاؤں میرے پاؤں اگر حسنؑ کا ہاتھ صلح نامہ لکھے تو میں نے لکھا اور حسینؑ کے قدم اگر کربلا گئے تو میں گیا، یہ صلح نامہ میں نے لکھا ہے کربلا میں گیا ہوں، مرزا اسد اللہ خان غالبؔ کے منہ بولے فرزند اور بیگم غالبؔ کے سگے بھانجے عارفؔ دہلوی تھے۔ عین جوانی میں عارفؔ کا انتقال ہو گیا۔ بہت اچھے شاعر تھے، عارفؔ نے پانچ غزلیں ایک ہی زمین میں لکھی ہیں، ردیف قافیہ ہے، سخن کے پاؤں، چمن کے پاؤں، کفن کے پاؤں، رسن کے پاؤں، یمن کے پاؤں، پانچوں غزلوں کے مقطعوں میں ایک ہی قافیے استعمال کئے ہیں ''حسینؑ و حسنؑ کے پاؤں'' میں یہاں آپ کو پانچوں غیر مطبوعہ اشعار سُنا رہا ہوں:-

عارفؔ وہ آپ خضر کو دیکھے نہ پھر کبھی
دھو کے پیئے ہوں جس نے حسینؑ و حسنؑ کے پاؤں

دوسرا شعر:-

ہے تو بتائے چشم ملائک وہ خاکِ پاک

عارفؔ جہاں پڑے ہیں حسینؑ و حسنؑ کے پاؤں

تیسرا شعر:-

عارفؔ رقم ہو کس سے بھلا اُن کا مرتبہ
پہنچے ہیں عرش پر بھی حسینؑ و حسنؑ کے پاؤں

چوتھا شعر:-

دیکھے گا کوئی حشر میں باغ بہشت کو
عارفؔ ہمیں تو بس ہیں حسینؑ و حسنؑ کے پاؤں

پانچواں شعر:-

عارفؔ جو روز حشر میں پوچھیں گے مجھ سے کچھ
میں گر پڑوں گا جا کے حسینؑ و حسنؑ کے پاؤں

حسنؑ اور حسینؑ کے پاؤں وہ پاؤں ہیں جو دوشِ رسولؐ پر نظر آئے ہیں

صلحِ حسنؑ کو وہی سمجھ سکتا ہے جو امام حسنؑ کی معرفت رکھتا ہوگا۔ اب تاریخ یہ بحث نہ کرے کہ ساٹھ ہزار درہم لے کر معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔ تاریخ کا تجزیہ کرو شہزادوں کی امامت کو اور عظمت کو سمجھو کیا حقیقت ہے ساٹھ ہزار درہموں کی اس امام عظیم کی نظر میں کائنات کا مالک ہے دو عالم کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں ہے تم حسنؑ کی امامت کو اگر سمجھتے تو تاریخ میں یہ نہ لکھتے کہ وظیفہ لیتے تھے، ڈر گئے اور صلح کر لی۔ بہت قیمتی جملے ہیں تقریر خاتمہ پر پہنچ رہی ہے اور یہی جملے ہیں جنکے لیے یہ پوری تقریر اور یہ تسلسل تھا۔ یہ صلح نامہ حسنؑ نے لشکرِ مخالف کی خواہش پر لکھا۔ علی کا لشکر صِفّین کا لشکر ایک لاکھ کا لشکر تھا فرات کے کنارے صِفّین میں لڑائی ہوئی تھی۔ اس لیے جنگ صِفّین مشہور ہوئی بعد میں صِفّین کا لشکر کئی حصوں میں تقسیم ہو گیا خارجی الگ ہوئے

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

نہروان کی لڑائی ہوئی نہروان میں مارے گئے جو بچ رہے وہ عرب میں فتنہ پھیلاتے رہے۔ جماعت بن کر، امام حسنؑ سنتالیس (۴۷) برس کے ہیں، پچاس ہجری میں، یہ دس سال کی امامت آدمؑ و نوحؑ و ابراہیمؑ و اسماعیلؑ و شعیبؑ و یعقوبؑ و یوسف کی نبوت پر بھاری ہے بڑا قیمتی جملہ ہے۔ بھاری ہے کیوں بھاری ہے کہ ایک ایسا عظیم فیصلہ جو کائنات میں کسی نے نہیں کیا۔ دیکھیے ایک دوسرے رخ سے آپ حسنؑ کی صلح کو دیکھتے ہیں میں آپ کو ایک اور راہ سے لے جا رہا ہوں ذرا سا آپ کو ذہن پر زور دینا پڑے گا اور ذرا سا ایک ایک جملہ پر غور کرنا پڑے گا صفین میں ایک لاکھ کا لشکر تھا پورا جزیرۂ عرب و پورا عالمِ اسلام متفق طور پر علیؑ کو چوتھا خلیفہ مان رہا تھا صرف ایک شام کے گورنر نے بیعت نہیں کی تھی پورے دنیائے اسلام کا اجماع تھا علیؑ پر ایک صوبہ بدمعاشی کر رہا تھا، لڑ رہا تھا، الگ تھا، بغاوت پر آمادہ تھا، شام جس کا دارالحکومت دمشق تھا، حکمران کا نام آپ کو معلوم ہے بتا دینا ضروری ہے کہ جو معاویہ کا مشیرِ اعظم ہے وزیرِ اعظم ہے یعنی عمر عاص، آپس میں دونوں قریب قریب میدانِ جنگ میں کھڑے ہوتے تھے ایک بار علیؑ نے میدان جنگ میں صفوں سے نکل کے کہا کیوں کٹوا رہا ہے مسلمانوں کو۔ کیوں کٹوا رہا ہے مسلمانوں کو۔ نکل آ کے آ۔ مجھ سے لڑ تو مجھے قتل کر دے یا میں تجھے قتل کر دوں فیصلہ ہو جائے گا۔ کون کرے گا یہ چیلنج۔ یہ ہے امام جو امت کے سامنے شجاعت سے کہہ رہا ہے کہ میں امت کو بچانا چاہتا ہوں اور امت پہچانے اس امت کا دشمن یہ ہے یا میں ہوں۔ امام ہی یہ کر سکتا ہے کہ امت کو یہ بتا دے کہ تمہارا صحیح ہمدرد اور رہنما کون ہے۔ علیؑ نے لشکر سے نکل کر کہا کیوں کٹوا رہا ہے مسلمانوں کو۔ آ نکل کے آ۔ لڑ لے میں تجھے مار دوں تو فیصلہ ہو جائے یا تو مجھے مار دے تو فیصلہ ہو جائے۔ عمر عاص نے معاویہ سے کہا جاؤ کیوں نہیں جاتے علیؑ بلا رہے ہیں۔ کہا دیوانہ ہو گیا ہے میں

جاؤں علی مار دیں مجھے پھر تو حکومت کرے میرے بعد میں کیوں جاؤں یقین ہے کہ ذوالفقار سے بچے گا نہیں۔ اگر چلا گیا۔ معاویہ نے پلٹ کر کہا تو ہی کیوں نہیں چلا جاتا اور اب جو لشکر کے سامنے چھیڑا تو عمر عاص بھی جوش میں آ گیا۔ اب حضرت علیؑ کی شجاعت کا ایک نمونہ دیکھیے، شجاعت تو بہت دور کی چیز ہے وہ تو بدر و اُحد، خندق و خیبر میں نظر آ گئی تھی۔ صرف ہیبت۔ امام کی ہیبت۔ آیا عمرِ عاص مقابل میں آیا، علیؑ نے حملہ کیا، پہلے ہی حملے میں وار جو علیؑ کا چلا دور سے ایسی ہی جھکائی دے دی ہوگی تھوڑا سا کچھ اشارہ کر دیا ہوگا ورنہ کہاں علیؑ ایسے بزدل آدمی پر وار کرتے، اس نے کیا کیا کہ وار سے بچنے کے لیے اپنے آپ کو منھ کے بھل گھوڑے سے زمین پر گرا لیا، جیسے ہی گرا علیؑ نے پھر تلوار اٹھائی بس فیصلہ ہونے جا رہا تھا اب جو چلتی تو دو ٹکڑے ہو جاتے اور ساری جعل سازیاں جو تاریخ میں آئیں وہ نہ ہوتیں اگر یہ اس وقت مر جاتا۔ ساری پلاننگ اس کی تھی سارے آئین بنی امیہ کی حکومتوں کے یہ بناتا تھا۔ جیسے ہی علیؑ کی تلوار چلی یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ عرب لمبے لمبے کرتے پہنتے ہیں۔ تو پہلے بھی عرب پہنتے تھے۔ جیسے ہی علیؑ نے تلوار اٹھائی اور بس وار چلنے والا تھا کہ پورا دامن کُرتے کا الٹ دیا، علیؑ نے منہ پھیر کر کہاں لاحول ولا قوۃ الا باللہ بزدلی کو نہیں دیکھا آپ نے غور نہیں کیا آپ نے بزدلی کا یہ کارنامہ تاریخ میں لکھ گیا اگر کوئی اور ہوتا امام نہ ہوتا تو اسی وقت وار کر دیتا وار کو روک کر بتایا۔ کہ جب شیطانی عمل ہو امام وہاں سے ہٹ جاتا ہے۔ دیکھا آپ نے اور یہ اٹھ کر بھاگ لیے۔ دونوں طرف کا لشکر قہقہے لگا رہا تھا تو ہیبت کا یہ عالم جہاں ہو وہاں علیؑ پر فتح کون پا سکتا تھا۔ اس لیے دوسری راہ چلے کہ علیؑ کے دوستوں کو رشوت دے کر ملا لو۔ ادھر علیؑ کی شہادت ۴۰ ہجری میں ہوئی رشوتیں جانیں لگیں کبھی قیس بن سعد انصاری سے کہا گیا کبھی عبیداللہ ابن عباس سے کہا گیا آؤ ہم اتنی جائداد اتنی زمینیں اتنے

ملک دیں گے ادھر چلے آؤ۔ اب امام حسنؑ کو اطلاعات مل رہی ہیں۔ تقریر کے دو چار جملے ہیں اطلاعات مل رہی ہیں لوگ جو کہتے ہیں صلح کیوں کر لی۔ اطلاع ملی کہ دس ہزار کا لشکر چلا گیا۔ اب پانچ ہزار کا لشکر چلا گیا اب فلاں سردار چلا گیا اس نے رشوت لے لی اس نے رشوت لے لی ایک لاکھ کا لشکر ٹوٹتے ٹوٹتے ایسا رہ گیا کہ حسنؑ اکیلے مدائن کے میدان میں رہ گئے۔ صرف بنی ہاشم اور گھر کے افراد ساتھ میں ہیں۔ سب چلے گئے کاغذ آیا صلح نامہ کی شرائط حسنؑ نے لکھ دیں ستخط کر دیے۔ فیصلہ کر دیا۔ صلح کی۔ غور کیا آپ نے کیا کیا حسنؑ نے، یہ پوری امت سقیفہ سے لے کر یہاں تک میں لے کر آیا تھا۔ میرا کام دوسرا ہے۔ یہ امت اگر میرے پاس رہے گی میرا کام بگاڑ دے گی ان کا خمیر بنی اُمیّہ کے خمیر سے بنا ہے پوری قوم اے معاویہ تجھ ہی کو واپس کر رہا ہوں۔

جس سال فیصلہ ہوا اس سال کا نام عام السنّت والجماعت رکھا گیا، یعنی سنت اور جماعت کا سال اب اس سے زیادہ قیمتی جملے میں نہیں کہہ سکتا، اسی سال سے جماعت کا نام پڑ گیا وہ جماعت جو سنت پہ چلتی ہو۔ حسنؑ نے کہا لے جاؤ لے جاؤ اس امت کو تمہی پالو اس لیے لے جاؤ کہ اگر ہمارے ساتھ رہیں گے تو آج تو تم رشوت دے کے بلا رہے ہو کل اگر روم کے بادشاہ، عیسائی بادشاہ نے رشوت دے کر بلا لیا تو پورا عرب عیسائی ہو جائے گا۔ مزاجوں کو پہچانتے تھے تو کم از کم شام جاؤ گے تو سنت پہ تو چلو گے اور اگلا جملہ کہہ دوں کہ آزاد نہیں کیا تھا بلکہ سنت کے قید خانے میں امت کو قید کر دیا تھا۔ یہ اُمّت آج تک قید ہے نہ عیسائی بن سکی نہ یہودی بن سکی۔ یہ قیدی تھی حسنؑ نے اور قید کر دیا، تمہارا خمیر وہیں کا ہے تمہارا مزاج وہیں کا ہے۔ تمہاری عادتیں وہیں کی ہیں تمہاری رسمیں وہیں کی ہیں تمہارے شجرے وہیں کے ہیں جاؤ ہمارے پاس مت رہو۔

لیکن ہم رحمتہ للعالمین کے نواسے ہیں، ہم خیرِ امت ہیں ہم امام ہیں ہم یہ کریں

گے کہ اس قید خانے میں جب ہم کسی کو دیکھیں گے کہ وہ شاہی سے بیزار ہوگا اور سمجھ گیا کہ یہ بنی امیہ کی سازشیں تھیں اور اس کا شعور بیدار ہو گیا اور اس کے ذہن میں حریت کی کرن جاگ گئی تو ہم اسے حر بنا کر بلا لیں گے اور بلاتے رہیں گے۔

پھر ہم بلا لیں گے بس شرط یہ ہے کہ شعور کو جگاتے رہنا اگر شعور بیدار نہ ہوا تو پھر وہیں کے ہو کر رہ جاؤ گے۔ قیامت تک اور پھر جب قیامت کے دن جب قدرت آواز دے گی: "یوم ندعو کل اناس بامامھم" "ہم ہر امام کے ساتھ اسکی امت کو بلائیں گے۔

یاد رکھنا جن کو ہم نے بلا لیا پھر وہ ہمارے ساتھ آئیں گے اور جو شام میں رہ گئے وہ اسی فکر پر قیامت تک چلیں گے پھر وہ پوری امت محشر میں معاویہ کے ساتھ آئے گی اور تم یہ فیصلہ کر لو کہ کس امت کو صراط مستقیم مل گئی اور کس امت کو نہیں ملی۔ یہ فیصلہ تم کر لینا۔ یہ اہتمام ہم نے صرف دس سال کے لیے کیا ہے۔ اور یہ اہتمام [illegible] نے پچاس سے ساٹھ ہجری تک اس لیے کیا ہے کہ دس سال کی مہلت دی ہے دس سال کی ہم نے مہلت دی ہے۔ دس سال بہت ہوتے ہیں۔ گزر گئے نا آپ کے ملک کے بھی فوجی حکومت کے دس سال تو گزر گئے امام حسنؑ نے دس سال کی مہلت امت کو دی تھی کہ جاؤ دس سال میں جا کر دیکھو کہ وہ تمہیں کیا دے رہا ہے وہ تمہارے ساتھ چل رہا ہے کہ نہیں وہ انسانیت کا ہمدرد ہے کہ نہیں۔ وہ اسلام کا ہمدرد ہے یا نہیں سب کچھ تم پر کھل جائے کہ وہ صرف اپنا جاہ و چشم چاہتا تھا اپنی عیاشی چاہتا تھا اسے مسلمانوں سے ہمدردی نہیں تھی، دس سال کے بعد جب بیزار ہو جانا پھر آنا ہمارے پاس، امام حسنؑ نے امت کو مہلت دی تھی، ایسا امام کہ جو دس سال کی مہلت امت کو دے دے یہاں امامت کا تسلسل ہے اور جملوں کو اسی طرح بڑھا دوں کہ حسنؑ نے دس سال کی مہلت دی اور کہا

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

وقت ختم ہو گیا ساٹھ ختم ہوا کسٹھ کا محرم نمودار ہوا۔ اب یہ مہلت کی معیاد ختم ہو گئی اچھا ٹھہر و رحمۃ لِلعالمین کے نواسے ہیں دس دن کی مہلت اور دیتے ہیں۔

دس دن کی مہلت اور لو دس دن دیئے دیتے ہیں تو شاید کچھ سوچ لو، اب یہ دس بجے ہیں رات کے اور عمر سعد آیا ہے اور عباسؑ گئے دس گھنٹے کی مہلت اور دیتے ہیں اور پھر اس کے بعد امام حسینؑ نے کہا کہ لو بھائی کی دی ہوئی معیاد ختم ہوئی:

"وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ" (سورۂ فجر آیت۔۱)

سورج نمودار ہوا حسینؑ نے کہا معیاد تمام ہو گئی لیکن کیا کہا خیر بشر تھے رحمۃ لِلعالمین کے نواسے تھے چند ساعت اور انتظار کیا کہ یہ چند لمحے بھی قیمتی ہیں دس برس، دس دن، دس گھنٹے، دس منٹ، دس سیکنڈ وہ حر آ رہا ہے۔

اور حسینؑ نے بتا دیا کہ لب بام بھی ہو آفتاب تو ہم آفتاب کو پلٹا دیتے ہیں۔ نہ کہ ہمارے افکار کا آفتاب پلٹانا ہمارے لیے کیا مشکل ہے۔ عقیدے کا آفتاب پلٹانا کیا مشکل ہے۔ انسانیت کا آفتاب پلٹانا ہمارے لیے کیا مشکل ہے۔ حسینؑ نے حر کو بلا کر دکھا دیا کہ دیکھو ہم اس طرح امت کی تقدیروں کے فیصلے کرتے ہیں۔ یہ تھے امام۔ یہ تھا امام کا گھرانا کہ جو عمل حسنؑ کا ہے وہی حسینؑ کا ہے اس سے بال برابر بھی فرق زینبؑ کے عمل میں نہیں آیا ہے۔ ان کے پاس منصب ہے۔ عصمت کا منصب۔ معصوم ہیں امام ہیں ولی ہیں لیکن جناب زینبؑ امام نہیں ہیں۔ یہ تو نہیں کہوں گا کہ معصوم نہیں ہیں استغفر اللہ یہ نہیں کہنا چاہیے اس لیے کہ عصمت صغریٰ کے درجے پر فائز ہیں عصمت دو طرح کی ہوتی ہے ایک عصمت کبریٰ ہے اک عصمت صغریٰ ہے۔ جناب زینبؑ عصمت کے منصب پر فائز ہیں اور ولی بھی ہیں اور حجت خدا بھی ہیں۔

ولی ہیں حجت ہیں صرف امام نہیں اور ثانی زہراؑ میں عصمت صغریٰ کے درجے پر فائز

ہیں آپ کہیں گے کیا دلیل ہے کہ حضرتِ زینبؑ حجۃ ہیں اور ولی ہیں۔ بس یہ تقریر کے آخری جملے اسی پر غور کریں اور کل یہ بات کہہ چکا ہوں کہ میرا مقصد ہے کہ تقریر کے آخر تک شعور جاگتا رہے بس یہ کافی ہے شعور بیدار رہے ایسا نہ ہو رونے میں شعور کہیں کھو جائے اور آپ یہی سوچتے رہیں یہ روایت صحیح تھی یا غلط تھی۔ جہاں یہ سوچ آ گئی مصائب کا ثواب بھی گیا۔ مقصد بھی گیا۔ ہماری کوشش یہ ہوتی ہے کہ یہ فکر نہ آنے پائے کہ یہ روایت غلط پڑھ دی یا صحیح پڑھ دی۔ میں نفسیاتی اور عقلی دلائل کے ساتھ اپنی مجالس کو مصائب کے اس رخ پر ختم کیا کرتا ہوں کہ یہ وہ مقام تھا یہ وہ منزل تھی۔ کہ نبیؐ نے فرمایا کہ اگر امام زمین پر نہ ہو تو زمین تباہ ہو جائے گی اور امام بیدار رہتا ہے اس لیے کہ کائنات کا اختیار اس کے پاس ہے امام بیدار رہتا ہے۔ سوتا نہیں اسے غش نہیں آتا ورنہ کائنات کو غش آ جائے کائنات کا نظام تباہ ہو جائے تو میں آپ سے پوچھوں کہ وہ منزل تھی کہ جہاں امام وقت غش میں تھا کتنی دیر کے لیے یعنی کربلا کے میدان میں شہادتِ حسینؑ سے لے کر خیمے جلنے تک کے درمیان میں جو وقت ہے اس وقت ان لمحوں میں آپ کا امام غش میں ہے۔ بندوبست امامت کس کے پاس ہے کنٹرول کائنات کا اختیار کون سنبھالے ہوئے ہے میں اگر نام لے لوں گا تو آپ کہیں گے کہ دلیل پہلے بنالی آپ نے اور پھر نام لے لیا تو میں اپنی طرف سے کیوں بیان کروں اپنی طرف سے کیوں کہوں جب آپ کے گیارھویں امام کی شہادت ہوئی اور بادشاہ وقت نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ جاؤ حسنؑ عسکری نے جس کو وارث بنایا ہو جو ہو گھر میں سب کو قتل کر دو اس لیے کہ یہ خبر ہو چکی تھی کہ اب جو امام آئے گا وہ بارھواں ہو گا اس لیے بادشاہ وقت نے حکم دیا کہ سپاہی جائیں اور گھر میں جو بھی ہو جسے بھی وارث بنایا ہو سب کو قتل کر دیا جائے فوج پہنچی دروازے پر جا کر سردار لشکر نے کہا "بادشاہ نے بھیجا

ہے گھر میں جو جو لوگ ہیں انہیں قتل کرنے کا حکم دیا ہے" ایک خاتون کی آواز آئی "کہا" اس لیے کہ بادشاہ نے یہ کہا ہے کہ امام نے جسے وارث بنایا ہو اسے قتل کر دو جس کو اپنا جانشین بنایا ہو اسے قتل کر دو" کہا "چار جانشین بنا کر گئے ہیں دنیا سے" سردار حیران ہو گیا کہا "کون کون" کہا "پہلا جانشین تیرے بادشاہ کو بنایا ہے" امامت سمجھ میں آ رہی ہے بصیرت آ رہی ہے "پہلا جانشین تیرے بادشاہ کو بنایا ہے دوسرا اپنی زوجہ نرجس خاتون کو بنایا ہے۔ پھر اپنی پھوپھی یعنی مجھ کو حکیمہ خاتون کو بنایا ہے پھر بعد میں چھٹا نام بیٹے کا لیا کہا کس کس کو قتل کرے گا"۔ فوج واپس چلی گئی کہا "قتل کر دیا وارث کو" کہا "کیسے قتل کرتا" کیوں کہا "تجھ کو وارث بنا گئے ہیں" بادشاہ کا سر جھک گیا یہ ہے امامت روحانی امامت اور ایک بار امام آپ کا پانچ سال کا پردے میں اور احکام لینے کے لیے لوگ آ رہے ہیں پردے کے پیچھے سے حکیمہ خاتون حکم بتا رہی ہیں جو ابات دے رہیں ہیں خمس وصول کر رہیں ہیں پھوپھی۔ بھتیجا پردے میں پھوپھی حکم بھی دے رہی ہے اور خمس بھی وصول کر رہی ہیں اب بار بار امت کے لوگ پوچھتے ہیں کیا عورت فتویٰ دے سکتی ہے کیا عورت نائب امام ہو سکتی ہے کیا کائنات کا نظام عورت سنبھال سکتی ہے۔ حکیمہ خاتون دلیل چاہیے۔ ایک بار پردے کی طرف سے آواز آئی "ارے جب تمہارا امام زین العابدین غش میں تھا تو پھوپھی زینبؑ نے کائنات کے نظام کو سنبھالا تھا، اے زینبؑ تم پر سلام کہ تم اتنے لمحے کے لیے حجت خدا تھیں۔

مجلسِ سوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"ساری تعریف اللہ کے لیے درود اور سلام محمدؐ اور آل محمدؐ پر"

"امام اور امت" کے عنوان پر عشرہ چہلم کی تیسری تقریر آپ حضرات سماعت فرما رہے ہیں۔

ہمارے سلسلے میں اعلان کے مطابق ایک ایک امام کی امامت پر روزانہ ہم گفتگو کریں گے۔ لیکن کل کی تقریر جو امام حسنؑ مجتبیٰ پر تھی اس تقریر کے بعد بہت سے سامعین نے یہ کہا کہ تشنگی رہ گئی۔ اور میں نے بھی محسوس کیا کہ شاہزادے کی سیرت پر واقعی ایک تقریر ناکافی تھی اور ایک دو تقریریں نہیں بلکہ سننے والوں کو یہ اندازہ ہوا ہو گا کہ شاہزادے پر اتنا کم بولا گیا ہے اور اتنا کم لکھا گیا ہے امام بارگاہِ چہاردہ معصومین میں پورا عشرہ صرف امام حسنؑ پر پڑھ چکا ہوں۔

اگر میں ہر معصوم کی سیرت پر تقریر کا اعلان نہ کر چکا ہوتا یہ عشرہ امام حسنؑ پر ہی پڑھتا اب آج ظاہر ہے کہ تسلسل میں امام حسینؑ کا ذکر آئے گا۔ لیکن پھر بھی ہم یہ چاہیں گے کہ اس ذکر کے ساتھ ساتھ امام حسنؑ کا ذکر بھی کریں۔

امام۔ جیسا کہ روزانہ میں تمہید میں واضح کر رہا ہوں کہ شرائط میں عصمت لازمی ہے اگر معصوم نہیں تو امام نہیں ہو سکتا۔ یہ شرط پروردگار عالم نے اس لیے رکھی کہ اگر امام

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

سے خطا سرزد ہو سکتی تو امام اور امت دونوں برابر ہو جاتے اور یہ ناممکن ہے کہ رہنما اور لیڈر امت کی سطح پر آ جائے تو بات تاریخ میں یہی ہے کہ پروردگار یہ چاہتا ہے کہ ہمارا بنایا ہوا معصوم رہے امت یہ چاہتی رہے کہ اہم اس کو اوپر کی سطح سے گھسیٹ کر اپنے برابر لائیں لیکن پروردگار نے جب یہ طے کر لیا کہ یہ معصوم ہے اس سے خطا نہیں ہو سکتی یہ طیب و طاہر ہے تو امت نے لاکھ کوششیں کر لیں نہ ان کی عصمت پر حرف آ سکا نہ ان کی طہارت پر حرف آ سکا اس لیے کہ آیۂ تطہیر نے حصار کیا ہوا ہے۔ اور صرف قرآن حدیث تاریخ بلکہ ادب جس کو سروکار نہیں ہوتا ان باتوں سے کہ تاریخی بحث کیا ہے شاعر صرف شاعری کرنا جانتا ہے لیکن اس کے باوجود حیرت ہوتی کہ یہ احتیاط شاعر نے بھی لازم رکھی مومن خان مومنؔ، غالبؔ و ذوقؔ کے ہم عصر ہیں اور انہوں نے پانچ قصیدے لکھے پہلا قصیدہ دوسرا قصیدہ تیسرا قصیدہ اور پھر چوتھا قصیدہ مولائے کائنات کے لیے لکھا۔ پانچواں قصیدہ امام حسنؑ کے لیے لکھا چوتھے قصیدے کا عنوان رکھا۔ اس سے پہلے کے تین قصیدوں کا کوئی عنوان قرار نہیں دیا۔ لیکن یہاں مومن کا قلم خود بیقرار ہو گیا پیشانی پر عنوان لکھنے کے لیے عنوان دیا:

"مالک سیف و قلم خداوندِ ذوالفقار"

آپ عنوان پر غور کر رہے ہیں۔ اور جب امام حسنؑ کا قصیدہ لکھا یہ عنوان دیا

"شاہزادۂ خیرِ اُمت صاحبِ عصمت"

اور قصیدے میں یہی بحث کی کہ حسنؑ معصوم تھے اور جو حسنؑ کے مقابل آیا اسے خطائے اجتہادی کہہ کر مت ٹالو قصیدے میں یہ بحث کی ہے۔ تو جہاں مومن خاں مومنؔ کا عقیدہ یہ تھا۔ سید احمد شہید جنہوں نے انگریزوں کے خلاف جنگ کی اور امامت کے دعوے دار تھے اور عبدالوہاب نجدی کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور انہی سے ہندوستان

میں وہابیت کا آغاز ہوا سید احمد شہید کے ہاتھ پر مومن خاں مومنؔ نے بیعت کی، عقائد کے اعتبار سے وہابی تھے لیکن عصمتِ امام حسنؑ کے قائل تھے کہتے ہیں:

شبہ کیا عصمتِ لختِ جگر احمدؐ میں　　　جب مُسلّم ہو کہ معصوم ہے جزوِ معصوم

السّلام اے روش رمز طریقِ اسلام　　　السّلام اے خضرؑ جادۂ جنت ملزوم

وہ تیرا پایہ ہے اے شاہِ جوانانِ بہشت　　　کہ ہوئی حُرمتِ پیری کی تمنا محروم

یہ ہے ادب کا معیار، جہاں یہ عقیدہ رکھنے والا امام کو اس منزل پر دیکھ رہا ہو۔ تو وہ شاعر جو اس در سے وابستہ ہو گیا ہو۔ پھر اس کے عقائد کا کیا کہنا۔ یہ میری تقریر کی تمہید ہے۔

میر انیسؔ مرثیہ لکھتے تھے فیض آباد میں رہتے تھے۔ خواہش یہ تھی کہ بڑے بڑے رؤسا اور بادشاہ میرا کلام سنیں مجھے داد دیں میری شاعری کے آگے سر جھکائیں۔ میری شہرت ملک میں ہو اور ملک سے باہر ہو۔ صرف اس موقع کی تلاش میں تھے کہ کب میں اپنی خواہشات کا اظہار پروردگار کے دربار میں کروں۔ دعا مانگوں۔ دعا مانگی قبول ہو گئی انتخاب ایسے وقت کا کیا کہ اس دعا کو قبول ہونا تھا اور جو کچھ مانگا سب کا سب مل گیا یعنی کوئی لفظ ایسا نہیں کہ جس میں پروردگار نے عطا کرنے میں کمی کی ہو۔ مانگا ۳ شعبان کو مانگا اس لیے پروردگار کیسے ٹال سکتا تھا۔ اس دعا کو جس دن فطرس کی خطا معاف ہو گئی ہو اگر اس خاندان کا مداح مانگے تو پروردگار کیسے نہ عطا کرے۔ اور کائنات کا کوئی بھی شاعر دنیا کے جو بڑے شاعر گزرے ہیں۔ رزمیہ شاعر، اُن میں پہلا نام "ہومر" کا ہے۔ جو یونانی شاعر ہے اس کے بعد لاطینی کا شاعر "ورجلؔ" ہے، اُس کے بعد فارسی کا شاعر "فردوسیؔ" ہے، اُس کے بعد سنسکرت کا شاعر "ویاس" ہے پھر ہندی کا شاعر "سورداس" ہے، انگریزی کا شاعر "شیکسپیرؔ" ہے "ملٹنؔ" ہے (پیراڈائز لاسٹ لکھنے والا) یہ چھ بڑے شاعر ہیں دنیا کے ادب کے۔ لیکن کسی نے اپنی شاعری کے لیے اپنے

Presented By: https://jafrilibrary.org

پروردگار سے کچھ نہیں مانگا اگر مانگتے تو ان کو بھی وہ سب کچھ مل جاتا جو میر انیسؔ کو مل گیا۔ اور یہ جتنے نام لیے میں نے ہومر ۳۰ ہزار اشعار سے زیادہ زندگی میں نہ کہہ سکا۔ پیراڈائز ۴۵ ہزار شعر۔ فردوسی ۶۰ ہزار شعر، شیکسپیرؔ ۵۰ ہزار شعر لیکن میر انیسؔ نے ڈھائی لاکھ اشعار کہے اور کائنات میں کوئی بھی ڈھائی لاکھ سے آگے نہ بڑھ سکا ابھی تک تو نہیں بڑھا صدیاں گزر گئیں ایک لاکھ کوئی نہ کہہ سکا تو ڈھائی لاکھ کیا کہے گا۔ کیوں؟ یہ قوت مل گئی تھی قلم کو! اس لیے کہ وسیلہ اس کا اپنایا جو ۳ شعبان کو رسولؐ کے گھر میں پیدا ہوا۔ اس دن کا واسطہ دے کر مانگا اور جو مانگتے چلے وہ اُدھر سے عطا ہوتا چلا۔ منبر پر مانگ رہے تھے واسطہ اُس کا دیتے جا رہے تھے اور آواز دیتے جا رہے تھے:

یارب چمنِ نظم کو گلزارِ ارم کر　　　تو فیض کا مبدا ہے توجہ کوئی دم کر

گمنام کو اعجاز بیانوں میں رقم کر　　　اے ابرِ کرم خشک زراعت پہ کرم کر

دیکھیے چاروں مصرعے اب جو جو مانگ رہے ہیں پروردگار اسی وقت عطا کرتا جا رہا ہے:-

یارب چمنِ نظم کو گلزارِ ارم کر　　　تو فیض کا مبدا ہے توجہ کوئی دم کر

گمنام کو اعجاز بیانوں میں رقم کر　　　اے ابرِ کرم خشک زراعت پہ کرم کر

جب تک یہ چمک مہر کے پرتو سے نہ جائے

اقلیمِ سخن میری قلم رو سے نہ جائے

جب تک ترے سورج میں روشنی رہے اردو زبان کی سربراہی میرے ہاتھ رہے اس شاہی پر میں حکومت کروں پروردگار نے آواز دی کہ ہم نے اردو شاعری کی شاہی کی قلم روی تم کو عطا کر دی۔ جب تک ہمارا آفتاب چمکے گا تمہاری شاعری کا آفتاب بھی چمکے گا۔ مانگو اور کیا مانگتے ہو انیسؔ نے آواز دی:-

آؤں طرفِ رزم ابھی چھوڑ کے گر بزم　　　خیبر کی خبر لائے مری طبع اولوالعزم

قطعِ سرِ اعداء کا ارادہ جو ہو بالجزم　　　دکھلائے زباں سب کو یہیں معرکۂ رزم

جل جائیں عدو آگ بھڑکتی نظر آئے

تلوار پہ تلوار چمکتی نظر آئے

ہو ایک زباں ماہ سے تا مسکنِ ماہی　　　عالم کو دکھا دے بُرشِ سیفِ الٰہی

جرأت کا دھنی تو ہے یہ چلّائیں سپاہی　　　لاریب ترے نام پہ ہے سکّۂ شاہی

ہر دم یہ اشارہ ہو دوات اور قلم کا

تو مالک و مختار ہے اس طبل و علم کا

اور اس کے بعد پھر مانگتے مانگتے جانے کیا ذہن میں آیا کہ ناقدریٔ زمانہ کی شکایت کی۔

ناقدریٔ عالم کی شکایت نہیں مولا

بڑا شاعر شکوہ کر رہا ہے زمانے کا:-

ناقدریٔ عالم کی شکایت نہیں مولا　　　کچھ دفترِ باطل کی حقیقت نہیں مولا

باہم گل و بلبل میں محبت نہیں مولا　　　میں کیا ہوں کسی روح کو راحت نہیں مولا

بیت دیکھیے گا عجیب فیصلہ کیا ہے:-

عالم ہے مکدر کوئی دل صاف نہیں ہے

اس عہد میں سب کچھ ہے پر انصاف نہیں ہے

شکوہ کیا نا۔ اب جو شکوہ کیا ہے ناقدریٔ عالم کا تو کس سے کہیں کہ اس ناقدری کو قدردانی میں بدل دے کون تھا۔ تو:

تائید کا ہنگام ہے یا حیدرؑ صفدر　　　تو صاحب اکرام ہے یا حیدرِ صفدر

تیرا ہی کرم عام ہے یا حیدرؑ صفدر　　　امداد ترا کام ہے یا حیدرِ صفدر

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

اورعجیب بیت دی:-

تنہا ترے اقبال سے شمشیر بکف ہوں
سب ایک طرف جمع ہیں میں ایک طرف ہوں

تھا جوش کچھ ایسا ہی جو دعویٰ کیا میں نے — خود سر بگریباں ہوں کہ یہ کیا کیا میں نے
اک قطرۂ ناچیز کو دریا کیا میں نے — تقصیر بحل کیجیۓ بے جا کیا میں نے
ہاں سچ ہے کہ اتنی بھی تعلّی نہ روا تھی
مولا یہ کلیجے کے پھپھولوں کی دوا تھی

مقبول ہوئی عرض گناہ عفو ہوئے سب — امید بر آئی مرا حاصل ہوا مطلب
شامل ہوا افضالِ محمدؐ کرمِ رب — ہوتے ہیں علم فوج مضامین کے نشاں اب

دیکھیے دعا قبول ہوگئی اوران کو معلوم ہوگیا:-

پشتی پہ ہیں سب رکن رکیں دینِ متیں کے
ڈنکے سے ہلا دیتا ہوں طبقوں کو زمیں کے

نازاں ہوں عنایت پہ شہنشاہِ زمن کی — بخشی ہے رضا جائزہ فوجِ سخن کی
چہرے کی بحالی سے قبا چُست ہے تن کی — لو برطرفی پڑگئی مضمونِ کُہن کی
اک فرد پرانی نہیں دفتر میں ہمارے
بھرتی ہے نئی فوج کی لشکر میں ہمارے

یہاں سے حضرت امام حسینؑ کی ولادت کا بہترین منظر پیش کرتے ہیں:-

ہاں اے فلکِ پیر نئے سر سے جواں ہو — اے ماہِ شب چاردہم ! نور فشاں ہو
اے ظلمتِ غم دیدہ عالم سے نہاں ہو — اے روشنئ صبح شبِ عید ! عیاں ہو
شادی ہے ولادت کی ید اللہؑ کے گھر میں

خورشید اُترتا ہے شہنشاہ کے گھر میں

اے کعبۂ ایماں تیری حرمت کے دن آئے — اے رکنِ یمانی تری شوکت کے دن آئے
اے بیتِ مقدّس تیری عزت کے دن آئے — اے چشمۂ زمزم تری چاہت کے دن آئے
اے سنگِ حرم جلوہ نمائی ہوئی تجھ میں
اے کوہِ صفا اور صفائی ہوئی تجھ میں

اے یثرب و بطحا ترے والی کی ہے آمد — لے رتبۂ اعلیٰ شہ عالی کی ہے آمد
عالم کی تغیری پہ بحالی کی ہے آمد — کہتے ہیں چمن ماہِ جلالی کی ہے آمد
یہ خانۂ کعبہ کی مُباہات کے دن ہیں
یعقوبؑ سے یوسفؑ کی ملاقات کے دن ہیں

اے شمس و قمر اور قمر ہوتا ہے پیدا — نخلِ چمن دیں کا ثمر ہوتا ہے پیدا
مخدومۂ عالم کا پسر ہوتا ہے پیدا — جو عرش کی ضو ہے وہ گُہر ہوتا ہے پیدا
ہر جسم میں جاں آتی ہے مذکور سے جس کے
نو نورِ خدا ہوں گے عیاں نور سے جس کے

یہی آج کی تقریر کی تمہید ہے اور اب وہ وقت نگاہوں میں ہے جس کا منظر میر انیسؔ نے کھینچا کہ مدینے کے کوچہ و بازار گلزار تھے اور مدینے والے ملائکہ کے پروں کی آواز سُن رہے تھے، اژدھام تھا ملائکہ مبارک باد دینے آرہے تھے، رسولِ اکرمؐ کو اور ایسے میں بچّے کو کپڑے میں لپیٹے ہوئے سلمیٰ بنت عُمیس، اسما بنت عُمیس کی چھوٹی بہن حجرے سے نکلیں لے کر چلیں۔ بس میری تقریر کا موضوع شروع ہوگیا۔ بچّے کو لے کر چلیں رسولؐ نے آواز دی بچّے کو میرے پاس لاؤ، سلمیٰ نے کہا کہ نہلالوں تو لاؤں۔ حضورِ اکرمؐ نے فرمایا، کیا کہتی ہے اس کو غسل کی ضرورت نہیں وہ طیب و طاہر پیدا ہوا ہے ہر مورّخ نے یہ

لفظ لکھا کہ رسولؐ نے کہا کہ بچّے کو لاؤ اس کی ماں طاہر اس کا باپ طاہر وہ خود طاہر۔ اس کو غسل کی احتیاج نہیں۔ معصومین دنیا کے واحد انسان ہیں جب عالمِ ظہور میں آئے تو اس وقت بھی غسل کی ضرورت نہ تھی اور جب شہادت پائی اس وقت بھی غسل کی ضرورت نہیں تھی۔ معصوم کے لئے اور شہید کے لیے غسل نہیں ہے اور ظہور کے وقت تو ظاہر ہے کہ طاہر تھے امام معصوم کے لیے طہارت کی ضرورت نہیں۔ رسولؐ نے بتایا کہ وہ اور لوگ ہیں جو طہارت کے محتاج ہیں ہمارے بچے طہارت کے محتاج نہیں ہیں۔ یہ آیت تطہیر لے کر آتے ہیں۔ تطہیر ان کا حصار کرتی ہے تو وہ بچہ جو طاہر ہو اور حجرہ سے نکل کر سیدھا رسولؐ کی آغوش میں آجائے اور اسی دن سے جو زبان دے دیں بچّے کے منہ میں تو وہ لعابِ دہن بچے کی غذا بن گئی، حسنؑ کی تربیت اور پھر اس شان سے تعلیم و تربیت کہ ترمذی کیا بخاری کیا مسلم کیا مسند احمد بن حنبل اسلام کی کوئی کتاب ان اذکار سے خالی نہیں کہ بچوں کو کس طرح پالا رسولؐ نے کتنی محبت دی کتنی حدیثیں ہر آن بیان کیں۔ اور کاندھوں پر سوار ہو جانا ہر مسلمان فخر سے بیان کرتا ہے اور منبر پر بیٹھے ہوئے ہیں مسجد چھلک رہی ہے بچہ دروازے سے داخل ہوا ہے دامن میں پیر الجھا ہے رسولؐ نے خطبہ چھوڑا ہے دوڑ کر بچے کو گود میں اٹھایا ہے منبر پر لے کر بیٹھ گئے ہیں غور نہیں کیا آپ نے امام کے قدم میں لغزش نہیں ہوتی۔ لغزش نہیں ہوئی تھی۔ پاؤں سے دامن الجھا تھا۔ گرنے والے تھے رسالت نے دوڑ کر گود میں لے لیا۔ کیوں نہیں پوچھتے آپ کے کام کا جملہ ہے۔ پوچھیے تو رسولؐ یہی کہیں گے۔ جو بیان کر رہا تھا وہ حدیث تھی حسینؑ قرآن تھے۔ میں نے دیکھا کہ قرآن گرنے والا ہے حدیث چھوڑ کر قرآن اٹھالیا۔ رسولؐ نے بتا دیا جب حدیث اور قرآن مقابل آجائیں تو قرآن افضل ہوتا ہے، حدیث نہیں، حسینؑ قرآن تھے، رسولؐ حدیث بیان کر رہے تھے۔ یہ ہے معرفت کی بات کہ حسینؑ قرآن ناطق اور ہر امام قرآن

ناطق ہے اسی لیے میر انیسؔ نے یہ بیت دی تھی دنیا کی عظیم ترین بیت عصر عاشور کا منظر:-

قرآن رحلِ زیں سے سرِ فرش گر پڑا
دیوارِ کعبہ بیٹھ گئی عرش گر پڑا

اس سے عظیم تعریف امام کی شعر میں نہیں ہوئی۔ اشقیا نے قرآن گرایا تھا کربلا کی زمین پر انسان کو قتل نہیں کیا تھا۔ کلمہ پڑھنے والوں نے قرآن کو پارہ پارہ کیا تھا تو اس لیے اس طرح تربیت کی تھی کہ قرآن پہچان لو۔ اور اگر حسینؑ قرآن نہ ہوتے تو نماز میں سجدے کی حالت میں پشت پر نہیں آسکتے تھے۔ قرآن کے علاوہ رسولؐ کی پشت پر کوئی اور نہیں آسکتا اور یہ بچپن کا کھیل نہیں تھا نماز بھی جانتے تھے سجدوں کی عظمت بھی جانتے تھے۔ اس لیے کہ بچپن میں لوحِ محفوظ کا مطالعہ کرتے تھے بتایا صرف یہ تھا کہ ہمارا کھیل ایسا ہے کہ اگر ہم کھیلتے ہوئے پُشتِ رسولؐ پر آجائیں تو رسولؐ بہتر تکبیریں کہتا ہے اور اُمت کے سجدوں کا وقار بڑھ جاتا ہے اتنا طویل سجدہ ہو جاتا ہے کہ ہم سجدے کا ثواب بڑھوا دیتے ہیں جب بچپن آتا ہے تو سجدے وقار بڑھاتے ہیں جب آرام کا وقت آتا ہے تو سجدے میں جا کر سر کٹا دیتے ہیں۔ وہ بچپن ہے یہ بُڑھاپا۔ دونوں کو ملا کر بتایا کہ بچپن اور بڑھاپے کو برابر رکھ کر دیکھ لینا وہاں بھی ہم سجدے کی عظمت جانتے ہیں اور یہاں سجدے میں قربانی دے کر یہ بتا رہے ہیں کہ بچپن سے بڑھاپے تک سجدوں کا تسلسل دیکھ لینا تو یہ ہے بچوں کی پرورش۔ قدرت نے خود چاہا۔ کائنات میں آپ نے کہیں نہیں دیکھا ہوگا کہ کسی گھرانے میں دو بھائی ایک سال میں پیدا ہوئے ہوں ایک واحد مثال ہر امام کی حیات میں ایسی دلیلیں موجود ہیں کہ امام کو پہچاننا مشکل نہیں ہے۔ پندرہ رمضان کو حسنؑ پیدا ہوئے اب دوسرا رمضان آئے گا تو سال پورا ہوگا رمضان سے رمضان تک بارہ مہینے ہوں گے شعبان پہلے ہے پھر رمضان ہے۔ رمضان کے

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

بعد شوال، ذیقعدہ۔ ذی الحجہ، محرم، صفر، ربیع الاول، ربیع الثانی، جمادی الاول، جمادی الثانی، رجب، شعبان، ۳ شعبان کو حسینؑ پیدا ہو گئے۔ امام حسنؑ کی ولادت کے دس مہینے کے بعد یعنی سال کے اندر امام حسینؑ کی ولادت ہوئی۔ قرآن نے اعلان کیا کہ دنیا میں صرف دو بچے چھ ماہ کے پیدا ہوئے ہیں ایک جناب یحییٰؑ اور جناب امام حسینؑ چھ ماہ نورِ مادر میں رہے۔ چھ ماہ کا بچہ بچتا نہیں ہے ستوانسا بچ جاتا ہے پھر اٹھوانسا نہیں بچتا مشہور باتیں ہیں یہ۔ چھ ماہ کا بچہ اگر پیدا ہو جائے زندہ نہیں رہتا۔ دنیا میں دو ہی مثالیں ہیں۔ یحییٰؑ اور حسینؑ۔ اس لیے کہ ایک سال میں دونوں آجائیں دونوں ایک نور کے برابر حصے ہیں۔ دس مہینے کا فرق ہے۔

ایک سال میں دونوں ظاہر ہوئے تا کہ دونوں ایک ساتھ نانا کی گود میں پروان چڑھیں۔ دونوں زانو خالی نہ رہیں۔ ایک زانو پر حسنؑ ہوں تو دوسرے پر حسینؑ ہوں اور قدرت کا انتظام یہی تھا کہ دنیا رسولؐ کو ابتر ابتر کہہ کر یہ چاہتی تھی کہ یہ ظاہر کر دے کہ رسولؐ کا وارث نہیں ہے تو قدرت نے بھی اصرار نہیں کیا کہ تم مان لو کہ وارث ہے کہ نہیں اچھا ہے کہ وراثت پر پردہ پڑ جائے بیٹا نہیں ہے تو تم یہی سمجھتے رہو کہ رسولؐ کا کوئی وارث نہیں ہے۔ اسلام کا کوئی رکھوالا نہیں۔ لیکن انسان کی فطرت ہے کہ ایک گھر بناتا ہے باغ لگاتا ہے چمن سجاتا ہے تو اس کی خواہش ہوتی ہے کاش کوئی وارث بھی آجائے اور جس کی اولاد نہیں ہوتی وہ تڑپتا ہے سجدے کرتا ہے دعائیں مانگتا ہے کہ ایک وارث آجائے، قرآن نے سورۂ مریم میں بیان کر دیا کہ زکریاؑ کی عمر سو سال سے زیادہ ہو چکی تھی لیکن جب محراب عبادت میں آئے تڑپ کر یہی کہا پروردگار ایک بیٹا عطا کر دے،

فَهَبْ لِيْ مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا۔ يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ آلِ

يَعْقُوْبَ۔ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا۔ يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ اسْمُهٗ يَحْيٰى (سورہ مریم آیت ۶ اور ۷)

''پروردگار مجھے اپنی درگاہ سے ایک وارث عطا کر، جو میرا وارث ہو اور آلِ یعقوب سے بھی ورثہ پائے اور اُسے پسندیدہ قرار دے، اللہ نے فرمایا اے زکریاؑ یقیناً ہم تم کو ایک فرزند کی خوش خبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰؑ ہوگا'' زکریاؑ نے بیٹا مانگا اور ہم نے بڑھاپے میں زکریاؑ کو یحییٰؑ جیسا بیٹا دے دیا۔ ابراہیمؑ بوڑھے تھے۔ سو برس سے اوپر عمر ہو گئی تھی لیکن ہم نے اسماعیلؑ اور اسحٰقؑ جیسے بیٹے عطا کر دیے تو ہر نبی کو جانشین عطا کرنے والا اگر چاہتا تو اپنے حبیبؐ کو بھی ایک بیٹا عطا کر دیتا اور اگر دیا تھا تو زندہ رکھتا چار بیٹے دیئے تین سال سے زیادہ کوئی بیٹا جیا نہیں۔ پروردگار بیٹے کو کیوں نہیں زندہ رکھتا؟

ارادۂ الٰہی ہے ہم چاہتے یہ ہیں کہ وارثت پردے میں رہے اور اس طرح پردے میں رہے کہ ایک بیٹی دے کر اسے پردے میں چھپا دیا، دنیا سمجھتی رہی کہ وارث نہیں ہے، بچے کاندھوں پر آئے تب امت سمجھی کہ وارث آگئے اس طرح انتظام کیا اس طرح اہتمام کیا کہ چمنِ اسلام کے محافظ یہ تھے۔ تحفظِ دین یہ بچے کریں گے، جس شان سے ان کو تحفظ کرنا تھا اُسی شان سے ان بچوں کی پرورش بھی کی گئی۔ اہتمام کے ساتھ ان کی پرورش کی گئی اور کل بھی پڑھ چکا کہ ہر آن پیغمبرؐ اسلام کا حدیث سنانا کہ کھڑے ہوں تو امام یہ بیٹھ جائیں تو امام، ان سے جو صلح کرے اس سے میری صلح، ان سے جو جنگ کرے اس سے میری جنگ۔ یہ میرے گلشن کے دو پھول ہیں۔ یہ سيّدا شبابِ اهلِ جنّت ہیں۔ یہ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ حُسينٌ مِنّي وانا مِنَ الحسين بار بار حدیثیں سنانا اُمت کو کہ ان کو پہچان لو سمجھ لو یہ امام ہیں یہ امام ہیں۔ یہ میرے وارث ہیں، ان دونوں بچوں کو پہچان لو، یہ میرے ہمشکل ہیں، یہ میری

سیرت پر چلیں گے۔ لیکن علیؑ امام ہیں بعد نبیؐ۔ جب علیؑ اس دنیا سے جائیں گے تو حسنؑ امام ہوں گے تو اہتمام اس گھرانے کا یہی ہوتا ہے کہ نبیؐ نص کرے اور امام اعلان کرے اپنے بعد کے امام کا نبیؐ نے اعلان کر دیا غدیر کے مجمع میں اعلان کیا جائے غدیر میں ڈیڑھ لاکھ کے مجمع میں علیؑ کی امامت کا اعلان نبیؐ نے کیا تھا، اور اب بعدِ نبیؐ علیؑ نے بھی چاہا کہ اُمت کو میں بتا دوں کہ میرے بعد امام کون ہے وفات رسولؐ کو چند مہینے گزرے تھے کہ مدینہ میں ابوصمصام آیا اور اس نے ایک ایک سے پوچھا کہ ''وارثِ نبیؐ کون ہے'' ''ہمیں نہیں معلوم تھا کہ نبیؐ کی وفات ہو گئی'' اُمت نے ابوصمصام کو وارثِ نبیؐ کے پاس پہنچا دیا، خلیفۂ وقت نے پوچھا ''کیا بات ہے؟'' ابوصمصام نے جواب دیا جب میں نے اسلام قبول کیا تھا تو نبیؐ نے مجھ سے یہ کہا تھا کہ ''ابوصمصام اگر تو اپنے قریوں کے اسّی (۸۰) قبیلوں کو مسلمان کر دے گا۔ (چار کتابوں کے حوالے سے جن صاحب کو ضرورت ہو حوالہ طلب کر لیں مجھ سے مع صفحہ نمبر) تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ اسّی (۸۰) ناقے سرخ، سفید آنکھیں، سیاہ دیدے یمن کے زربفت کے تھانوں سے لدے ہوئے میں تجھے دوں گا''۔ ''میں نے اسّی (۸۰) قبیلوں کو مسلمان کر دیا میں نبیؐ سے اسّی (۸۰) ناقے لینے آیا ہوں'' خلیفۂ وقت نے کہا ''گواہ ہے'' ابوصمصام نے کہا ''گواہ مانگ رہے ہو تحریر ہے میرے پاس'' خلیفۂ وقت نے تحریر دیکھی، رسولؐ کی لکھوائی ہوئی تحریر تھی، علیؑ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر تھی، میں محمدؐ بن عبداللہؑ بن عبدالمطلبؑ بن ہاشمؑ بن عبد مناف بن قصیؑ بن کلابؑ یہ عہد دیتا ہوں ابوصمصام کو کہ اگر اپنے قریے کے اسّی (۸۰) قبیلوں کو مسلمان کرے گا تو اسّی (۸۰) ناقے سرخ سیاہ آنکھوں والے یمن کے زربفت کے پارچوں سے لدے ہوئے قطار پوری دے دوں گا'' ابوصمصام نے کہا ''یہ تحریر ہے'' خلیفۂ وقت نے کہا ''رسولؐ نے چھوڑا ہی کیا

ہے۔ ایک ناقہ چھوڑا ایک تلوار ایک گھوڑا ہم کہاں سے اسّی (۸۰) ناقے دیں رہ گیا فدک وہ ہم نے لے لیا ہے، فوج کے کاروبار کے لیے، فوجیوں کو تنخواہ دینے کے لیے، اب کیا ہے۔ ان کی میراث میں جو ہم تمہیں دیں، ابوصمصام نے کہا ''جو نبیؐ کے کیے ہوئے وعدے کو وفا نہ کرے وہ وارثِ نبیؐ نہیں ہو سکتا'' سلمانؓ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے ابوصمصام کا ہاتھ تھام کر اُٹھے اور کہا ''عہد رسولؐ کامل ہوگا آ میرے ساتھ'' ابوصمصام کہتا ہے کہ سلمانؓ میرا ہاتھ پکڑے ہوئے چلے ایک مکان کے دروازے کے قریب پہنچے تھے کہ حجرے سے آواز آئی کہ سلمانؓ تم بھی آؤ اور ابوصمصام کو بھی لاؤ۔ ابوصمصام حیران ہو گیا کہا کون ہے؟ جو بغیر دیکھے میرا نام جانتا ہے۔ سلمانؓ نے کہا جب سامنے جائے گا تو پہچان لے گا۔ ایک بار سلمانؓ نے فضائل بیان کرنا شروع کیے کہا وہ ہے جو بدر کا فاتح ہے جو احد کا فاتح ہے جو خیبر کا فاتح ہے جو حنین کا فاتح ہے جو سورۂ برات لے کر گیا تھا، جس کے لیے آیتِ تطہیر آئی جو مباہلے کے میدان میں نفسِ نبیؐ بن کر آیا۔ جس کے لیے سورہ دھر آئی سلمانؓ بیان کر رہے ہیں۔ ابوصمصام حجرے میں داخل ہو گیا حضرت علیؑ کو تحریر دے دی ہاتھوں کا بوسا لیا۔ کہا یہ تحریرِ رسولؐ ہے علیؑ نے کہا ابوصمصام ہم تم کو اسّی (۸۰) ناقے عطا کریں گے۔ رسولؐ کا وعدہ ہم وفا کریں گے۔ اس روایت کو ''کوکبِ دُرّی'' نے بھی لکھا ہے لیکن دوسری کتابوں میں یہ روایت ایک اور طریقے سے بھی ہے۔ وہ بھی سنائے دیتا ہوں، ''انوارِ المطالب'' میں اس طرح ہے کہ بعدِ وفات نبیؐ، علیؑ مسجد میں بار بار اعلان کرتے تھے کہ اگر کسی پر نبیؐ کا قرض ہو یا نبیؐ نے کوئی وعدہ کیا ہو کسی سے وہ آئے اور مجھ سے لے جائے۔ لوگ آتے تھے علیؑ مُصلّے کو ہٹاتے تھے، سائل جو کچھ مانگتا تھا اتنا ہی اس کو عطا کر دیتے تھے، یہ واقعہ مسجد میں روز ہوتا تھا، اُمت نے کہا کہ اگر ایسا علیؑ کرتے رہے تو پورے عرب میں وارث

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

مشہور ہو جائیں گے۔ جانشین مشہور ہو جائیں گے۔ حکومت کے مُشیر نے کہا کہ تم بھی اعلان کر دو کہ اگر کسی سے وعدہ کیا ہو تو آ کر لے جائے، خلیفۂ وقت نے بھی اعلان کر دیا کہ جس سے رسولؐ نے کچھ بھی وعدہ کیا ہو وہ آ کر ہم سے لے لے مولا علیؑ کو پتہ چلا۔ کہا بہت جلد شرمندگی اٹھائے گا اور رسوا ہوگا۔ اس کے بعد یہ واقعہ ہوا۔ علیؑ نے مُصلّے پر بیٹھ کر کہا تھا کہ جلد رسوا ہوگا۔ ابوصمصام کی تحریر سامنے آئی خلیفۂ وقت رسولؐ خدا کا وعدہ وفا نہ کر سکا اور آخرِ کار مدینے میں رسوائی ہوگئی۔

ادھر علیؑ نے ابوصمصام سے کہا کہ کل صبح سورج نکلتے ہی احزاب کی وادی کے قریب میں پہنچ جانا وعدہ پورا ہو جائے گا، پورا مدینہ اُمنڈ آیا۔ وادئ احزاب بہت بڑی وادی ہے مجمع ہو گیا کہ علیؑ کیسے وعدہ وفا کریں گے رسولؐ کا۔ علیؑ اپنے گھر سے اس شان سے نکلے جیسے رسولؐ کبھی مباہلے کے لیے نکلے تھے۔ ایک پہلو میں حسنؑ ایک پہلو میں حسینؑ، سات اور آٹھ کے سن تھے۔ جب وہاں پہنچے مجمع کو دیکھا۔ دیکھا آپ نے علیؑ نے غدیر کا مجمع بلایا ہے، تاکہ حسنؑ کی امامت کا اعلان کر دیا جائے، چاہتے تو کہتے کہ ابوصمصام میں وعدہ وفا کر رہا ہوں۔ ایک بار حسنؑ مجتبیٰ کی طرف دیکھا اور کہا بیٹے حسنؑ یہ رسولؐ کا عصا ہے۔ سامنے والی پہاڑی پر جا کر ضرب مارو۔ خود نہیں گئے۔ حسنؑ کو بھیجا تا کہ یہ اُمت جو جمع ہے اب میرے بعد آنے والے امام کو پہچان لے وارثِ نبیؐ کو پہچان لے۔ گویا یہ غدیر کا مجمع ہے۔ یہ حسنؑ کی امامت کا اعلان ہونے جا رہا ہے۔ جاؤ بیٹے ضربِ مارو۔ حسنؑ گئے عصائے رسولؐ سے پہاڑی پر ضرب ماری ریت گرنے لگی ایک سفید پتھر برآمد ہوا اس پر لکھا تھا:-

لاالٰه الا اللّٰه مُحَمدُ اَلرسُول اللّٰه علي ولی اللّٰه

امام حسنؑ نے کہا ابوصمصام اس پتھر کو کھینچو، اُس پتھر کو ابوصمصام نے کھینچا۔ ایک رسّی

برآمد ہوئی، حسنؑ مجتبیٰ نے کہا ابوصمصام بس اس رسی کو پکڑ کر کھینچتے جاؤ اور آگے بڑھتے جاؤ۔ پورا مجمع حیرت سے دیکھ رہا تھا، ایک بار وہ پتھر شگافتہ ہوا مہار آگے بڑھی پہلا ناقہ دوسرا ناقہ آیا اسّی (۸۰) ناقوں کی قطار لیے ہوئے ابوصمصام جا رہا تھا، ناقے سرخ سیاہ آنکھوں والے اور زربفت کے تھان لدے ہوئے اور حسنؑ مجتبیٰ آواز دے رہے تھے ابوصمصام اگر اسّی (۸۰) کا وعدہ نہ ہوتا تو قیامت تک قطار بڑھتی رہتی ناقے پہاڑی سے نکلتے رہتے۔ اور کسی نے بڑھ کر پوچھا پتھر شگافتہ کیسے ہو گیا (پرسوں کی تقریر کا جملہ یاد ہے نا جو معجزہ نہ دکھا سکے وہ امام نہیں) تاریخ میں کتنے امام ہیں کسی کا کوئی معجزہ بھی ہے۔ پہلی پہچان عصمت ہے دوسری پہچان امام کی معجزہ ہے۔ علیؑ نے کہا پہچان لو یہ ہے امام تو بغیر دلیل یہاں کوئی کام نہیں ہوتا۔ کسی نے کہا کہ یہ کیسے پتھر شگافتہ ہو گیا جواب سنیں گے علیؑ کا۔ کہا ناقۂ صالح کا ذکر نہیں سنا۔ اُمت نے کہا کہ تب ایمان لائیں گے کہ پہاڑی شگافتہ ہوا اور ایک اونٹنی نکلے اپنے بچے کو لیے ہوئے قرآن پڑھیں پتہ چلے گا سورہ ہود گیارہواں سورہ پہاڑ پھٹا ناقہ نکلا بچے کو لیے ہوئے اور پورا صالحؑ کی زندگی کا قصہ ہی یہی ہے کہ ناقے کا قتل ہو جانا عذاب کا آ جانا۔ سارا واقعہ صالحؑ کے گرد ہے۔ علیؑ نے کہا جس طرح صالحؑ کے لیے پہاڑی شگافتہ ہو سکتی ہے وہاں ایک ناقہ نکلتا ہے یہاں اسّی (۸۰) ناقے نکلتے ہیں اور سنو ناقۂ صالحؑ کی تخلیق شگافتہ سے دو ہزار برس پہلے اللہ نے ان ناقوں کو خلق کیا تھا یہ امام ہی بتا سکتا ہے کوئی اور نہیں۔ یہاں اُمّت عاجز ہے جہاں اُمّت عاجز ہو جائے وہی امام ہوتا ہے۔ وہی حکیم ہوتا ہے، قرآن کے آگے بھی اُمّت عاجز ہے۔ اس لیے کہ قرآن معجزہ ہے۔ جس طرح قرآن معجزہ ہے اسی طرح امام بھی معجزہ ہے۔ اور پھر امام ہر منزل پر معجزہ ہے، طہارت میں بھی معجزہ، عدالت میں بھی معجزہ، عبادت میں بھی معجزہ، شجاعت میں بھی معجزہ، یہ الفظ ایسے ہی نہیں

کہہ دیئے میں نے، بڑے شجاع اسلام میں گزرے لیکن خدا کی قسم حسنؑ مجتبیٰ کی شجاعت کا انداز تاریخ میں اتنی طاقت نہیں کہ لکھ سکے ایک دو لڑائیاں نہیں لڑی ہیں حسنؑ نے تین تو بڑی لڑائیاں لڑی ہیں اور ہر لڑائی میں ۱۷۔۱۷ سترہ سترہ حملے کیے (بہت کم لوگوں کو معلوم ہیں یہ باتیں) حسنؑ مجتبیٰ جمل میں میمنے کے سردار تھے، صفین میں بھی میمنہ انہی کے سپرد تھا، نہروان میں بھی میمنہ انہی کے سپرد تھا۔ میمنے کا علم حسنؑ مجتبیٰ کے ہاتھ میں رہتا تھا۔ پہلی لڑائی جمل ہے بعد وفات رسولؐ پینتیس ۳۵ سال کا سن ہے شہزادے کا، شبیہ رسولؐ ہیں اور کیا سراپا کھینچوں کہ ابو ہریرہ کی حدیث ہے، مدینے کے بازار سے جب حسنؑ نکل جائیں تو ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگ جاتے تھے شاہزادے کی زیارت کرنے کے لیے بازار بند ہو جاتے تھے۔ لوگ دکانیں چھوڑ دیتے تھے۔ دوڑتے تھے ہاتھوں اور پیروں کو چومنے کے لیے کہ رسولؐ نظر آ رہے ہیں، شبیہ رسولؐ آ رہا ہے۔ اور جس کوچے سے گزر جائیں وہ کوچہ منور ہو جاتا تھا۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم سب میں یہی ہے۔ یہ آپ کا شہزادہ تھا۔

جنگ جمل کا پہلا دن تھا، صبح کا ستارہ ڈوب رہا تھا۔ سپیدۂ سحری نمودار تھا۔ علیؑ مُصلّے سے اُٹھے نماز تمام ہوئی ایک بار غلام کو اشارہ کیا۔ گھوڑا لایا گیا۔ علیؑ سوار ہوئے لشکر سج گیا۔ تیس ہزار کا لشکر سامنے تھا جو اونٹ کے گرد تھا۔ تیس ہزار کا لشکر علیؑ کے پاس۔ بصرے کے میدان میں لڑائی ہوئی قیامت کی لڑائی۔ جزیرۂ عرب دو حصوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔ جملہ پھر کہہ دوں اُمت دو گروہوں میں تقسیم ہو گئی تھی اور آج یہ پہچاننا تھا کہ امام کون ہے۔ قدرت نے عورت کو تو کبھی امام بنایا ہی نہیں آج اُمت کو فیصلہ کرنا ہے کہ عورت کو امام مانو گے یا مرد کو جمل کی لڑائی چھڑنے والی ہے۔ علیؑ سوار ہوئے گھوڑے پر۔ تاریخ لکھتی ہے خصوصاً طبری اور اعثم کوفی نے لکھا کہ گھوڑے پر جب سوار ہوئے

تلوار کمر میں حمائل کی جیسے ہی علیؑ گھوڑے پر سوار ہوئے۔ ایک پہلو میں گھوڑے کے عبداللہ ابنِ جعفرؓ بڑھے ادھر سے عقیلؓ کے دس بیٹے گھوڑے بڑھاتے ہوئے علیؑ کا حصار کیے ہوئے بڑھے اور ان کے پیچھے عباس بن عبدالمطلبؓ کے گیارہ بیٹے بڑھے تو تاریخ نے لکھا کہ حیرت سے لوگوں نے دیکھا کہ آفتاب ستاروں کے حصار میں آ رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ آفتاب طلوع ہو رہا ہے اور ستارے جگمگا رہے ہیں اور ایک بار مڑ کر محمد حنفیہؓ کی طرف دیکھا بیٹا اشارے پر قریب آیا علم ہاتھ میں دے دیا کہا بیٹا دانتوں کو دانتوں پر جما لو۔ خطبہ نہج البلاغہ میں موجود ہے ثابت قدم رہو۔ رکابوں میں پیر جمے رہیں تلوار نکال لو نیزے چلیں تلواریں چلیں تیروں کی بارش ہو لیکن تمہارا ذہن لڑائی میں اس طرف رہے جہاں تمہیں حملہ کرنا ہے، بیٹا آخری صف دیکھ رہے ہو نا اس پر نظر رہے اور بڑھاؤ جہاں میری نظر ہے وہاں حملہ کرو۔ بیٹے نے باپ کی نظر دیکھی ساری تاریخوں میں لکھا ہوا ہے کہ علیؑ داہنے دیکھ رہے تھے نہ بائیں دیکھ رہے تھے اور ایک ہی جملہ کہہ رہے تھے:-

"اگر آج یہ اونٹ بچ گیا تو سامری نے جو گیؤ سالہ بنایا تھا جس کی پوجا یہودی کرنے لگے تھے اگر بچ گیا تو اسلام میں اونٹ کی پوجا ہوا کرے گی"

مجمع اونٹ کے گرد تھا اور اونٹ پر عماری تھی سات بار محمد حنفیہ آگے بڑھے حملہ کرنا چاہتے تھے تیروں کا مینہ برستا تھا واپس آ جاتے تھے سات بار واپس آئے جب ساتوں بار واپس آئے تو علیؑ کے پہلو سے ایک بار بجلی چمکی بس لشکر نے اتنا دیکھا کہ ایک سوار ہوا کے دوش پر چلا تیس ہزار کے لشکر کے سمندر کو کاٹتا ہوا ناقے کے قریب پہنچا۔ ناقے کی سیدھی آنکھ میں نیزے کو گاڑ کر واپس آیا۔ علیؑ نے کسی سے پوچھا کون تھا، اصحاب نے جواب دیا آپ کا بیٹا حسنؑ۔ امام حسنؑ تیس ہزار کی یلغار کو کائی کی طرح پھاڑ کر آگے بڑھے تھے اور فاتح واپس آئے تھے۔ اور اب ان جملوں کی عظمت آپ سمجھیں گے علیؑ کا

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

بیٹا واپس آ گیا۔ فوراً محمد حنفیہ کے چہرے پر علیؑ کی نظر گئی۔ علیؑ نے چہرے کا رنگ پہچان لیا کہا بیٹے یہ چہرے کا رنگ کیوں متغیر ہے۔ محمد حنفیہ تم میرے بیٹے ہو وہ رسولؐ کا بیٹا ہے۔ میں پھر وضاحت کر دوں۔ آپ کا بیٹا اگر کوئی کارنامہ کرے آپ فخر سے سب سے کہیں گے میرا بیٹا ہے کسی اور کے حصے میں اس کے کارنامے کو نہیں ڈال دیں گے۔ یہی تو موقع ہے شہرت کا عزت کا، علیؑ نے بتایا میں اپنے لیے نہیں جی رہا نبیؐ کے لیے جی رہا ہوں، رسولؐ کی عظمت منوانے کے لیے جی رہا ہوں نواسے اگر کارنامہ کریں گے تو میں اپنے سر سہرا نہیں بندھواؤں گا۔ یہ رسولؐ کا فخر ہے زبان چسا کر شجاع بنایا ہے۔ محمد حنفیہؒ تو میرا بیٹا ہے لیکن حسنؑ نبیؐ کا بیٹا ہے صفین کے میدان میں عمارؓ یاسر کہتے ہیں کہ جب حسنؑ جنگ کرنے نکلے ہیں اور تیروں کی بارش ہوئی ہے تو ہم نے دیکھا کہ حسنؑ مجتبیٰ نے حملہ کیا پہلے جملے میں ستترؔ اشقیا مارے دوسرے حملے میں ۲۰۲، اشقیا مارے اور اس کے بعد اتنی گرد اٹھی کہ شاہزادۂ حسنؑ گرد میں چھپ گیا میں ڈر گیا کہ آج شاہزادہ واپس نہیں آئے گا لیکن جب گرد چھٹی تو چاند کو چمکتے ہوئے دیکھا سجدۂ شکرانہ کیا چاروں طرف لشکر حسنؑ کو گھیرے ہوئے تھا لیکن شیرِ فاطمہؑ تھا کون کہتا ہے حسنؑ میں شجاعت نہیں کس تاریخ نے لکھ دیا کہ حسنؑ لڑنا نہیں جانتے تھے۔ سب کچھ جانتے تھے۔ صلح سے یہ دنیا سمجھی۔ تو عربی میں صلح کہتے ہی اس کو ہیں کہ جو وار کو روکنے کے لیے ہو یعنی مہلت ہوا کرتی ہے عرب میں یعنی ہم صلح اس بات پر کر رہے ہیں کہ تم بھی تیاری کر لو ہم بھی تیاری کرتے ہیں۔ پھر لڑیں گے دوست سے صلح نہیں ہوتی۔ دشمن سے صلح ہوتی ہے صلح کس سے ہوتی ہے دوستوں میں صلح ہوتی ہے! یا دشمن سے صلح ہوتی ہے۔ حسنؑ نے صلح نہیں کی تھی بلکہ مہلت دی تھی اس لیے مہلت دی تھی تا کہ ایسا میدان سج جائے کہ جہاں تم ہماری شجاعت کو دیکھ سکو اور یہ جو لشکر ہم نے تمہارے حوالے کیا ہے یہ

تم کو مبارک ہو۔ ہم ان کے ساتھ تم سے لڑنے نہیں آئیں گے۔ کیوں یہ فیصلہ کیا حسنؑ نے معرفت کا ایک انسان بھاری ہے لاکھوں جاہلوں پر جملوں پر غور کیجیے گا ایک شخص کوفے کا ناقے پر بیٹھا چلا جا رہا تھا۔ غلام پیدل چل رہا ہے کسی ضرورت سے کہیں گیا واپس آیا تو غلام ناقے پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ تازیانہ لے کر آقا سے کہنے لگا چل میرے ساتھ پیدل، میں آقا ہوں تو غلام ہے۔ بولے گا تو تازیانہ ماروں گا۔ شام پہنچ گیا اسی عالم میں ڈرتے ڈرتے آقا بیچارا۔ غلام نے تجارت کے مال پر قبضہ کر لیا دربار میں مسئلہ پیش ہوا کہا کیا بات ہے۔ کہا یہ کہتا ہے اس کا اونٹ ہے۔ یہ کہتا ہے اس کا اونٹ ہے۔ آقا اور غلام دونوں، ایک اونٹ اور تمام مال کے دعوے دار ہیں۔ تو جو غلام تھا اس نے بڑھ کر کہا کہ میرا اونٹ ہے۔ یہ میرا غلام ہے فیصلہ کر دیا کہ ہاں اسی کا اونٹ ہے لے جانے دو اس کو جب یہ فیصلہ ہو گیا۔ چالیس گواہیاں بھی غلام نے اپنے حق میں دلوا دیں ہیں ظاہر ہے گواہیاں کیا ہیں جب مال بٹ جائے گا تو چالیس کیا چار ہزار بھی اس کی گواہی دے دیتے زر و جواہر اس پر لدا ہوا تھا تجارت کا مال تھا چالیس گواہ شام میں ملنے کیا مشکل تھے۔ جب چالیس گواہیاں ہو چکیں فیصلہ ہو گیا تو وہ بیچارا اکیلا جو آقا تھا جس کا وہ مال تھا اس نے کہا سرکار یہ گواہیاں جو گزری ہیں اونٹ پر گزری ہیں یہ اونٹنی ہے حاکمِ شام نے کہا کہ میں جانتا ہوں یہ اونٹ نہیں اونٹنی ہے۔ اب کیا ہوتا فیصلہ ہو چکا تھا۔ کہا تو کوفے کا معلوم ہوتا ہے۔ اس نے کہا ہاں میں کوفے کا ہوں، حاکمِ شام نے کہا جاؤ فیصلہ تو اب نہیں بدل سکتا ہاں علیؑ سے جا کر کہہ دینا کہ صفین میں ہم ایسے سپاہیوں کو لا رہے ہیں تمہارے مقابلے میں جو اونٹ اور اونٹنی میں تمیز نہیں کر سکتے۔ آپ نے غور نہیں کیا جہالت کے مجمع سے معرفت کے پانچ آدمی کافی ہیں۔ حسنؑ نے جاہلوں کا مجمع صلح کر کے حوالے کر دیا تھا کہا جہلاً کو تو لے جا۔ یہ اونٹ اور اونٹنی کا فرق

نہیں جانتے۔ یہ ہمارے لشکر میں رہنے کے قابل نہیں ہیں۔ ہم کو تو وہ چاہیے جو اتنی معرفت رکھتا ہو جو آنے والے دور کی خبر دے وہ سلمانؓ ہو وہ ابو ذرؓ ہو وہ مقدادؓ ہو وہ عمارؓ ہو وہ قنبرؓ ہو ہمیں جہلاً کی ضرورت نہیں ہے۔ میثمؓ جیسے عارف کامل کی ضرورت ہے قنبرؓ جیسے معرفت رکھنے والے کی ضرورت ہے تو امام حسنؑ نے جماعت کو مہلت دے دی کہ اگر شعور پیدا کر سکو تو شام میں جا کر دیکھ لو کہ صرف دولت سے تمہیں خرید کر غلام بنایا گیا ہے جب بیزار ہو جانا شاہی سے، اگر اس قابل ہو گے تو لشکر میں لیں گے۔ دس سال انتظار کیا حسینؑ نے آواز دی کہ لشکر اب بنے گا۔ شعور پیدا ہو چکا۔ تو دیکھ دیکھ کر کہا کہ جاؤ واپس جاؤ چھ مہینے تک یہ کام کیا کہ جو آیا اس سے یہ کہا کہ جاؤ واپس جاؤ گھر لٹوانا چاہتے ہو سر کٹوانا چاہتے ہو تو ساتھ آؤ۔ لوگ چھٹنے لگے کٹنے لگے یہاں تک کہ دوسری محرّم کو حسینؑ کربلا پہنچ گئے یہ تسلسل ہے صلح حسنؑ کا کربلا تک اور تم بھی جاؤ، تم بھی جاؤ بڑے بڑے کاروان حج کر کے آ رہے تھے راستے میں ملاقات کرتے تھے سمجھتے تھے کہ لڑائی لڑنے جا رہے ہیں بڑا مالِ غنیمت ملے گا۔ امام حسینؑ خطبہ دیتے تھے کہتے تھے کہ نہیں مالِ غنیمت یا کوئی جنگ کوئی شاہی کسی تخت و تاج کی بات نہیں ہے۔ جسے گھر لٹوانا ہو وہ چلے جسے سر کٹوانا ہو وہ چلے لوگ سنتے۔ قافلے آگے بڑھ جاتے۔ کہاں تو قافلوں کو واپس کرنا اور کہاں علی اکبرؑ کو بھیج کر زہیرؓ کو بلوانا اور خط لکھ کر حبیبؓ کو بلوانا بتانا یہ تھا کہ جہاں بھی معرفت ہے انہیں بلوائیں گے۔ جہلاً کو ہٹائیں گے چراغ بجھا کے کہیں گے کہ جاؤ، یہاں چراغ بجھے اور کہا جائے کہ جاؤ، وہاں خط لکھا جائے اور کہا جائے کہ حبیبؓ آؤ یہ ہے امامت ان مسئلوں کو شاہی کیا سمجھے گی اور ملوکیت کیا سمجھے گی، امام ہی سمجھ سکتا تھا اور امام ہی جانتا ہے کہ آنے والی تاریخ میں امامت پر شکوک و شبہات کس طرح ظاہر کیے جائیں گے اور قلم کیا کیا لکھیں گے اس لیے امام کی بصیرت کو دیکھو اور امامت کو

پہچانو۔ کربلا میں پہنچتے ہی پہلا کام یہ کیا عباسؑ ذرا کرسی رکھ دو۔ کرسی رکھ دی گئی حسینؑ کرسی پر تشریف فرما ہوے کہا عباسؑ ذرا غاضریہ اور نینوا کے جتنے گاؤں ہیں جتنے کسان ان میں ہیں انہیں بلواؤ۔ سارے بنی اسد آ گئے خالی ہاتھ نہیں آئے جب پتہ چلا کہ نبیؐ کا نواسہ آیا ہے تو نذریں لے کر آئے، حسینؑ نے سب پر ہاتھ رکھ کر قبول کیا اور نذرانے واپس کر دیئے کہا نہیں نذرانے لے کر کیا کریں گے اے بنی اسد ہم نے اس لیے بلوایا ہے کہ یہ پوری زمین نینوا کی اور غاضریہ کی یہ پورا چٹیل میدان ہے۔ ہم تم سے خریدنا چاہتے ہیں یہ ساٹھ ہزار درہم ہیں اور یہ رقم لے لو اور یہ زمین ہمارے نام کر دو، بنی اسد نے ہاتھوں کو جوڑ کر کہا فرزند رسولؐ اس زمین کا نام کربلا ہے یہ کرب و بے چینی کی زمین ہے۔ بزرگوں سے سنا ہے جو نبیؐ اس زمین پر آیا تکلیفیں اُٹھا کر گیا فرزند رسولؐ اس زمین کو نہ خریدیں۔ یہاں رہنے کا ارادہ نہ کریں تو چہروں کو دیکھ کر کہا بنی اسد تم نہیں جانتے اس زمین کے لیے ہم خلق ہوئے یہ زمین ہمارے لیے تخلیق پائی۔ تم بیچنا چاہتے ہو یا نہیں۔ کہا جیسی مرضی آپ کی ساٹھ ہزار درہم دے دیئے زمین کا بیع نامہ لکھا گیا جب لکھ گیا تو کہا کہ اے بنی اسد زمین ہم نے خریدی لیکن اب اس پوری زمین کو تم ہی کو ہبہ کرتے ہیں۔ تمہیں مُتولی بنا دیا رقم بھی تمہیں دے دی زمین بھی تمہیں دے دی۔ لیکن تین شرطوں پر کہ :-

اول: آج سے نو دن کے بعد یہاں کچھ لاشے ہوں گے تم قبریں بنا دینا۔

دوم: جب قبریں بن جائیں اور مسافر قبروں کا پتہ پوچھتے آئیں تو مسافروں کو قبروں کی نشاندہی کر دینا اور

سوم: یہ کہ جو مہمان آئیں اس ہبہ نامہ کی رقم سے تم تین دن اپنا مہمان رکھنا وہ دن اور چودہ سو برس گزر گئے آج بھی اس امام کے روضہ پر جائیں پہلے آپ امام

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

کے مہمان ہوتے ہیں کھانا وہاں سے ملتا ہے۔ وہ رسم آج تک قائم ہے کربلا میں اور امام رضا کے روضے پر اور کاظمین میں وصیت ہے۔ ہبہ نامہ چلا آرہا ہے غور کیا آپ نے، زمین نہ خریدتے تو کیا تھا زمین خرید کر کربلا کی زمین کو اپنی جاگیر بنایا اور تاریخ میں لکھوایا کہ کربلا میری جاگیر ہے۔ یزید کا لشکر میری جاگیر پر آیا اس نے مجھ پر حملہ کیا میں نے دفاع کیا لڑائی میری زمین پر ہوئی ہے میں یزید کے ملک پر حملہ کرنے نہیں گیا۔ بتاؤ جارح کون ہے جارحیت کس نے کی ہے۔ حملہ کس نے کیا ہے۔ میں نے دفاع کیا۔ میری زمینوں پر لڑائی ہوئی۔ آج دنیا کی لڑائیوں کا یہی مسئلہ ہے جس ملک کی زمین پر حملہ ہو لڑائی ہو حملہ آور جارح ہوتا ہے اور دفاع کرنے والا مظلوم ہوتا ہے یہی مسئلہ ۱۹۶۵ء میں ہندوستان و پاکستان کی جنگ کا تھا یہی مسئلہ ایران و عراق کی جنگ کا ہے۔ اسی پر جنگ بندی نہیں ہورہی ہے کہ پہلے یہ فیصلہ ہو کہ جارح کون ہے، حسینؑ نے تاریخ میں پہلے لکھوایا کہ جارح یزید ہے، تم بعد میں بحث کرو گے ہم پہلے لکھوا رہے ہیں ہم جانتے ہیں اس اُمت کو پہچانتے ہیں۔ اس لیے ہم نے اس اُمت سے پہلے منوالیا کہ زمین ہماری ملکیت ہے اور جملہ بھی آپ کو پسند آئے گا اور آپ قدر کریں گے حسینؑ جانتے تھے کہ اسلام میں کتنے لوگ ایسے تھے کہ جو زمین کو خریدے بغیر رسولؐ کے حجرے میں دفن ہوئے اور قیامت تک کے لیے غصب شدہ زمین پر سو رہے ہیں۔ حسینؑ نے بتایا ہم امام ہیں زمین خرید کر قبر بناتے ہیں۔ غصب شدہ زمین پر نہیں سوتے۔ یہ ہے امام یہ ہے امت وہ اُمت ہے کہ جو زمین نہ خریدے اور دفن ہو کر آرام کرنے لگے۔ حسینؑ نے بتایا نہیں نہیں ہمارے خاندان کا دستور ہے ابراہیمؑ نے زمین پہلے خریدی تھی۔ پھر قبر بنائی یعقوبؑ، یوسفؑ نے زمین خریدی پھر قبر بنائی۔ علیؑ نے صفین سے واپسی میں نجف کا پہاڑ خرید لیا تھا دنیا کو نہیں معلوم تھا کہ پہاڑ

کیوں خریدا۔ جب چالیس ہجری میں علیؑ کی قبر وہاں بن گئی تب پتہ چلا راویوں کو کہ علیؑ نے زمین کیوں خریدی۔

حسینؑ نے بھی کربلا کی زمین خریدی تھی اور جب زینبؑ نے کہا کہ بھیا زمین کا قبالہ علی اکبرؑ کے نام لکھ دیا جائے تو کتنا اچھا ہے تو اتنا ہی کہا بہن سب کا حصہ ہے اس میں۔ علی اکبرؑ بھی دو گز زمین پائیں گے ان کے حصے کی زمین بھی انہیں مل جائے گی۔ اب چونکہ زمین ہی نکل آئی موضوع اس لیے اسی پر آگے بڑھتے ہو تقریر کو ختم کردوں۔

گیارہ محرم کی صبح کو بغیر پردوں کی محملیں اور کجاوے اور ان پر بیبیاں تھیں، راستے بہت تھے کسی طرف سے بھی ناقے جاسکتے تھے لیکن عمر سعد نے حکم دیا شمر کو ناقے اِدھر سے لے جاؤ جدھر ان کے وارثوں کے لاشے پڑے ہیں، ظلم کی حدیں اُمت تمام کررہی تھی امام کے گھرانے پر۔ یہ امام والے تھے وہ اُمت تھی۔ مقتل کی راہ سے لے کر چلے۔ جملہ سنیں گے۔ جب ناقہ شہزادی زینبؑ کا مقتل کے قریب پہنچا۔ نفسیاتی تقاضا تھا کہ لاشوں پر نظر ہوتی میدان پر نظر ہوتی لیکن جیسے ہی دیکھا کہ ناقوں کا رخ مقتل کی جانب ہے چہرہ موڑ لیا اب کسی طرف آپ کی شاہزادی نہیں دیکھ رہی تھیں۔ بس چہرۂ امامت پر نظر ہے اسی لیے معصوم نے کہا کہ زینبؑ عالمۂ غیر مُعلّمہ تھیں ابنِ عباسؓ جو مفسرِ قرآن تھے شاگردِ علیؑ ہیں شہزادی زینبؑ کو عقیلۂ بنی ہاشم کہتے تھے، کسی نے علم نہیں سکھایا ایسی عالمہ جنہوں نے کسی سے سیکھا نہیں قدرت نے علم عطا کیا تھا تو علم کا یہ عالم کہ بھائی کے لاشے پر نظر نہیں بھتیجے کے چہرے پر نظر ہے امام کو دیکھ رہی ہیں سمجھئے آپ کیوں دیکھ رہی ہیں دور ہے بھتیجا۔ میں کیا کرسکتی ہوں کم سے کم میں چہرے کو تو دیکھتی رہوں کیوں بیٹا میرے لال ذرا اپنے کو سنبھالو چہرے کا رنگ متغیر کیوں ہوگیا سیّدِ سجادؑ بیٹا چہرہ زرد کیوں ہورہا ہے بیٹے اپنے کو سنبھالو پھوپھی دور ہے ورنہ بازو تھامتی سیّد سجّادؑ کہتے ہیں۔

پھوپھی امّاں آپ نے دیکھا نہیں ان اشقیاء نے اپنے سپاہیوں کی قبریں بنائیں ہیں نماز جنازہ پڑھی ہے پھر دفن کیا ہے۔ مرے بابا کا لاشہ بے گور و کفن پڑا ہے دھوپ میں، یہ کیسے مسلمان ہیں! کیسی اُمت ہے۔ یہ شہزادی ہی کہہ سکتی تھیں اس لیے کہ قافلے میں بزرگ اب ایک ہی بچا ہے جس نے رسولؐ کا دور دیکھا ہے۔

کہا بیٹا میں نے اپنی ماں سے سنا ہے میری ماں فاطمہ زہراؑ کہتی تھیں زینبؑ جب تو جائے گی لاشہ بے گور و کفن ہوگا لیکن سیّد سجّادؑ سے کہنا کہ قبر بنے گی مزار بنے گا زائر آئیں گے طواف کریں گے حسینؑ کے روضے پر ملائکہ آئیں گے۔

مجلسِ چہارم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"ساری تعریف اللہ کے لیے درود اور سلام محمدؐ اور آل محمدؐ پر"

عشرہ چہلم کی چوتھی تقریر آپ حضرات سماعت فرمارہے ہیں۔ "امام اور اُمت" یہاں کی تقریروں کا عُنوان ہے۔ تین تقریریں آپ نے سماعت فرمائیں جس میں ہم نے اس عہد تک اپنی بات پہنچائی کہ جو تاریخِ اسلام کا اہم ترین عہد ہے جسے امام حسنؑ کا عہد کہتے ہیں اور یہ وہ ہمارے آئمہؑ طاہرین ہیں کہ جن کی امامت کے اعلان کے وقت کوئی دوسرا امام عرب میں ان کے مقابل نہیں بنایا گیا تھا، اماموں کا سلسلہ بعدِ کربلا شروع ہوا۔ اس لیے کہ ۶۱ھ تک مسلمان مسئلہ خلافت میں ہی الجھے ہوئے تھے اُس وقت تک انہیں مفہومِ امامت معلوم ہی نہیں تھا، بعدِ کربلا وہ سمجھے کہ امامت کیا چیز ہے۔ امامت کسے کہتے ہیں، کہنے کو چھوٹا سا جملہ ہے لیکن بہت بڑا جملہ ہے اگر آپ غور کریں کہ مفہومِ امامت جب سمجھ میں آیا کہ جب خلافت رسوا ہوگئی ابھی تک خلافت کو عزت دار شے سمجھ رہے تھے تو ایک اور جملہ کہہ دوں کہ تاریخ میں کسی نے لکھا تھا کہ حسینؑ نے کربلا میں کیا کامیابی حاصل کی تخت و تاج بھی یزید کا رہا اس کا ملک بھی باقی رہا وہ زندہ بھی رہا پورا نظامِ خلافت باقی رہا تو حسینؑ نے کیا کِیا اور اس کے بعد جو خلافتوں کا سلسلہ چلا تو صدیوں باقی رہا تو تاریخِ امامت نے یہی جواب دیا کہ:-

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

"حسینؑ نے اس عزت دار خلافت کو مذموم و ذلیل و رسوا بنادیا کہ قیامت تک پھر عزت نہ حاصل کر سکی"۔

حسینؑ کی سب سے بڑی کامیابی یہ تھی کہ رسالت سے ہٹ کر اور خلافِ مزاج الٰہی جس منصب کی بنیاد رکھی گئی تھی وہ رسوا ہوا اور اُمت کو اندازہ ہو گیا۔ اُمت یہ سمجھ گئی ابھی تک اس غلط فہمی میں تھی امت کہ آل محمدؐ خلافت کے حریص ہیں خلافت چاہتے تھے اور چاہتے ہیں لیکن بعدِ کربلا سید الساجدینؑ کی خاموشی نے بتایا کہ مسلمان غلط سمجھ رہے تھے ان کو خلافت نہیں چاہیے تھی تو اگر یہ خلافت نہیں چاہتے تھے تو کیا تھا ان کے پاس جو یہ خلافت نہیں چاہتے تھے تب سمجھ میں آیا کہ اگر خلافت چلی گئی تو کیا ہوا امامت تو ان کے پاس رہی اور ہے تو اب سمجھے کہ امامت کیا ہے کیونکہ امامت کے تاجدار تھے اس لیے کسی چیز کی ضرورت نہیں تھی تب دنیا کی سمجھ میں یہ بات آئی کہ یہ امامت پوری کائنات میں پھیلتی جا رہی ہے اس لیے اب امام بنانا شروع کیے تو بعد کربلا پھر ہر امام کے مقابلے امام بنتے گئے اور پھر دو اماموں کا سلسلہ شروع ہوا ایک وہ امامت جسے خود اُمت بناتی رہی اور ایک وہ امامت جس کو پروردگار نے قائم کیا تھا۔ اور اسی تاریخِ امامت کی بحث کو دیکھ کر اقبالؔ نے ایک نظم امامت کے موضوع پر لکھی اس میں کہا:۔

تو نے پوچھی ہے امامت کی حقیقت مجھ سے
حق تجھے میری طرح صاحبِ اَسرار کرے
ہے وہی تیرے زمانے کا امامِ برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے

ظاہر ہے کہ اقبالؔ کے شعر ہیں آسانی سے اگر سمجھ میں آجائیں تو پھر اقبالؔ کے شعر کیا سب کچھ واضح ہے بات کو ذرا سا بلیغ کر دیا یہ کہہ کر کہ:۔

جو تجھے حاضر و موجود سے بیزا کرے

حاضر و موجود یعنی معاشرے کی زمانے کی ملک کی غلطیاں، جرائم، فسق و فجور۔ عہد کی ہر برائی سے تجھ کو بیزار کرے وہ ہے امام تو ہمارے ہر امام نے اپنے عہد میں اپنے زمانے کی ساری برائیوں سے بیزار کرنے کے لیے آوازِ حق اُٹھائی۔ یہی ہے داستانِ امامت۔

حسینؑ کی آواز یہی تھی کہ ہم معاشرے کی ان برائیوں سے بیزار ہیں حاضر و موجود سے زمانے کو امت کو بیزار کرنے کے لیے حسینؑ کربلا میں آئے۔ پھر بعد کربلا ہر امام نے یہی کام کیا کہ معاشرے کی جتنی بھی برائیاں تھیں صرف امت کو ان سے بیزار کرنے میں اپنی عمر صَرف کر دی۔ بس یہی ہے ہر امام کی حیات اور آج ہمارے سلسلے میں جو امام آ رہا ہے وہ ہمارا اور آپ کا چوتھا امام علی ابن الحسینؑ ہے اور آج ہم اس کی امامت پر گفتگو کریں گے ہمیں یہ اندازہ ہے کہ ہمارا موضوع غریب ہے نیا نہیں۔ ایک ہوتا ہے ضعیف ایک ضعیف روایت ہوتی ہے ایک ہوتی ہے غریب روایت۔ ضعیف روایت تو یہ ہے کہ جو بالکل ہی سند کے اعتبار سے کمزور ہو۔ غریب روایت وہ ہے کہ مستند ہو انتہائی مستند ہو۔ معصوم سے بھی ہو علما نے بھی اس کی تائید کی ہو۔ لیکن آپ نے نہ سنی ہو وہ غریب روایت ہے ویسے ہی میرا موضوع بھی غریب ہے۔ غریب یعنی جس موضوع کو آپ جانتے ہوں اور پہچانتے ہوں امام بھی جانتے ہیں اُمت بھی جانتی ہے جو سنا رہا ہوں ان سب سے واقف ہیں آپ لیکن جو روح ہے جو میں بتانا چاہتا ہوں وہ پردۂ غیب میں ہے میرے موضوع کے اعتبار سے، اس لیے یہ موضوع غریب ہے اور میں عادی ہوں ایسے موضوعات کہ ان پر گفتگو کی جائے جن پر عام طور سے گفتگو کرنے سے پرہیز کیا جاتا ہے عام موضوعات تو آپ مسلسل سنتے ہی رہتے ہیں، یہ کار آمد

چیزیں ہیں، اب اس وقت اسی تسلسل کے ساتھ، اسی ترتیب کے ساتھ کل کی تقریر اور پرسوں کی تقریر بھی تھی ایک چیز بڑی اہم امام حسنؑ سے متعلق آپ نے سنی ہے پڑھی ہے بتاؤں گا تو آپ کہیں گے کہ یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے سنی ہوئی ہے۔ لیکن مجھے اس پر ہی تبصرہ تمہید میں کرنا ہے۔ تا کہ میں آگے بڑھ سکوں اور پھر اپنی گفتگو کا آغاز کروں گا۔

سنا ہو گا آپ نے کہ ایک شخص آیا مولائے کائنات کے پاس بھوکا تھا کھانے کا وقت ہوا جو کی روٹیاں نکال کر سامنے رکھ دیں وہ روٹیاں گھٹنوں کے نیچے رکھ کر توڑی گئیں زور لگا کر تو اس کے حلق میں روٹی اٹک گئی تو آپ نے فرمایا کہ اگر بہتر کھانا کھانا ہے تو میرے بیٹے حسنؑ کے دستر خوان پر چلا جا، سنا ہے یہ واقعہ آپ نے تو امام حسنؑ کا دستر خوان آپ نے سنا ہو گا اور آپ کرتے بھی ہیں ۲۲ جمادی الثانی کو۔

امام حسنؑ کے تاریخی دستر خوان سے اِس دستر خوان کا کوئی تعلق نہیں کہ جو دستر خوان امام حسنؑ کا آپ کرتے ہیں، اس کا تعلق امام حسنؑ کے تاریخی دستر خوان سے کچھ نہیں، آپ جو امام حسنؑ کا دستر خوان کرتے ہیں یہ دراصل ایک عید ہے۔ اور تاریخ میں امام حسنؑ کا دستر خوان مشہور ہے۔ وہ غریبوں، ناداروں اور مسافروں کے لئے تھا۔ قرآن کی آیت ہے "فَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ"
(سورہ روم آیت ۳۸)

"اگر اللہ کی رضا چاہتے ہو تو قرابت دار، مسکین اور مسافروں کا حق ادا کر دو"

امام حسنؑ بحکم خدا مسکین اور مسافر کو اپنے دستر خوان پر کھانا کھلاتے تھے۔ تو باپ کا یہ عالم کہ جو کی روٹی گھٹنوں سے توڑ کر کھائی جائے۔ بیٹے کا دستر خوان اتنا بڑا کہ عرب کا کوئی آدمی آئے، بغیر کھانا کھائے وہاں سے نہ جائے۔ لنگر ہر وقت جاری ہے تو تاریخ نے دیکھا کہ اتنا بڑا دستر خوان، گاؤں گاؤں سے لوگ آتے ہیں۔ جزیرۂ عرب کے ہر خطے سے اور امام حسنؑ کے دستر خوان پر کھانا کھاتے ہیں تو اب سمجھ میں تو کچھ نہ آیا تاریخ

نے لکھا کہ بعدِ علیؑ بھی وہ دستر خوان جاری رہا اور حیات علیؑ میں بھی۔ مورخین نے تاریخ میں لکھا کہ بات یہ تھی کہ حسنؑ نے ساٹھ لاکھ میں خلافت معاویہ کے ہاتھ بیچ ڈالی تھی اور وظیفہ لینے لگے تو رقم تو آتی تھی اسی میں کھلاتے پلاتے تھے لوگوں کو، کیا تاریخ کی یہ بات آپ مان لیں گے اور اگر نہیں مانیں گے تو یہ سوال تو آپ کے ذہن میں آئے گا نا کہ یہ دولت کہاں سے آتی تھی کہ چوبیس گھنٹے تنور روشن رہے اور دستر خوان سجا رہے اور ہزاروں آدمی کھانا کھائیں اور چلے جائیں بس اس مسئلے کو ہم حل کر لیں تو تقریر ہماری آگے بڑھ جائے گی۔ ذہن میں ہمیشہ یہ بات رکھیں کہ آل محمدؐ غریب نہیں تھے۔ مفلس نہیں تھے، نادار نہیں تھے، کبھی اگر کوئی یہ بات بیان کرے یا کوئی لکھ دے تو کبھی اس پر اعتبار نہ کیجئے گا۔ اب آپ کے ذہن میں جتنے سوال آتے جائیں گے میں خود اس کی دلیل دیتا جاؤں گا۔ فوراً آپ کے ذہن میں سوال آیا ہو گا کہ پھر وہ جو فاقے ہوتے تھے گھر میں بچوں کے وہ کیا تھا۔ عہد رسولؐ میں خود رسولؐ بھی نادار تھا، اہلِ بیتؑ بھی نادار تھے۔ اور اس کی ایک ہی وجہ تھی کہ اسلام پالا جا رہا تھا جیسے جیسے اسلام کا دائرہ وسیع ہو رہا تھا نا معلوم کتنے غریب و نادار مفلس و بھوکے چلے آ رہے تھے جتنا مال غنیمت آتا جب وہ بچ جاتا تھا تو اصحاب صُفّہ جو مسجدِ نبوی کے چبوترے پر پڑے رہتے تھے بھوکے اور پیاسے اُن کو آلِ محمدؐ اپنے حصے کا مالِ غنیمت وہاں بھجوا دیا کرتے تھے اور خود فاقے کرتے تھے، سمجھ رہے ہیں آپ یعنی حد یہ ہے کہ مالِ غنیمت میں جو شہزادی فاطمہ زہراؑ کا حق ہے۔ بچوں کا حق ہے وہ بھجوا دیا تو بھجوا دیا حد ہے کہ اگر شاہِ حبش نے چاندی کے کنگن تحفے میں بھیج دیئے اور رسولؐ گھر میں آ گئے اور صرف کنگن پر نظر پڑ گئی تو اسی وقت اُتار کر فضہؑ کو دیئے کہ بیچ کر یہ رقم اصحاب صُفّہ کو دے آ۔ رسولؐ کی نظر پڑ گئی ہے ان کنگنوں پر۔ یعنی کوئی چیز عزیز نہیں ہے زہراؑ کو یا علیؑ کو خوشنودئ اللہ و رسولؐ سے بڑھ کر

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

خیبر کا مالِ غنیمت اس کا اندازہ نہیں کر سکتا کوئی لیکن گھر کے دروازے پر پہنچنے سے پہلے ہی سب تقسیم ہو گیا۔ سب بٹ گیا تھا۔ گھر میں آئے تو خالی ہاتھ آئے۔ حیاتِ پیغمبرؐ تک گھر میں فاقے اس لیے تھے کہ مسلمان بھوکا نہ رہے اور قدرت یہ چاہتی تھی کہ حسنؑ اور حسینؑ سات سال کی عمر تک سورہ دھر کے نزول تک فاقے سے رہے ہیں گویا گیارہ ہجری تک اہلِ بیتؑ کے یہاں فاقہ ہوا ہے گھر میں۔ اس کے بعد پھر کوئی فاقہ نظر میں نہیں آتا پھر کسی نے فاقہ نہیں کیا۔ کیوں؟ پہلی بات تو یہ ہے کہ اب مسلمانوں میں کوئی غریب اور نادار نہیں رہا پوری اُمت دولت مند بن چکی ہے دوسری بات یہ ہے قدرت نے آواز دی کہ حسنؑ و حسینؑ تمہارا امتحان فاقہ نہیں ہے تمہارا امتحان قربانی ہے اس لیے اب جتنی زندگی گزرے وہ آرام سے گزرے ہم چاہتے ہیں یہ امتحان تمام ہو۔ جو سیرت تمہیں پیش کرنی تھی زہراؑ اور علیؑ کے ساتھ پیش کر چکے تو قدرت اب کہیں سے درخت نہیں لگا کر دے گی۔ دولت کا انبار نہیں لگا کر دے گی آسمان سے دولت نہیں برسے گی۔ بلکہ قدرت یہ چاہتی ہے کہ علیؑ اُمت کے لیے ایسے امام بن جائیں یہ سیرت بنا کر پیش کریں کہ دولت کیسے کمائی جاتی ہے۔ اور جائز دولت کا صرفہ کیا ہوتا ہے قدرت چاہتی ہے کہ اب فاقہ نہ ہو اور اب تم نادار نہ کہلاؤ اسی لیے رسولؐ نے فدک لکھ دیا۔ چالیس لاکھ دینار سالانہ کی آمدنی تھی۔ اگر زہراؑ کے پاس فدک ہوتا تو عرب کی ملکہ زہراؑ ہوتیں لیکن چھین لیا گیا۔ رسولؐ نے سات باغ شاہزادی کے نام لکھے تھے۔ علاوہ فدک کے۔ فدک سب سے بڑی جاگیر تھی وہ باغ نہیں تھا وہ ایک پوری ریاست تھی۔ علاوہ فدک جناب سیدۂ عالمؑ کے سات باغ تھے ان کو جناب فاطمہؑ نے اولادِ ہاشم و عبدالمطلب کے لیے وقف کیا تھا ان کے نام یہ ہیں۔ ۱۔ العواف، ۲۔ الذلال، ۳۔ البرقہ، ۴۔ والمبیت، ۵۔ والحسنی، ۶۔ والصافیہ، ۷۔ اور وہ باغ جو اُمِ ابراہیمؑ ماریۂ

قبطیہ کے پاس تھا۔ اسکی تفصیل علامہ محسن الامین نے ''اعیان الشیعہ'' میں تحریر کی ہے۔

وہ سارے باغات جو رسولؐ نے زہراؑ کے نام لکھے تھے اسی کی متولی جناب فاطمہؑ تھیں اور وصیّت نامہ میں یہ لکھا ہوا تھا کہ رسولؐ ان کے والد عبداللہؑ ان کے والد عبدالمطلبؑ ان کے والد ہاشمؑ ان کے والد عبد منافؑ اُن کے والد قصیؑ اور اُن کے والد کلابؑ جب ان کی نسلیں بڑھیں گی یہ تو شاخیں آرہی ہیں قصیؑ کی اولاد کلابؑ کی اولاد عبد منافؑ کی اولاد بنی ہاشمؑ، ہاشمؑ کی اولاد بنی عبدالمطلبؑ، عبدالمطلبؑ کے دس بیٹے بڑے حارث، حارث کے دس بیٹے عباس، عباس کے دس بیٹے اب یہ پورا خاندان ہے خاندان بڑھتا جا رہا ہے۔ تو آپ خود یہ سوچیں کہ یہ رسولؐ کا خاندان جو بڑھ رہا ہے اس کی پرورش رسولؐ کو کرنی ہے اس لیے وصیت نامے میں یہ لکھا تھا کہ زہراؑ بنی ہاشمؑ، بنی المطلبؑ، بنی عبد منافؑ ان سب کی بیواؤں بے سہارا عورتوں کے بچوں کے وظائف تم دیا کرو گی ان باغات کی آمدنی میں سے، جب وصیّت نامہ جناب فاطمہ زہراؑ نے لکھوایا تو متولی امام حسنؑ کو بنایا۔ اب یہ ذہن میں رہے کہ یہ سات باغات اور یہ باغات ایسے ہیں کہ کھجوروں کے درخت بھی ہیں لیکن جو زمینیں ہیں اس میں کپاس اگائی جاتی ہے اور پھر کپاس کی روئی شام اور افریقہ تک بکتی تھی اور اس کی آمدنی کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا عرب میں اور واحد یہی کھیت تھے کپاس کے یعنی زہراؑ کے باغات میں ہی کپاس اُگتی تھی۔ ورنہ کسی کو کپاس اُگانا نہیں آتا تھا اور جو کپاس اگتی تھی اس کی روئی جو بکتی تھی اس کا ایک حصہ جو زہراؑ کو ملتا تھا وہ روئی زہراؑ اپنے ہاتھ سے چرخے پر کات کر سوت بنا کر۔ اس سوت سے چادریں تیار کر کے بازار میں بھجوا کر بکواتی تھیں اگر آپ نے پڑھی ہیں کتابیں اور آپ کے ذہن میں وہ چیزیں ہیں تو میں اس روایت کو بھی واضح کرتا چلوں کہ شطیطہؒ ایک عورت تھی مومنہ اس کو کچھ تحفے بھیجے آپ کے

ساتویں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے۔ شطیطہؒ کا واقعہ ساتویں امام کی سوانح حیات میں ایک پوار باب ہے۔ شوق اگر آپ کو ہو پڑھیں آپ بحار الانوار بھی چھپ رہی اب اس میں بھی آپ پڑھ سکتے ہیں اور دیگر کتابوں میں بھی آپ نے خط میں لکھا شطیطہؒ تیرے لیے جو چادر بھیج رہا ہوں یہ میری جدۂ ماجدہ فاطمہ زہراؑ کے ہاتھ کی بنائی ہوئی ہے۔ یہ تیرے کفن کے لیے بھیج رہا ہوں ساتویں امام موسیٰ کاظمؑ کے دور تک وہ چادریں رہی ہیں اور پہلے دور میں اگر آپ کو ثبوت چاہیئے تو کربلا میں حضرت امام حسینؑ نے جیب سے رومال نکال کر حرؑ کے سر پہ یہ کہہ کر باندھا تھا میری ماں کے ہاتھ کا بنایا ہوا ہے۔ زہراؑ نے امت کو بتایا کہ چار دیواری میں بیٹھ کر عورت دستکاری کر سکتی ہے۔ اور اس سے رقم حاصل کر سکتی ہے زندگی کو ضائع نہیں کیا ایک سیرت بنائی، سات باغ موجود تھے اور زمانہ نے یہ سمجھا کہ علیؑ کی خلافت چھن گئی دولت کو ہم نے علیؑ سے غصب کر لیا علیؑ نادار ہو گئے۔ مفلس ہو گئے قدرت کچھ اور چاہتی ہے۔ جو لوگ مدینہ گئے ہیں انہیں اندزاہ ہوگا کہ مکہ سے مدینہ تک سڑک کے دونوں طرف جو زمینیں ہیں وہ اتنی پتھریلی ہیں کہ ان پر کاشت نہیں ہو سکتی اور اب ان زمینوں کو اس قابل بنایا جا رہا ہے یہ کبھی ہزارون برس پہلے جوالہ مُکھی پھٹا تھا مدینہ میں تو سارا لاوا اب تک بکھرا ہوا ہے ہزاروں میل تک اس لیے اب ان پتھروں کو ہٹایا جا رہا ہے اور جہاں لاوا ہوتا ہے وہ زمین کاشت کے لیے بڑی اچھی ہوتی ہے اگر اسے کاشت کے قابل بنا لیا جائے تو، اب مدینے میں وہ کام ہو رہا ہے۔ بعدِ وفات رسولؐ مدینہ کے آس پاس میلوں تک جتنی زمینیں پڑی تھیں پتھریلی۔ صبح ہوتی علیؑ حسنؑ اور حسینؑ کو لے کر جاتے بڑی بڑی چٹانیں کاٹ کر دن بھر تین آدمی کام کرتے دو بچے اور ایک علیؑ پچیس سال میں کئی ہزار مربع زمین علیؑ نے اس قابل بنائی کہ وہاں گیہوں اگنے لگا وہاں جَو اُگنے لگا وہاں سارے پھل

اُگنے لگے ''چوبیس کنوئیں''، علیؑ نے کھودے اور ایک فارم بنایا اس کا نام آج ''ینبوع'' جو عرب گئے ہیں انہیں معلوم ہوگا کہ اب ینبوع ایک شہر ہے علیؑ نے اس کا نام ینبوع رکھا تھا اور وہ بہت میلوں تک علیؑ کا فارم کہلاتا رہا۔ اور اب بھی جو لوگ زیارت کے لیے جاتے ہیں تو بیرِ علیؑ کی زیارت کرنے جاتے ہیں یعنی علیؑ کا وہ کنواں جو علیؑ نے کھودا تھا، چوبیس کنوئیں اور ''زراعتی سائنس (Agriculture Science) میں (Hand Pump) علیؑ کی ایجاد ہے کنوئیں سے پانی کو پمپ کے ذریعے کھینچ کر کھیتوں میں پہنچایا کہ مدینہ کی وہ زمین سر سبز و شاداب ہو گئی۔ اور وہیں کھیتوں اور باغوں کے درمیان علیؑ نے ایک مکان تعمیر کروایا تیس میل دور مدینہ سے وہ علیؑ کا فارم آج بھی کہلاتا ہے آج پورا عرب اسی علاقہ کا غلہ کھاتا ہے اور وہیں سے پانی پورے عرب میں سپلائی ہوتا ہے یہ ایک ادنیٰ مولاؑ کے قدموں کا معجزہ ہے آج بھی عرب علیؑ کا دیا ہوا گندم اور پانی استعمال کر رہا ہے۔

آپ کہیں گے کہ علیؑ کو کیا حق تھا کہ وہ زمین پر جا کے کھیت و باغات بنائیں قرآن میں یہ حکم ہے کہ جہاں جہاں زمین پر آسمان نے سایہ کیا ہوا ہے اور جہاں انسان کے قدم بھی نہ پہنچیں وہ ساری زمین نبیؐ کی ہوگی یا اس عہد کے امام کی ہوتی ہے۔ پتھریلی زمین کو علیؑ نے اس قابل بنایا اس کے سینے میں ہل چلا کر اس میں سے کھیتیاں اُگا دیں باغات لگا دیئے اب آپ کو میں تفصیلات میں نہیں لے جانا چاہتا ورنہ میں آپ کو بتاتا کہ اس کی قیمت کیا ہے۔ بس اس کی قیمت یہی ہے کہ پورا عرب وہیں کے غلے پر اور پانی سے پل رہا ہے۔ یہ قیمت کافی ہے۔ لیکن قیمت بھی بتا دوں۔ معاویہ نے امام حسینؑ کو خط لکھا تھا کہ اگر ایک کنواں دے دو تو تین لاکھ دینار دوں گا وہ خط تاریخ میں موجود ہے اب میں آپ سے پوچھوں کہ حسنِ مجتبیٰؑ دسترخوان کہاں سے کرتے تھے؟ کیا

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

معاویہ نے وظیفہ دیا تھا تو کرتے تھے؟ اور اب میں آپ سے پوچھوں کہ اٹھائیس رجب کو حسینؑ مدینے سے نکلے تو کئی سو اونٹ کئی سو گھوڑے اونٹوں پر گیہوں بار، جو بار، نیزے، تلواریں، تیر و ترکش، خیمے، چھولداریاں، شامیانے، چھ مہینے کا سامان سفر و غلّہ لیجانا ہے۔ آج اگر حساب لگائیں تو کئی لاکھ روپے کا خرچہ تھا کیا کسی سے حسینؑ نے وظیفہ لیا تھا؟ نہیں ابھی واضح نہیں ہوئی بات، علیؑ کی تیرہ بیویاں تھیں اٹھارہ بیٹے اٹھارہ بیٹیاں۔ نواسے، پوتے، عقیلؑ کے دس بیٹے جعفرؑ کے تین بیٹے یہ ابوطالبؑ کی اولاد تھی۔ خود حسینؑ کے تین بیٹے، تین بیٹیاں، حسنؑ کے پندرہ بیٹے، زینبؑ کے پانچ بیٹے دو بیٹیاں پورا خاندان کہاں سے کھاتا تھا۔ وظیفے ملتے تھے نہیں علیؑ نے اپنے مستقبل کو دیکھا کہ اس خاندان کی پرورش اس طرح ہوگی کہ اپنے قوت بازو سے دانہ اُگانا ہے، مورخّین نے لکھا کہ علیؑ سے لے کر موجودہ امام تک سب کا پیشہ ایک ہی ہے کوئی امام بغیر پیشے کے نہیں تھا۔ ہر نبیؑ کا پیشہ تھا اور آپ کو پیشے معلوم ہوں گے۔ آدمؑ کا پیشہ زراعت تھا۔ ادریسؑ کا پیشہ کتابت کرتے تھے۔ ان سب کے پیشے تھے یعنی کوئی نبی اور کوئی امام یہ سوچ کر نہیں بیٹھ گیا کہ اس نے بنایا ہے تبلیغ کے لیے تو بس ہم تبلیغ کریں گے کھانے کو وہ دے گا۔ خود آپ کا نبیؐ بھیڑیں چَراتا تھا اور جب اس سے گزارا نہ ہوا تو خدیجہؑ کے پاس گیا کہ مال تجارت دے دیجئے۔ میں جاؤں گا۔ اجرت پر شام گئے مال لے کر۔ سمجھ رہے ہیں نا آپ۔ تو تمام علماء نے لکھا کہ علیؑ سے لے کر آخری امامؑ تک سب کا پیشہ ایک اور وہ پیشہ ہے زراعت۔ ہر امام نے کھیتی باڑی کی۔ خود ہی کسان تھے خود ہی زمیندار تھے ہل بھی چلایا فصل بھی کاٹی اور غلہ کو بازار بھجوا کر فروخت بھی کروایا۔ اب سیکڑوں واقعات ہیں جو مثال میں بیان ہو سکتے ہیں لیکن مجھے آگے بڑھ جانا ہے کہ وہ حسینؑ کی کربلا کی تیاری ایک کنواں بیچا تھا عبداللہ ابن جعفرؑ کے ذریعے سے ایک کنواں

بکوایا تھا تو کربلا کی تیاری کی تھی۔ اسی میں سے ساٹھ ہزار درہم کی زمین کربلا کی خریدی تھی راستے میں جاتے جاتے جو قرض ہو گیا تھا وہ قرض ساٹھ ہزار کا ہوا تھا۔ بعدِ کربلا شام سے واپسی پر سب سے پہلے زین العابدینؑ نے اپنے باپ کا قرض ادا کیا۔ امامت کا پہلا کام مدینے واپسی پر باپ کا قرض ادا کیا اور عربی مصنف عبدالعزیز سیّد الاھل نے لکھا ہے کہ عرب میں کسی کی تجارت اتنی عظیم نہ تھی جیسی سیّد الساجدینؑ کی تھی۔ کہ کئی ہزار اونٹوں پر سیب اور انار اور رطب بھر کر شام بھیجے جاتے تھے اور جب رقم آتی تھی تو سید سجادؑ سے بڑا جاگیر دار کوئی نہیں ہوتا تھا کتنی دولت تھی سیّد الساجدینؑ کے پاس لیکن عربی مصنف عبدالعزیز سیّد الاھل جیسا متعصب عالم لکھتا ہے کہ بعدِ خلافت یہ عالم تھا کہ جیسے جیسے فتوحات بڑھتی جاتی تھیں غلام اور کنیزوں سے مدینہ بھرتا جاتا تھا اور ایک میلہ ایک بازار لگتا تھا۔ جہاں غلام اور کنیز بھیڑ بکریوں کی طرح بیچے جاتے تھے سب سے پہلے بازار میں آنے والا حسینؑ کا بیٹا زین العابدین ہوتا تھا، اور ایک ہی دن میں کئی کئی ہزار غلام اور کنیزیں خرید کر آزاد کرتا تھا۔ عبدالعزیز سیّد الاھل نے جو تعداد لکھی ہے وہ یہ ہے کہ وہ لکھتا ہے کہ ایک لاکھ غلام اور کنیزیں زندگی میں خرید کر آزاد کیے ہیں۔ آپ تو اب تک اسی کا بیان کرتے ہیں کہ چالیس برس کی زندگی روتے ہوئے گزر گئی صحیح ہے وہ رو رہا ہے لیکن فرائض امامت سے غافل نہیں ہے (دنیا کو بتا رہا ہے کہ مزدوری کیا ہے محنت کیا ہے۔ تجارت کیا ہے یہ شعور سیکھو یہ شعور نہیں ہے تو مٹ جاؤ گے) امام سیّدِ سجّادؑ نے ایک لاکھ غلام اور کنیزیں آزاد کرنے کے علاوہ پچاس ہزار غلام اور کنیزیں امام کے باغات اور کھیتوں میں کام کرتے تھے اور یہی ینبوع شہر ہے کہ جب قتلِ عثمان ہوا مدینے میں تو قتل سے پہلے علیؑ کو بلا کر آپ سے کہا تھا کہ آپ مدینہ چھوڑ دیجیے۔ ان باغیوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیجیے آپ ینبوع چلے جائیے۔ طہٰ حسینؑ نے

لکھا ہے مولائے کائنات ینبوع چلے گئے پھر بلایا پھر آ گئے آپ نے کہا چاہتے کیا ہیں کبھی کہتے ہیں مدینہ چھوڑ دو کبھی بلاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ میں مدینہ میں رہوں سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیا چاہ رہے ہیں یہ جملے ملتے ہیں ینبوع کے حوالے سے اور اب دوسرا حوالہ دے رہا ہوں عربی مصنف عبدالعزیز سیّد الاھل کا کہ بعدِ کربلا دو اہم واقعات ہوئے یزید نے خانہ کعبہ پر حملہ کروایا حکومت کے دوسرے سال، مدینہ پر حملہ کروایا، حکومت کے تیسرے سال خانۂ کعبہ پر آگ برسائی گئی اور غلاف جل گیا۔ یہ عبداللہ ابن زبیر پر حملہ ہوا تھا حصین ابن نمیر لشکر لے کر گیا تھا اور کربلا کے دوسرے سال جو واقعہ ہوا وہ حَرّہ ہے بابِ شیبہ مدینہ پر بارہ ہزار کا لشکر مسرف بن عقبہ کی سرکردگی میں یزید نے بھیجا کہ چونکہ مدینہ والوں نے میری بیعت توڑ دی ہے قتل حسینؑ پر ناراض ہو کر اس لیے جاؤ مدینہ والوں کو کاٹ کر مار کر انہیں غلام بنالو اور حکم یہ تھا کہ لشکر جائے اور مدینہ کی عورتوں پر زنا عام کر دے تو تاریخ کے الفاظ یہ ہیں کہ اس سال مدینہ میں بارہ ہزار زنا زادے پیدا ہوئے اور جملے میں یہی کہا کرتا ہوں کہ ان بارہ ہزار زنا زادوں کی نسلیں ختم نہیں ہوئیں۔ عرب آباد ہے۔ بھئی زہراؑ کی قبر پر ہل چلانے والا اسی نسل سے ہوگا۔ خانہ کعبہ میں عورتوں پر گولیاں چلانے والے ظاہر ہے ان ہی کی نسل سے ہوں گے جو حرمت خانہ کعبہ نہ سمجھیں تو وہ نسلیں پل رہی ہیں۔ تو حکم ہوا لشکر کو کہ مسجدِ نبوی میں جہاں قبر نبیؐ ہے وہاں گھوڑے باندھے جائیں۔ اتنی لید تھی کہ روضۂ رسولؐ سے مہینوں لید اُٹھائی گئی ہے یہ تاریخ کے جملے ہیں مگر کیا کہنا بصیرتِ امام کا ابھی حملے کا دور دور کہیں پتہ نہیں ہے اور اس سے کئی مہینے پہلے پورے خاندان کو لے کر سیّدِ سجادؑ مدینہ سے دور اپنے شہر ینبوع میں جا چکے تھے تو پورا خاندان چلا گیا۔ یہ ہے امام جو امت کے مزاج کو سمجھ رہا ہے۔ عبدالعزیز نے لکھا ہے کہ جب حملہ ہوا تو مروان بنی امیہ کا پورا خاندان

جس نے کربلا میں ابھی ابھی قتل کیا ہے حسینؑ کو اور دشمن ہے بنی ہاشم کا وہ مروان اور اس کے بیٹے دروازے پر کھڑے ہاتھ جوڑے کہہ رہے تھے اے علیؑ ابن الحسینؑ ہماری عزت بچالو۔ غور کر رہے ہیں آپ۔ عبدالعزیز نے لکھا ہے کہ جب حملہ ہوا تو چار چار ہزار عورتوں کے غول بھاگ کر مدینہ سے بچوں کو گودیوں میں لیے ہوئے۔ سیّد سجادؑ کے گھر کی طرف ینبوع کے مکان پر دوڑ دوڑ کر جاتے تھے کہ ہم کو بچالو۔ ہماری عزت بچالو۔ عبدالعزیز لکھتا ہے کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کئی ہزار کبوتر کی ٹکڑیوں پر باز نے حملہ کیا ہے اور کبوتر بچ کر اُڑ رہے ہیں سفید پوش بیبیاں پناہ لینے سیّد سجادؑ کے گھر آ رہی ہیں اور سیّد سجادؑ سب کو پناہ دیتے جا رہے ہیں۔ گھبراؤ نہیں بچوں کو گھر میں لے لیا عورتوں کو گھر میں لے لیا اور کہا کہ دیکھو یہاں کوئی آنہ سکے گا۔ امام بول رہا ہے دیکھیے جو ابھی قید اُٹھا کر آیا ہے کوفہ و شام کی وہ بول رہا ہے اور ایک بار گورنر نے کہا کہ سیّد سجادؑ کو گرفتار کر کے لے آؤ سپاہی پہنچ گئے اور کہا کہ تمہیں بلایا ہے۔ پورا واقعہ کربلا آپ کی نگاہوں میں ہے اور قیدی بھی آپ کی نگاہوں میں ہے لیکن مورخ لکھتا ہے کہ بعدِ کربلا آج ہم نے ذوالفقار کی زیارت کی ہے ہزاروں کا مجمع کہ دیکھیں اس اکیلے امامؑ کو۔ بھئی اکیلا ہے نا حسینؑ کے ساتھ بہتّر تو تھے یہ اکیلا ہے ایک ہی تو بچا ہے۔ کون ہے اس کے ساتھ کون ہے اس کا مددگار۔ لیکن مدینہ کے راوی کہتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ جلال کے عالم میں اپنے گھر کے صدر دروازے سے نکلے کہ جیسے کبھی علیؑ خیبر و خندق میں نکلے تھے۔ خود سر پر تھا جسم پر زرہ تھی کمر میں ذوالفقار تھی ایک سپاہی کی طرح باہر نکلے اور باہر نکل کر نیام سے ذوالفقار کھینچ کر ہاتھ میں بلند کی اور اب جو آگے بڑھے اور گورنر کے سامنے پہنچے تو وہ سارا شاہی کا جاہ و حشم وہ رعب و دبدبہ خاک میں مل گیا، فوراً تعظیم کے لیے اٹھا اور کہتا ہے کہ تشریف رکھیے صرف آپ کو اس لیے بلایا ہے کہ آپ نے اہلِ مدینہ کو پناہ دی ہے

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

اور مروان کے خاندان کو بھی، امام نے کہا ہاں جو ہماری پناہ میں آ گیا وہ ہماری پناہ میں ہے۔ تمہارے حوالے نہیں کریں گے، امام اُٹھ کر چلے گئے لوگوں نے گورنرِ مدینہ سے پوچھا کہ تو نے تو امام زین العابدینؑ کو قتل کرنے کے لئے بلایا تھا۔ قیدی بنانے کو کہا تھا گورنر مدینہ کہتا ہے کہ ہم نے دیکھا کہ پورا لشکر پشت پر ہے سپاہی برہنہ تلواریں لیے ہوئے تھے ہم ڈر گئے کیسے سپاہی تھے جو اس کی پشت پر تھے جن کے ہاتھوں میں تلواریں چمک رہی تھیں، تو قدرت نے امامت کی مدد کی تھی۔

ایک پوری کتاب ہے اس موضوع پر کہ جن غلاموں اور کنیزوں کو حضرت امام زین العابدینؑ نے خرید کر آزاد کیا دیکھا سب غلاموں نے اُن سے کی گئی گفتگو ہے جو اس عہد کے مورخوں نے قلم بند کی، کسی غلام نے کہا ہم نے دیکھا امام کے رحم کا عالم یہ تھا کہ کبھی اپنے ناقے کو تازیانہ نہیں مارا اور کبھی دیکھا کہ ناقہ سرکشی پر آمادہ ہے تو ناقہ سے اُتر گئے اسے چھوڑ دیا کہ میدان میں چرتا رہے، انتظار کیا کہ اس کا دل چارے سے بھر جائے جب اس کا دل بھر گیا قریب گئے دیکھا اب سیدھا ہے بیٹھ گئے اور چل دیئے غلام نے کہا جس نے کبھی ناقے کو تازیانہ نہ مارا ہو وہ ہم غلاموں کو کیا مارتا۔ سنتے جائیں عجیب وغریب عنوان ہے۔ یہ غلام و کنیز بیان کر رہے ہیں۔ ہم کو کیا مارتا اس نے یہ انتظام کیا کہ ہم باغ میں کھیت میں پانی دیتے تھے ہل چلاتے تھے۔ لیکن ہمارے آقا نے ایک دفتر بنوایا اور حکم یہ تھا کہ انتظام کرنے والوں کو کہ جو غلام یا کنیز کوئی خطا کرے تمہیں اس سے پوچھنے کا حق نہیں ہے اور نہ سزا دینے کا حق ہے صرف اس کی وہ خطا دفتر (Register) میں لکھ دو۔ خطا لکھ دی جاتی جو غلطی ہوتی۔ اور جب رمضان گزر جاتا اور آسمان پر عید کا چاند نظر آ جاتا تو دفتر کھولتے اور ایک ایک غلام کا نام لے کر پکارتے تم سے یہ خطا ہوئی ہے تم سے یہ خطا ہوئی ہے اچھا جاؤ روضہ رسولؐ پر جا کر علی ابن الحسینؑ

کے لیے دعا کرو ہم تمہیں آزاد کر دیں گے کل عید ہے جاؤ ہم نے تمہیں آزاد کر دیا۔

ایک کنیز کہتی ہے کہ ہم نے وضو کا پانی لا کر رکھا ہم نے ابھی لوٹا اٹھایا تھا کہ ہاتھ سے چھوٹ گیا چھینٹیں پڑیں میں ڈر گئی تو فوراً میں نے چہرے کی طرف دیکھا میری زبان سے یہ آیت نکلی کہ "والکاظمین الغیظ و لعافین عن الناس واللّٰہ یحب المحسنین (سورۂ آل عمران آیت ۱۳۴)" اور وہ غصّے کو روکنے والے ہیں اور لوگوں کے قصور کو معاف کرنے والے ہیں اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے" امام نے کہا میں نے اپنے غصے کو روک لیا، کنیز نے کہا اللہ محسنوں کو دوست رکھتا ہے۔ امام نے کہا جا میں نے تجھے آزاد کیا۔

ایک غلام کہتا ہے کہ مہمان خانہ عام تھا کئی سو غلام ہر وقت گوشت بھونتے رہتے تھے اور روٹیاں پکاتے رہتے تھے کہ کب کوئی مہمان آ جائے۔ میں لوہے کی سلاخوں پر گوشت بھون رہا تھا کوئی مہمان آیا اسے جلدی کھانا پہنچانا تھا میں گرم سلاخوں میں گوشت لیے ہوئے جو لے کر چلا تو امام کا ایک چھوٹا سا بچہ سامنے آ گیا میرے ہاتھ سے ایک سلاخ گر گئی اس بچے کے سر پر گری وہ بچہ اسی وقت مر گیا۔ میں ڈر گیا اور کانپتا ہوا امامؑ کے سامنے پہنچا میں سمجھ رہا تھا کہ جانے تازیانے پڑیں گے یا قتل کا حکم ملے گا۔ امامؑ نے آنکھوں میں آنسو لیے ہوئے بس اتنا کہا کہ جا میں نے تجھے آزاد کیا اور اپنے ہاتھ سے بچے کے غسل و کفن کا انتظام فرمایا۔ یہ ہے ہمارے چوتھے امامؑ کی امامت تو کیا ہمارا یہ فریضہ ہے کہ صرف ہم یہ کہہ کر گزر جایا کریں کہ وہ چالیس برس روتا رہا۔ رویا لیکن اس شان سے رویا کہ اس کی پوری سیرت اس قابل ہے کہ زمانے کے سامنے لا کر رکھ دی جائے کہ دیکھو جس کا گھر کربلا میں لُٹ چکا ہے اس کی امامت اس شان کی ہے اس کے فضائل اس شان کے ہیں کیا کہنا کہ ایک طرف یہ منصب ایک طرف یہ تجارت

کا انتظام ایسے واقعات بھی اکثر ہوتے تھے کہ اگر کوئی قرض دار آ کر گریبان پکڑ لے کسی کا اور کہے کہ میرا قرض ادا کرو تو وہ یہی گھبرا کر کہتا تھا کہ میں تمہیں چوتھے امام زین العابدینؑ کا واسطہ دیتا ہوں مجھے چھوڑ دو میں دلا دوں گا اور امام کے پاس جاتا امام کہتے کہ شام سے جب قافلہ آئے گا اور تجارت کا مال فروخت ہوا ہوگا اس کے جو درہم و دینار آئیں گے آ کر شام کو لے جانا اور اپنا قرض ادا کر دینا۔ سیکڑوں واقعات ہیں راتوں کو پشت پر غلہ اُٹھا کر مدینہ کی گلیوں میں نکل جانا کہ کوئی بھوکا نہ سوئے۔ حکومت کوئی کرے مصیبتیں کوئی اُٹھائے امامؑ نے بتایا کہ حکومت کرنا اور ہے امامت کرنا اور ہے ملک تمہارا، رعایا تمہاری بندے اللہ کے ہیں اور امامؑ میں اِن کا ہوں مقرر اللہ نے کیا ہے کہ تم کرتے رہو ظلم کرتے رہو ہم اپنے منصب سے غافل نہیں ہیں۔ اتنے گٹّے پڑ جاتے تھے روٹیوں کی بوریاں اُٹھا اُٹھا کر کہ وہ گٹّے کاٹے جاتے تھے، گٹّے پڑ گئے تھے کاندھوں پر اور اس کے بعد یہ سارے کام، سوچیں آپ اور پھر یہ عالم کہ "صحیفۂ کاملہ" کی تیاری، دعاؤں کے انبار اور پھر کائنات میں کسی نے اتنے سجدے نہیں کیے جتنے سیّدالساجدینؑ نے کیے کہ سجدے میں کربلا کا پیغام سنایا، جلتے ہوئے خیموں کے پاس سجدے، جلے ہوئے خیموں کی راکھ پر سجدہ، شام غریباں کا سجدہ جو پوری رات کا سجدہ تھا اور صبح کے سجدے سے سجدے کو ملا دیا۔ کائنات کا سب سے طویل سجدہ اور سجدہ بھی سجدۂ شکرانہ کہ میرے مالک تو نے قربانیوں کو قبول کر لیا۔ یہ میرا سجدۂ شکرانہ ہے اور پھر کوفے کے راستے میں، شام کے بازاروں میں سجدے، قید خانہ شام میں سجدے اور پھر مدینے آئے تو سجدے کہ دو آدمیوں میں لڑائی ہو گئی میل کروا دیا صلح کروا دی تو فوراً سجدہ کیا، درخت میں پھل آئے تو اس درخت کے نیچے جا کر سجدہ کیا، خدا کی کوئی نعمت سامنے آئی تو سجدہ کیا پانی پیا تو سجدہ کیا ہر آن سجدہ کیا، سجدے سے ہر شے کو

منسلک کر دیا، نعمت کو سجدے سے ملا دیا۔ قربانی کو سجدے سے ملا دیا، شکرانے کو سجدے سے ملا دیا۔ کائنات کی ہر شے کو سجدے کے حصار میں دیکھا تو قدرت نے بھی کہا بس سیّدالساجدینؑ تم ہی ہو سب سے بڑے سجدہ کرنے والے کائنات میں مگر یہ لقب تمہارا ہو گیا تم ہو زین العابدینؑ۔ تم ہو سیّدالساجدینؑ تو اب ہم تمہیں یہ انعام دیں گے کہ آگ کو گلزار بنا دو مُصلّے پر ہیں سجدے میں ہیں گھر میں آگ لگ گئی آگ بڑھتے بڑھتے مُصلّے تک پہنچ گئی مگر سجدہ نہیں چھوڑا نماز نہیں چھوٹی، غور نہیں کیا آپ نے۔ ہم کو یہ آگ کیا جلائے گی ہمارا جد ابراہیمؑ آگ میں پھینکا گیا تو آگ گلزار بن جائے ہم فخرِ ابراہیمؑ ہیں اور دوسرا جملہ اس سے زیادہ آپ کے اذہان کے لیے رزق ہے یہ جملہ کہ ابراہیمؑ آگ میں پھینکے گئے تھے مگر اپنے ربّ سے مدد چاہی تھی تو آگ کو اس نے گلزار بنا دیا تھا سیّدالساجدینؑ نے مدد نہیں مانگی سجدے نے آگ کو بجھا دیا یعنی اب بندگی اس منزل پر پہنچ گئی کہ آگ کیا ہے اور پانی کیا ہے.... یہ ہے سجدوں کی عظمت، ابھی جو کچھ سنایا وہ غریب تھا اور اب جو سنا رہا ہوں یہ ہر سوانح حیات میں ملتا ہے میں نے دونوں رخ سنا دیئے کہ آپ کے ذہن پر بار نہ ہو جائے کہ وہ نہیں سنا تھا۔ وہ کچھ بھی نہ سنایا جو سنا ہوا ہے تو پھر وہی سنا رہا ہوں پرانا لیکن نئے استدلال کے ساتھ۔ میں اس کا خیال رکھتا ہوں۔

نماز پڑھ رہے ہیں سجدے میں ہیں اژدھا آیا انگوٹھے کو منہ میں لے لیا چبانے لگا بحارالانوار میں علامہ مجلسی نے اس واقعہ کو لکھا ہے اور "صحیفہ کاملہ" کے مقدمہ میں بھی یہ واقعہ ہے۔ سجدے سے سر نہیں اٹھایا غور نہیں کیا آپ نے اژدھا قریب آیا ہے لیکن ہم کیا سجدہ چھوڑ دیں میرا جد علیؑ وہ ہے کہ جس نے جھولے میں اژدھے کے دو ٹکڑے کر دیئے تھے۔

وہ اور ہیں جو غار میں سانپ یا اژدھے سے ڈر جاتے ہیں ہم علیؑ کے پوتے ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

وہ اژدھا نہیں تھا وہ شیطان اژدھا بن کر آیا تھا۔ اس سے پوچھئے اژدھے کے روپ میں کیوں آیا ہے وہ کہے گا آدم کو بہکانے جنت میں اژدھا بن کر گیا تھا چونکہ وہ منصوبہ کامیاب ہو چکا تھا اس لیے اسی روپ میں آیا کہ آدم کو بہکا چکا ہوں لیکن انگوٹھا چبا گیا امام کا سجدے سے سر نہ اٹھا وہ نہ گھبرائے یہ گھبرا گیا اور یہ کہتا ہوا بھاگا اَنْتَ زَیْنُ الْعَابِدِیْنَ اَنْتَ زَیْنُ الْعَابِدِین ذرا پکڑ کر شیطان سے پوچھیے کہ جب تجھے معلوم تھا کہ بہکا نہ سکوں گا تو آیا کیوں تھا؟

تو شیطان کہے گا تا کہ دنیا کو بتا دوں امت کو بتا دوں کے مخلص بندے یہ ہوتے ہیں جنہیں میں نہیں بہکا سکتا۔ یہ ہے اللہ کا مخلص بندہ، خدا نے کہا تھا نا کہ میرے مخلص بندوں کو نہ بہکا سکے گا تو شیطان نے چاہا کہ دنیا کے شیطانوں کو بتا دے کہ تم شیطان ہو یہ مخلص ہیں۔ یہ بہکا نہیں کرتے۔

اور اب، سجدے سے متعلق یہ تیسرا واقعہ بیان کر رہا ہوں، وہ بھی سجدہ یہ بھی سجدہ شور ہوا محمد باقرؑ کنوئیں میں گر گئے۔ ظفر حسن صاحب نے پتہ نہیں کیسے اور دیگر مورخین نے بھی فوق بلگرامی نے بھی اور بعض علمأ نے بھی یہ جملہ لکھ دیا کہ ماں بے قرار تھی اور کہہ رہی تھی کہ بچہ گر گیا اور ان کی نماز نہیں ختم ہوئی۔ مجھے اس جملے پر یقین نہیں ہے ضعیف ہے یہ جملہ، ابھی عرض کر دوں گا کہ کیوں ضعیف ہے سجدہ تمام ہوا شور ہوا مدینہ میں کہ بچہ کنویں میں گر گیا۔ پہلی بات یہ ہے کہ امامت کے قدم میں لغزش ہوتی ہی نہیں قدرت نے چاہا تھا کہ کنوئیں کے قریب جائیں تو جس طرح یوسفؑ کنوئیں میں گر سکتے ہیں فخر یوسفؑ بھی گر سکتا تھا اور وہاں کنواں یوسفؑ کو نہ نقصان پہنچا سکا تو فخر یوسفؑ کو کیا نقصان پہنچاتا اس لیے جب سجدہ تمام ہوا پانی سے کہا بلند ہو میری امانت کو واپس کر دے۔ پانی کی سطح بلند ہوئی بچہ کو گود میں لے کر ماں کے حوالے کر دیا ماں نے بچہ کو سینے

سے لگا لیا۔ بندگی میں فرق نہیں آیا۔ آگ کا امتحان ہو تو بندگی سے حل ہو پانی کا امتحان ہو تو بندگی سے حل ہو موسیٰؑ کا امتحان پانی کا، ابراہیمؑ کا امتحان آگ کا تھا، لیکن وہاں قدرت سے مدد کی طلب ہے یہاں خدا کو بلانے کی ضرورت نہ تھی بس تیرا سجدہ تیری مرضی۔ مرضیاں تو خریدیں ہیں نفس کو بیچ کر تو اب اللہ کی مرضی ان کی مرضی ہے جو چاہیں کریں۔ غور کیا آپ نے میں اس جملے کے خلاف کیوں ہوں کہ ماں بے قرار تھی اور کہہ رہی تھی کہ سجدہ تمام نہیں ہوتا میرا بچہ گر گیا اگر ذرا سی تحقیق کرتے تو اندازہ ہوتا کہ محمد باقرؑ کی ماں کون ہیں اور کل اور پرسوں کی تقریر سے تسلسل اور تمام ہو گئی تقریر پھر اسی موضوع سے موضوع کو ملا رہا ہوں دنیا نے کہا کہ حسنؑ سے نسل امامت نہیں چلی حسینؑ سے چلی، میں کہتا ہوں امامت حسنؑ سے بھی چلی اور حسینؑ سے بھی چلی۔

حضرت زین العابدینؑ حسینؑ کے بیٹے تھے آپ کی زوجہ فاطمہؑ حسنؑ کی بیٹی فاطمہ بنتِ حسنؑ ہیں امام محمد باقرؑ حسنؑ کے نواسے حسینؑ کے پوتے ہیں۔ اب جو امامت چلی تو حسنیؑ اور حُسینیؑ ہو کر چلی، دلیل مانگیں گے آپ۔ تو حسنؑ و حسینؑ رسولؐ کے نواسے ہیں تو نواسے نانا سے امامت پاتے ہیں نواسوں سے امامت چلتی ہے نا اور ابو طالب کے پوتے ہیں تو پوتوں سے بھی امامت چلتی ہے یہی صورت یہاں بھی ہے محمد باقرؑ حسنؑ کے نواسے ہیں حسینؑ کے پوتے ہیں، نواسے سے بھی امامت چلی پوتے سے بھی امامت چلی۔ تو اب جو امامت چل رہی ہے وہ حسنیؑ و حسینیؑ ہے۔ یہ سب نو امام نواسے حسنؑ کے ہیں پوتے حسینؑ کے ہیں۔ دونوں سے نسل امامت چل رہی ہے اور فاطمہؑ بنت حسنؑ وہ بی بی ہیں جن کے فضائل معصومینؑ نے بیان کئے ہیں۔ ان جملوں کی قدر کیجئے گا اور اس سے پہلے ایک بات اور کہہ دوں کہ ابو طالبؑ کو یہ فخر حاصل ہے کہ ابو طالبؑ کی زوجہ کا نام بھی فاطمہؑ، بہن کا نام بھی فاطمہؑ، دادی کا نام بھی فاطمہؑ، ماں کا

نام بھی فاطمہؑ، بیٹی کا نام بھی فاطمہؑ، بہو کا نام بھی فاطمہؑ، پوتی کا نام بھی فاطمہؑ اور فاطمہؑ نارِ جہنم سے بچانے والی تو میں کہتا ہوں کہ جب ابو طالبؑ آئیں گے میدانِ حشر میں قیامت کے روز تو چاروں طرف سے فواطم یعنی فاطماؤںؑ کے حصار میں آئیں گے۔

فاطمہؑ نارِ جہنم سے بچانے والی فاطمہؑ زہراؑ بہو ہیں فاطمہؑ بنت اسد زوجہ ہیں، فاطمہؑ بنت علیؑ پوتی ہیں، فاطمہؑ بنت حسنؑ پروتی ہیں، فاطمہؑ کبریٰ، فاطمہؑ صغریٰ سب پوتیاں ہیں۔ ابو طالب کی ماں فاطمہ مخزومیہؑ ہیں نسلوں میں یہ نام چلا آ رہا ہے جس طرح یہ فخر صرف ابو طالبؑ کو ملا اسی طرح ایک فخر ایسا ہے جو کسی عورت کو نہیں ملا سوائے فاطمہؑ بنت حسنؑ کے دادا بھی امام باپ بھی امام، چچا بھی امام، امام خسر بھی، امام شوہر بھی، امام بیٹا بھی، امام پوتا بھی، امام پروتا بھی۔ مورخین کہہ رہے ہیں بچے کے کنوئیں میں گرنے سے ماں پریشان ہو گئی، امامت کے حصار میں ہیں فاطمہ بنتِ حسنؑ، کربلا کا پورا واقعہ بی بی نے دیکھا ہے کوفے اور شام قیدی بن کر گئیں۔ علیؑ دادا ہیں امام ہیں، رسولؐ دادا ہیں، حسنؑ باپ ہیں، حسینؑ چچا ہیں اور خسر بھی امام زین العابدینؑ شوہر ہیں، محمد باقرؑ بیٹا ہے، جعفر صادقؑ پوتا ہے، موسیٰ کاظم پروتا ہے سب امام ہیں۔ یہ ہے بی بی کی عظمت کہ بعدِ کربلا تاریخ میں صرف ایک ہی واقعہ ملتا ہے کہ صبح ہوئی تھی کہ نمازِ صبح پڑھ کر مُصلّے پر بیٹھی ہوئی تھیں کہ ایک بار دیوار کو جنبش ہوئی اور گرنے والی تھی کہ ایک بار مڑ کر کہا ارے فاطمہؑ بنتِ حسنؑ بیٹھی ہے تو دیکھ نہیں رہی، جھکتی ہوئی دیوار رک گئی برسوں مدینہ کے گھر کی وہ دیوار اسی کجی کی حالت میں برقرار رہی لوگ زیارت کرتے تھے کہ یہ وہ دیوار ہے جسے فاطمہؑ بنتِ حسنؑ نے اشارہ کیا تھا اور وہ تھم گئی تھی۔ اس کا بیٹا ہے آپ کا پانچواں امامؑ۔ امام باقرؑ اور کربلا میں امامت کے حصار میں رہنے والی یہ بی بیؑ جس کو امامت نے اپنے نور کے حلقے میں لیا ہوا تھا۔ وہ اسیر تھی وہ بی بیؑ اسیر تھی کربلا میں چار

سال کا بچہ محمد باقرؑ آپ کا پانچواں امام ساتھ تھا اور کل سلسلے میں اسی معصوم کا ذکر ہو گا اور ہمیں آگے تک اسی طرح اپنے سلسلے کو لے جانا ہے۔

بیٹا ساتھ میں تھا اور شوہر جو امام ہے ساتھ میں ہے، بی بی فاطمہ بنتِ حسنؑ کو بڑی ڈھارس ہے اس کی چادر کیا کوئی چھین سکتا تھا جو اتنی اماموں کے حصار میں ہو۔ لیکن کیا گزری ہو گی بی بیؑ پر جب شوہر کو خاردار طوق، بیڑیوں اور ہتھکڑیوں میں دیکھا ہو گا، جب بی بیؑ کی نظر جاتی ہو گی صبر کرتی ہوں گی، اور پھر جو مظالم جناب سکینہؑ اور محمد باقرؑ پر ہوتے رہے یہ واقعہ محمد باقرؑ کا ہے کہ تاریخ میں بغیر نام لکھے مورخین نے اکثر لکھ دیا ہے کہ جب خیموں میں آگ لگی تو حمید بن مسلم کہتا ہے میں نے دیکھا کہ ایک چھوٹے سے بچے کے دامن میں آگ لگی تھی اور وہ جب بھاگتا تھا کربلا کے میدان میں تو ہوا سے دامن کا شعلہ اور بڑھتا تھا میں گھبرا گیا کہ بچہ جل نہ جائے میں نے چاہا کہ دوڑ کر اس کے دامن کے شعلے کو بجھا دوں میں نے چاہا کہ اس بچہ کے بازو کو پکڑ لوں میں قریب پہنچا تو بچہ نے کہا اے شیخ ہمیں نجف کا راستہ بتا دے ہمیں نجف کا راستہ بتاؤ۔ نجف کو کونسی راہ جاتی ہے تو حمید بن مسلم کہتا ہے ہم نے پوچھا کہ شاہزادے نجف جا کر کیا کرو گے بچےؑ نے کہا دادا سے جا کر کہوں گا گھر جل گیا ماں اسیر ہو گئی یہ محمد باقرؑ ہیں آپ سوچیں گے اکثر اور سوچا ہو گا آپ نے کہ ابن عباس نے کہا تھا کہ بچوں کو نہ لے جایئے حسینؑ کو کیوں لے گئے بس یہی بتانا چاہتا ہوں کہ حسینؑ بچوں کو کیوں لائے تھے اور چار سال کے محمد باقرؑ کو کیوں لائے تھے۔

دربارِ یزید سجا ہوا تھا زینبؑ کا خطبہ تمام ہوا سیّد الساجدینؑ کا خطبہ تمام ہوا ایک بار غصہ میں آ کر یزید نے کہا کہ علیؑ ابن الحسینؑ کو قتل کر دو جلاد تلوار لے کر چلا کہ امام کو قتل کر دے اور ایک ہی یہ جوان بچا ہے جو اپنے عہد کا امام ہے یہ قتل ہو جائے تو زمانے

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

میں اندھیرا ہو جائے گا خطبہ تو سیّد الساجدینؑ بھی دے چکے تھے اور زینبؑ بھی خطبہ دے چکیں تھیں اب کس کا بولنا باقی تھا کہ جو بولتا اس موقع پر۔ تاریخ لکھتی ہے کہ ایک بار اس حلقے سے اسیروں کے ایک چھوٹی سی آواز بلند ہوئی اے یزید سُن ذرا ٹھہر جا بابا کو بعد میں قتل کرنا پہلے میری ایک بات سن لے۔ یہ ہے امامت کی شان کہ امام چھوٹا ہے تب بھی وہ امام ہے تو تاریخ نے لکھا کہ اگر کسی بڑے کی آواز ہوتی تو لوگ اتنا متوجہ نہ ہوتے۔ آواز کسی بچے کی تھی لوگ کرسیوں پر سے کھڑے ہو گئے دیکھنے کے لیے کہ اتنا کم سن کون بول رہا ہے اتنی فصاحت اور بلاغت کے ساتھ، مجمع کو یزید نے ہٹوا دیا۔ کہا سامنے سے ہٹ جاؤ یہ کون بول رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ بچہ بولے اور ظالم سے ظالم انسان کو رحم نہ آجائے خاموش ہو گئے سب۔ سناٹا چھا گیا۔ آواز آ رہی تھی یزید میرے باپ کو قتل کر دینے کا جو ارادہ تو نے کیا ہے لیکن میری بات پہلے سن۔ یہ محمد باقرؑ بول رہے تھے۔ یہ آپ کا پانچواں امام بول رہا تھا۔ سُن یزید جب دربار فرعون میں موسیٰؑ و ہارونؑ پہنچے۔ یہ امامت کی شان چار سال کا امام بول رہا ہے۔ دربار فرعون میں موسیٰؑ اور ہارونؑ پہنچے تو فیصلہ یہ ہوا کہ آج دربار میں موسیٰؑ کو بھی قتل کر دو اور ہارونؑ کو بھی قتل کر دو۔ لیکن وہ فیصلے کے باوجود نہ موسیٰؑ کو قتل کر سکے نہ ہارونؑ کو۔ پتہ ہے یزید کہ کیوں ایسا ہوا۔ یزید نے کہا کیوں؟ کہا اس لیے کہ فرعون اور اس کے درباری ولد الزّنا نہیں تھے معصوم کا قاتل ہمیشہ ولد الزّنا ہوتا ہے سن یزید جب برادرانِ یوسفؑ جنگل میں گئے سب نے مل کر فیصلہ کیا کہ چھری نکال کر یوسفؑ کی گردن کاٹ دو، یوسفؑ کو قتل کر دو۔ لیکن گیارہ بھائی مل کر یوسفؑ کو قتل نہ کر سکے۔ معلوم ہے یزید کیوں ہوا ایسا۔ کہا کیوں؟ کہا اس لیے کہ یوسفؑ کے بھائی یعقوبؑ کے بیٹے ولد الزّنا نہیں تھے۔ معصوم کو قتل وہی کرتا ہے جو ولد الزّنا ہوتا ہے۔ جس کے شجرے میں نجاست ہوتی ہے یزید میرے بابا کو قتل

کر دے قتل کر دے میرے بابا کو۔ اتنا بڑا الزام قرآن سے برسرِ دربار لگ رہا تھا۔ کئی مُلکوں کے سفیر بیٹھے تھے بچہ بول رہا تھا۔ اگر قتل کر دیتا تو الزام لگ جاتا کہ فرزندِ نبیؐ کو قتل کیا ہے شجرے میں نجاست ہے۔ لیکن امام کے الفاظ تھے بات پھر بھی رہ گئی۔ بتا دیا ایک امام کو قتل کر چکا الزام تیرے دامن پر ہے۔ یہاں امام کو بچا لیا وہاں امام کے قاتل کا شجرہ بھی بتا دیا یہ ہیں امام محمد باقرؑ اس لیے بچوں کو لے کر آئے تھے حسینؑ کہ محمد باقر تمہیں یزید کے دربار میں اپنی امامت کی شان دکھانی ہے اور پھر میرے بیٹے تم تو کربلا کے گواہ بنو گے۔ اور تم جو دیکھو گے تو تم سے زیادہ بہتر کون بتائے گا کہ سکینہؑ پانی کیسے مانگ رہی تھی۔ اس لیے کہ جب عباسؑ علم لے کر گئے تھے تو تم ہی تو سکینہؑ کے ساتھ درِ خیمہ پر کھڑے عباسؑ کا انتظار کر رہے تھے اور سکینہؑ تم سے کہہ رہی تھی کہ پانی آیا چاہتا ہے چچا پانی لے کر آئے گا اور محمد باقرؑ تم ہی تو گواہ ہو تمہارے سامنے تو ربابؑ کے بچے کو ہم ہاتھوں پر لے گئے تھے جب زینبؑ و ام کلثومؑ درِ خیمہ پر آئی تھیں اور زخمی بچے کو دیکھا تھا تو اے محمد باقرؑ تم ہی تو کھڑے تھے تم نے علی اصغرؑ کے گلے میں تیر دیکھا تھا۔

میرے لعل مدینے والوں کو کربلا کا واقعہ سنانا اور یہی وجہ تھی کہ جب تک زندہ رہے ہر آنے والے مُحبِّ حسینؑ کو واقعات سناتے رہے ایک دن ایسا آیا راوی نے امام سے پوچھا کہ سب سے زیادہ مظلوم اسیروں کے قافلہ میں کون تھا، امام نے کہا عجیب سوال کیا اور پھر رو کر کہا میری دادی زینبؑ۔

راوی نے وجہ پوچھی تو امام نے فرمایا۔ جب بھی کوئی تازیانہ لے کر ہماری طرف آیا یا بابا کی طرف یا اُمّ ربابؑ و اُمِّ کلثومؑ کی طرف آیا۔ میری دادی زینبؑ سب کو بچا لیتیں۔ لپٹ جاتیں۔ سب سے زیادہ نشان تازیانوں کے.... شہزادی زینبؑ

مجلسِ پنجم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"ساری تعریف اللہ کے لیے درود اور سلام محمدؐ اور آل محمدؐ پر"

عشرہ چہلم کی پانچویں تقریر آپ حضرات سماعت فرما رہے ہیں "امام اور امت" یہاں کا موضوع ہے۔

قدرت نے سلسلۂ امامت کو عالم سلام کے لیے قرار ہی اس لیے دیا کہ کائنات کے وہ اندھیرے جن کو شیطان نے وسیع کر دیا ہے وہ سمٹ کر روشنیوں میں تبدیل ہو جائیں اور امامت ایک ایسا چراغ ہے کہ جن کا ذکر، جس کی فکر، جس کا مطالعہ کہ ہر شئے نور ہے اس لیے کہ امام جو سوچتا ہے جو کرتا ہے وہ امت کے کسی عام انسان کے بس میں نہیں اس لیے کہ وہ صاحبِ عصمت ہے وہ صاحبِ بصیرت ہے اور اس کے ساتھ ساتھ قدرت نے جو علم امام کو عطا کیا وہ کائنات میں کسی کو نہیں عطا کیا اور خدا نے اپنے اس منصب کے لیے وہ خلافت ہو یا امامت اس نے انتخاب کرنے سے پہلے یہ بات واضح کر دی تھی کہ ہم اس کو یہ منصب عطا کریں گے جس کے پاس علم ہوگا غور کر رہے ہیں آپ یعنی فرشتوں نے یہ کہا تھا کہ ہم میں سے کیوں نہیں بناتا عابد تھے زاہد تھے سجدہ گزار تھے تسبیح خواں تھے عبادتوں میں برسوں سے مصروف تھے معصوم تھے صاحبِ عصمت تھے لیکن خدا نے یہ کہا کہ اگر تم دعویدار ہو اس منصب کے تو ذرا اسماء تو بتاؤ تو انہوں نے کہا کہ جتنا تو نے ہم کو سکھا دیا بس اس کے آگے ہم کچھ نہیں جانتے تو اُس

نے آواز دی کہ آدمؑ کو دیکھو یہ بتائیں گے کہ یہ نام کون کون سے ہیں۔

قرآن میں ارشاد ہوا:-

"نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ نُقَدِّسُ لَكَ قَالَ اِنِّیْ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ" (سورہ بقرہ آیت ۳۰)

"ملائکہ نے کہا ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں تقدیس بیان کرتے ہیں اللہ نے فرمایا بے شک میں بہتر جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے"

"وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (سورہ بقرہ آیت ۳۱)

"اللہ نے آدمؑ کو کل اسما کا علم دیا"

تو قدرت نے پہلے دن بتا دیا کہ ہمارا منصب ہماری نیابت اس کو ملے گی جس کے پاس علم کی معراج ہوگی تو جہاں معصوم فرشتوں کو منصب اس لیے نہ دیا جائے کہ وہاں علم نہ تھا تو وہاں عرب کے خاطی انسان اس منصب کو کیسے لے سکتے ہیں کہ جن کو یہ نہیں پتہ کون سی آیت کہاں آئی۔ اس بات کو بھی جانے دیجئے بلکہ منصب پانے کے بعد امت کے انتخاب کے بعد اگر کوئی یہ کہے کہ میں اکثر راستہ بھٹک جاتا ہوں مجھ کو غلطی پر دیکھنا تو سیدھی راہ دکھا دینا تو جو امت سے علم کی بھیک مانگ رہا ہو وہ امت کی ہدایت کیسے کرے گا۔ یہاں تو اس کو منصب پر آنا چاہیے کہ جو منبر پر آ کر یہ کہے کہ "جس طرح زمین کے راستوں سے واقف ہوں اسی طرح سے آسمان کے راستوں سے بھی واقف ہوں" اُمت کے بنائے ہوئے ہادی کو اپنا راستہ نہیں معلوم۔ وہاں اللہ کا بنایا ہوا امام یہ کہہ رہا ہے کہ میں آسمان کے راستوں سے بھی واقف ہوں۔ "جتنا مانوس زمین کے راستوں سے ہوں اتنا ہی واقف آسمان کے راستوں سے بھی ہوں"۔ یعنی چودہ صدی

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

پہلے امام یہ بتا رہا ہے کہ چودہ سو برس کے بعد جب آسمان میں راستے بنانا تو یہ غرور نہ کرنا کہ ایجاد تمہاری ہے۔ میں پہلے سے جانتا ہوں تمہیں آج پتہ چلا ہے کہ آسمان میں بھی راستے ہیں میں ان سے واقف ہوں تم نے چند راستے تلاش کیے ہیں مجھے سارے راستے معلوم ہیں، امام وہ ہے جو امت کا محتاج نہ ہو اور امام یہ نہ کہے کہ کبھی کبھی میرے سر پر شیطان سوار ہو جاتا ہے۔ شیطان یہاں بارگاہ میں آتے ہوئے تھرائے یہ تو امام تھے تاریخ نے لکھا ہے کہ اس گھر کی ادنیٰ کنیز فضہؑ کے در تک شیطان نہ آسکا، یعنی فضہؑ کے در تک نہ آسکا عجیب فضیلت ہے جناب فضہؑ کی کہ جناب ہاجرہؑ کے دروازے تک پہنچ گیا پتا یہ چلا کہ نبی کی بیوی کے در تک رسائی تھی لیکن زہراؑ کی کنیز کے در تک رسائی بھی نہ تھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ بی بی ہاجرہؑ کو بہکا نہ سکا اس لیے کہ وہاں وہ نور تھا کہ جو نور محمدؐ تھا پھر بہکاتا کیسے۔

درِ ہاجرہؑ پر شیطان بھیس بدل کر آیا کہا تمہارے شوہر ابراہیمؑ بوڑھے ہو گئے ہیں بیٹے کو لے گئے ہیں ذبح کرنے کے لیے ہاجرہؑ جلدی جاؤ ورنہ بیٹا تمہارا ذبح ہو جائے گا۔ ہاجرہؑ بی بی نے کہا دور ہو جا پہچان گئی کہ تو شیطان ہے، شیطان نے یہ نہیں پوچھا کہ جاتی کیوں نہیں۔ بلکہ یہ پوچھا کہ کیسے پہچانا تو ہاجرہؑ بی بی نے کہا کہ جو نبیؐ کی بی بی کو گھر سے نکالے وہ شیطان ہوتا ہے، میں پہچان گئی جو اس چوکھٹ سے آگے قدم بڑھانے کو کہے جو نبی کی بی بی کو گھر سے نکلنے کو کہے میں پہچان گئی وہ شیطان ہوتا ہے۔ پھر پلٹ کے آیا دوسرے بھیس میں۔ کہا وہ بوڑھے ہو گئے ذہن میں فتور ہو گیا ہے بہک گئے ہیں بیٹے کو قتل کرنے گئے ہیں۔ ہاجرہؑ بچاؤ بیٹے کو۔ کہا دور ہو جا میں پھر پہچان گئی تو شیطان ہے۔ کہا اب کیسے پہچانا کہا جو نبیؐ کے ذہن پر ہذیان کی نسبت دے وہ شیطان ہوتا ہے۔ تو میں یہ کہوں گا کہ ہاجرہؑ بی بی ہیں کہ جو شیطان کو ہر روپ میں پہچان کر اُس کا

تعارف کرتی ہیں اب ہاجرہؑ بی بی کی اولاد شیطان کا تعارف ہمیشہ کرواتی رہے گی تا کہ ہر دور میں پہچان لو یہ ہے شیطان، پہچان لو یہ بہکاتا ہے امت کو۔ غور کر رہے ہیں آپ تو وہ شیطان جو فضہؑ کی چوکھٹ تک نہ پہنچ سکا وہ شیطان خلیفۂ وقت کی گردن پر سوار تھا۔ وہ امامت کیسے کر سکتے ہیں جن کی گردن پر شیطان سوار ہو اور فخر سے اخبار میں یہ چھپے کہ ان کو دیکھ کر شیطان راستہ چھوڑ کر ہٹ جاتا تھا۔ ہر سال محرم میں جو اخبارات چھپتے ہیں ان میں آپ نے پڑھا ہوگا کہ ان کو شیطان نے دیکھا اور راستہ چھوڑ کر ہٹ گیا۔ کیا تعظیم کرتا تھا کیا استقبال کرتا تھا کیا پہچانتا تھا کہ تم ہی تو ہمارے امام ہو، تمہاری وجہ سے تو یہ دنیا کا فسق و فجور چل رہا ہے تم نہ ہوتے تو ہماری دنیا برباد تھی ویران تھی تمہاری وجہ سے اس کاشانے میں آبادی ہے، اس آشیانے میں آبادی ہے اس میخانے کی رونق تم سے ہے، یہ چھلکتے ہوئے جام یہ کھنکتے ہوئے ساغر یہ سب تمہاری وجہ سے ہیں۔ ورنہ ہمارا کاروبار تو گیا تھا اسی وجہ سے آیا تھا سوچ کر کہ توبہ کرلوں گا نبیؐ کی بارگاہ میں آیا تھا کیا کروں، رسولؐ نے کہا اب بھی اگر چاہتا ہے کہ توبہ قبول ہو جائے تو جا قبر آدمؑ پر سجدہ کر لے، شیطان آدمؑ کی قبر پر سجدہ کرنے چلا، مسجد سے ابھی نکلا تھا کہ استاد مل گئے کہا کیا ارادہ ہے سرکار ناصر الملت نے ''مواعظ حسنہ'' میں اس واقعہ کو درج کیا ہے اور اپنی تقریر میں انہوں نے رمضان میں تفسیر قرآن میں آج سے چالیس یا پچاس برس پہلے اس واقعہ کو بیان کیا تھا اور وہ چھپ بھی گیا وہیں سے پڑھ رہا ہوں شیطان قبر آدمؑ پر سجدہ کرنے چلا تو ایک استاد نے اس سے کہا ''کہاں جا رہا ہے شیطان نے جواب دیا کہ نبیؐ نے مجھ کو نسخہ بتا دیا اب میری توبہ قبول ہو جائے گی اور میں معاف کر دیا جاؤں گا'' استاد نے کہا کیا نسخہ بتایا ہے۔ شیطان کہتا ہے کہ رسولؐ نے ''کہا ہے کہ جاؤ آدمؑ کی قبر پر جا کر سجدہ کر لو گناہ معاف ہو جائے گا'' استاد نے کہا وہ جو لاکھوں انسانوں کو بہکا چکا ان

کا کیا ہوگا ایک انفرادیت ایک شہرت ہے تری سب کچھ خاک میں مل جائے گا۔ شیطان نے کہا پھر؟ استاد نے کہا تو جیسے ہے بس اسی طرح اپنا کام جاری رکھ۔ شیطان ساری دنیا کو بہکائے یہ شیطان کو بہکائیں، مشہور شاعر ذوقؔ دہلوی کے دو شعر اسی موضوع پر سنیئے کہتے ہیں:۔

گرچہ ہے استاد شیطان، نفس شاگردِ رشید
پر یہ شاگردِ رشید استاد ہے استاد کا

ذوقؔ دہلوی کی غزل میں یہ اشعار ہیں، کہتے ہیں:۔

ہے یہ انسان بڑے استاد کا شاگرد
کر سکے کون اگر یہ بھی خلافت نہ کرے

اور اب دیکھئے کہ ذوقؔ دہلوی کی نظر میں حضرت علیؑ کی امامت کا کیا مرتبہ ہے۔۔

اعلیٰ جو علیؑ کی ہے امامت کا مقام
رکھتے ہیں خبر اس سے یہاں خاص و عام
جو لوگ صفِ اوّل میثاق میں تھے
پوچھے کوئی اُن سے کہ وہ کیسا تھا امام

ذوقؔ دہلوی کی ایک اور رباعی حضرت علیؑ کی مدح میں سنئے:۔

کرے ہے مہرِ علیؑ دل کو صاف پُر انوار
طلوع شمس پہ موقوف ہے وجودِ نہار
علیؑ سے کیونکر نہ ہو زیرِ لشکرِ کفار
علیؑ ہے شکلِ علیٰ اور علیٰ ہے حرفِ جار

شیطان پوری دنیا کو بہکائے یہ شیطان کو بہکائے اور صرف بہکائیں نہ بلکہ ایک

عقیدہ بھی رائج کر دیں کہ قبر پر سجدہ نہ کرنا۔ غور نہیں کیا آپ نے اب وہ شیطان ہے جو قبر کو سجدہ نہ کرے اور جو قبر کی تعظیم نہ کرے اور جو شیطان کو روکے قبر پر جانے سے اس کو بھی پہچانیے اس کے شجرے کو پہچانیے تو امام کی ضرورت اس لیے تھی کہ وہ اُٹھ کر بتائے کہ شیطان تم میں پل رہے ہیں تم میں پرورش پا رہے ہیں ان سے بچنا ہے اور کل اقبالؔ کے شعر میں نے اسی لیے پڑھے تھے:۔

تو نے پوچھی ہے امامت کی حقیقت مجھ سے
حق تجھے میری طرح صاحب اسرار کرے
ہے وہی تیرے زمانے کا امامِ برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے

جو کائنات میں جرائم و فسق و فجور ہیں ان سے بیزار کر دے وہ ہے تیرے زمانے کا امامِ برحق۔ تو ہمارے ہر امام نے یہی کام کیا کل کی تقریر کا آغاز اسی جملے سے تھا اور متصل کرتے ہوئے ان جملوں کو اپنے موضوع پر آ کر تقریر کو تمام کروں زیادہ زحمت نہیں دینی۔ میں وہ تقریر جو آج کرنی تھی نہیں کروں گا اس لیے کہ ریکارڈ بھی نہیں ہو پائے گی چونکہ لائٹ چلی گئی ہے اور تمام مومنین سننے والے بارش و آندھی کی وجہ سے پہنچ بھی نہیں پائے ہیں۔ اس لیے میں اس سے گریز کرتے ہوئے۔ جو پہلو ہمارے موضوع میں باقی رہ جاتے اور میں انہیں زیرِ بحث نہ لاتا آج ان کو سنا دوں۔ اور اس میں اہم ترین پہلو آپ کے سامنے امام حسینؑ کا ذکر ہے جو آپ بار بار سنتے ہیں لیکن میں اس وقت صرف آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ امام حسینؑ کی بصیرت کیا تھی امامِ مظلومؑ کی امامت کی روشنیاں اور تجلیاں کتنی وسیع اور عظیم تھیں اور اس لیے کے صرف آپ کو فکرِ حسینؑ کے چند گوشے دیکھنے ہوں گے۔ اور اس میں اہم ترین گوشہ جسے میں واضح کر رہا

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

ہوں اور اس پر چونکہ غور نہیں کیا جاتا میں چاہتا ہوں کہ آپ اس پر توجہ دیں اور سوچتے جائیں میں آپ کو بھی زحمت دے رہا ہوں کہ ہر منزل پر آپ سوچیے گا جواب میں دوں گا۔

جب فہرست بنی کس کس کو جانا ہے کربلا۔ ذرا سوال کیجیے سرکار حسینؑ میں جناب زینبؑ کے شوہر حضرت عبداللہ ابنِ جعفرؓ آپ کے ساتھ کیوں نہیں جا رہے ذرا پوچھیے یہ محمد حنفیہؓ آپ کے ساتھ کیوں نہیں جا رہے اور پھر آگے بڑھ کر پوچھیے کہ یہ ابنِ عباس آپ کے باپ کے شاگرد ہیں مُفسرِ قرآن ہیں اور ہر منزل پر انہوں نے آپ کے بابا کی حمایت کی ہے خلافت کے مسئلہ میں عبداللہ ابنِ عباس نے خلیفۂ وقت سے مباحثے اور مناظرے کیے تھے، امام حسینؑ آخر عبداللہ ابن عباس کو کربلا کیوں نہیں لے جا رہے ہیں۔ یہاں سے میری فکر شروع ہو رہی ہے پھر آگے بڑھ کر سرکارِ حسینؑ میں پوچھئے کہ یہ بیبیاں جا رہی ہیں سب شاہزادیاں جا رہی ہیں یہ جناب اُمِ سلمٰیؑ کو آپ کیوں نہیں لے جا رہے اور یہ جناب ام البنینؑ زوجہ علیؑ کو کیوں نہیں لے جا رہے ہیں اب جواب سنئے۔

حسینؑ یہ جواب دیں گے کہ عبداللہ ابنِ جعفرؓ آپ نہیں جائیں گے اس لیے کہ آپ کی آنکھوں کی روشنی کم ہے۔ لیکن میں یہ کہوں گا کہ یہ حکمِ امام تھا کہ جہاد ساقط ہے راز کچھ اور تھا۔ راز یہ تھا کہ حسینؑ کی پوری تجارت کے نگراں عبداللہ بن جعفرؓ تھے ہزاروں بیوائیں اور یتیم عبداللہ ابن جعفرؓ کی وجہ سے پل رہے تھے چاہا کہ یتیموں کا سہارا رہ جائے بیواؤں کا سہارا رہ جائے غور کریں آپ اس لیے عبداللہ ابن جعفرؓ آپ نہیں جائیں گے ایسا نہ ہو کہ مدینہ کسی شجاع سے خالی رہ جائے اور بنی عبدالمطلبؑ کے گھروں پر حملہ ہو جائے۔ اس لیے محمد حنفیہؓ آپ نہیں جائیں گے آپ بنی ہاشم کی تمام اولاد کی حفاظت کریں گے، صرف کمر میں آپ تلوار لگالیں تو مدینہ کا نپتا ہے اس لیے آپ مدینے میں رہیں گے۔ آپ پر جہاد اس لیے ساقط ہے کہ آپ کے ہاتھ میں رعشہ آ گیا

ہے اب کوئی الزام نہ محمد حنفیہؓ پر رہے نہ عبداللہ ابن جعفرؓ پر۔ لیکن یہ ابن عباس کیوں نہیں جاتے۔ کہا تم نے نہیں دیکھا کہ میں مکہ سے قافلے والوں کو سوار کرا رہا ہوں تو انہوں نے مجمع میں کھڑے ہو کر یہ کہا کہ آپ کوفہ کی طرف نہ جائیے بلکہ یمن چلے جائیے۔ اور اگر جا ہی رہے ہیں تو عورتوں کو نہ لے جائیے، کیا محمد حنفیہؓ نے یہ الفاظ کہے۔ کیا عبداللہ ابن جعفرؓ نے یہ الفاظ کہے۔ مدینہ میں رہنے والا کوئی ایسا حسینؑ کا ساتھی جو ساتھ چل رہا ہے کوئی یہ نہیں کہتا ہے کہ عورتوں کو ساتھ نہ لے جائیے۔ واحد انسان تاریخ میں ہے ابنِ عباس جو کہتا ہے کہ کوفہ کی طرف نہ جائیے اور عورتوں کو نہ لے جائیے ابن عباس تمہیں معرفتِ امام نہیں ہے۔ اس لیے ساتھ نہیں لے جا رہے۔ جس میں معرفت نہیں ہے وہ ساتھ نہیں جائے گا۔ جانے کیا کہہ دو کہاں پر، ہم تو اس کو چاہتے ہیں کہ جس کے باپ پر یہ الزام ہے کہ وہ معاویہ سے شام میں مل گیا تھا تو ہم نے تنہا اس کو کوفہ میں اپنا نائب بنا کر بھیج دیا۔ اتنا اعتماد تھا کہ اسے معرفت امام تھی، مسلمؑ تم جاؤ تو مسلم کے مقابلے میں ابنِ عباس معرفت نہیں رکھتے۔ جسے معرفت نہیں وہ کربلا میں قدم نہیں رکھ سکتا، اچھا ان کی معرفت میں کمی تھی ذرا سوچیے حبیب ابن مظاہرؓ کو بلایا جائے دور سے کسی کو ہٹایا جائے زہیر بن قین کو علی اکبرؑ کو بھیج کر بلایا جائے۔ مسلم ابن عوسجہؓ ساتھ ہیں۔ لیکن جب حرؓ کا رسالہ آیا تو سارے صحابی ہیں صرف زہیر بن قینؓ جو ابھی راہ سے بلائے گئے ہیں تنہا بہترؓ میں ایک نے یہ کہا کہ ابھی لڑ لیجے موقع غنیمت ہے۔ نہ عباسؑ نے کہا نہ علی اکبرؑ نے کہا نہ قاسمؑ نے کہا نہ عباسؑ کے بھائیوں نے کہا۔ نہ اولادِ عقیلؑ نے کہا زہیرؓ نے کہا ابھی لڑ لیجے ورنہ بعد میں مقابلہ مشکل ہو جائے گا۔ لیکن حسینؑ نے جواب نہیں دیا غور نہیں کیا آپ نے یہ ابھی تازہ نو وارد ہے۔ معرفت میں تھوڑی سی کمی ہے۔ دس روز بعد دیکھنا حبیبؓ جیسا ہو جائے گا یہ ابھی سمجھ نہیں رہا ہے

میں راستے میں لڑ لوں پتا بھی نہیں چلے گا کہ لڑائی کا کیا ہوا۔ ہمیں تو آگے بڑھنا ہے ان سے لڑنا نہیں ہے یہ تو راہِ راست پر آ جائے گا اور جب یہ آئے گا حرؓ تو آفتاب کی طرح چمکتا ہوا آئے گا۔ مارنا نہیں ہے قتل نہیں کرنا ہے زہیرؓ خاموش رہو اب زہیر اس کے بعد نہیں بولے کسی منزل پر نہیں بولے امام کی بصیرت کو پہچان گئے جواب نہ ملنے پر سمجھ گئے۔ معرفت کامل ہو گئی۔ اب حرؓ کی معرفت کامل ہو گی تو صبح عاشور تک آفتاب بن کر چمک جائے گا۔ حسینؑ چل رہے تھے مدینہ سے پوچھئے اُمّ سلمٰیؑ کو کیوں نہیں لے جاتے۔ کہا اگر میں نانیؑ کو تیار کر کے ایک عماری میں بٹھا کر لے جاتا اور عظیم الشان عماری آگے آگے چلتی نقیب پکارتا ہٹو نبیؐ کی زوجہ جا رہی ہے لاکھوں کا مجمع اُمڈ آتا لیکن تاریخ لکھتی کہ کربلا اور جمل برابر ہو گئی اور طلحہؓ اور زبیرؓ نے نبیؐ کی بی بی کو باہر نکالا تو حسینؑ نے بھی کربلا میں بہانہ بنالیا نبیؐ کی بی بی کا۔ نانی آپ نہیں جائیں گی میں رسولؐ اللہ کی بی بی کی توہین نہیں چاہتا کہ چادر سر سے چھنے۔ بہنوں کی چادر چھنے، لیکن نانی کی چادر نہ چھنے، میں نبیؐ کی توہین نہیں ہونے دوں گا۔ اُمّ البنینؑ عرب کے شجاع علیؑ کی زوجہ ہیں۔ اُمّ البنینؑ حضرت علیؑ جیسے امام کی بی بی ہیں ہم نہیں چاہتے کہ اُمّ البنینؑ جائیں اور پھر عباسؑ جیسا شجاع بیٹا ساتھ ہے میں اس کے مزاج سے واقف ہوں میں نہیں چاہتا کہ ماں ساتھ جائے اور اگر آپ چلی جائیں گی تو میں صغرٰیؑ کو بیمار چھوڑ کر جا رہا ہوں اس لیے مادرِ گرامی آپ مدینہ میں رہیں یہ حسینؑ کی وہ بصیرتیں ہیں کہ امام ہی یہ اقدام کر سکتا تھا اور زمانے کو دکھا سکتا تھا۔

۲۷ رجب کو امام حسینؑ گورنرِ مدینہ ولید کے دربار میں آئے کچھ لوگوں کو ساتھ لیا اور کچھ کو چھوڑ گئے اور دربار میں پہنچنے کے بعد گفتگو ہوئی ولید نے کہا سر دیجیے یا بیعت کیجئے۔ تاریخ نے کیا لکھا معلوم ہے آپ کو۔ تاریخ نے لکھا "حسینؑ نے جواب دیا دن

کی روشنی نمودار ہونے دو تو پھر ہم بات کریں گے" نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ حسینؑ نے ایک ہی جواب دیا اور دو ٹوک جواب دیا کہ "ہم اہل بیتِ نبوتؐ کسی کی بیعت نہیں کرتے" یہ امام بول رہا ہے۔ یہ نہیں کہا کہ ہم اہلِ بیت نبیؐ کسی کی بیعت نہیں کرتے" نہیں الفاظ دیکھیے آپ نے فرمایا "اہلِ بیتِ نبوتؐ"، یعنی نبیؐ کا نواسہ اور ہے نبوت کا نواسہ اور ہے۔ نبیؐ کے بیٹے مباہلے میں نہیں گئے تھے نبوت کے بیٹے گئے تھے۔ حسینؑ نے بتایا نبیؐ کا گھر اور ہے نبوت کا گھر اور ہے، نبیؐ کا گھر وہ ہے جس میں رسولؐ خدا کی بیویاں بھی رہتی ہیں پورا خاندان ہے لیکن نبوت کا گھر تم نے نہیں دیکھا۔ نبوت کا گھر وہ ہے جس کی بنیاد آدمؑ رکھتے ہیں بیت معمور کے نیچے، جو نوحؑ کے ہاتھوں سے سفینۂ نوحؑ میں بنتا ہے۔ جہاں نبیؐ ہو وہاں گھر ہوتا ہے۔ ابراہیمؑ اس کی دیواریں بلند کرتے ہیں، موسیٰؑ اس کی بلندی کو وہ طور تک لے جائیں۔ عیسیٰؑ چوتھے آسمان تک لے جائیں نبیؐ آخر "دنیٰ فتدلیٰ فکانَ قاب قوسین" تک جائیں، یہ نبوت کا گھر ہے ہم وہاں کے ہیں یہاں کے نہیں ہیں۔ وہاں کا رہنے والا کسی کی بیعت نہیں کرتا ہم قوسین کی منزل پر رہنے والے ہیں ہم کسی کی بیعت نہیں کرتے۔ "یَدُاللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ" "اللہ کا ہاتھ کسی کی بیعت نہیں کرتا ہے"۔

حسینؑ ابنِ علیؑ چلے اور چھ ماہ کی راہ ہے تو اس شان سے چلے کہ وہ راستے اپنائے جدھر سے حاجیوں کے قافلے جا رہے تھے تاکہ زمانہ دیکھے حسینؑ کی سواری کہاں جا رہی ہے، کتنے لوگ ہیں؟ گھر والے ساتھ ہیں، کیا تیاریاں ہیں؟ لوگ مل رہے ہیں، ملاقات کر رہے ہیں، لیکن زمانے کو پیغام سناتے ہوئے اور خطبے دیتے ہوئے تقریریں کرتے ہوئے عبداللہ ابنِ زبیرؓ کے ابروؤں پر بل بھی دیکھا لوگ آ کر بھی بیٹھے چاہا بھی لوگوں نے کہ بیعت کا مسئلہ اٹھ جائے حسینؑ یہاں بیعت لے لیں لیکن حسینؑ اس مسئلے

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

پر گفتگو نہیں کرتے ابھی کسی کو نہیں معلوم کہ حسینؑ کیا اقدام کریں گے کہ ایک بار آٹھ ذی الحجہ کو اعلان کیا ہم حج کو چھوڑ کر صرف عمرہ کر کے جا رہے ہیں، لوگ حیران ہوگئے۔ پچیس حج پا پیادہ کرنے والا ایک دم حج چھوڑ کر جا رہا ہے، حسینؑ بتانا چاہتے تھے کہ اس راستے پر جا رہا ہوں جو راستہ حج سے بلند ہے۔ جہاد اور شہادت کی منزل حج سے بلند ہے۔ آج اسلام کو حج کی نہیں جہاد کی اور شہادت کی ضرورت ہے میں جہاد کی اور شہادت کی راہ پر جاؤں گا اس لئے حج کو عمرے سے بدل دیا تاکہ جب مکے سے نکلیں ہر شہر والا ایک دوسرے سے پوچھے یہ نبیؐ کا نواسہ حج چھوڑ کر کیوں گیا؟۔ اگر اخباروں کا دور ہوتا تو لاکھوں اخبار خبر کو پیشانی پر لگاتے۔ حسینؑ نے اخبار چھپوا دیئے کہ نبیؐ کا نواسہ کدھر گیا کیوں گیا؟ تاکہ جب حاجی واپس جائیں تو اپنے اپنے قریوں میں جا کر بتائیں کہ نبیؐ کا نواسا حج چھوڑ کر گیا ہے کوئی ضروری کام کرنے گیا ہے۔ پہلے تاریخ میں لکھوالیا کہ حسینؑ جہاں بھی جائیں وہ حج سے ضروری کام ہے۔ پہلے لکھوالیا تاکہ بعد میں پتہ چلے کہ ہاں کربلا کا معرکہ ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کی قربانی سے بلند تھا۔ شہادت کا راستہ حج سے زیادہ بلند تھا تاریخ میں پہلے لکھوایا اور اب جو چلے تو راہ میں پیغامِ امامت سناتے ہوئے چلے حرؑ سے ملاقات ہوئی آپ دیکھیں میر انیسؔ نے کہا تھا:۔

بخدا فارسِ میدانِ تہور تھا حرؑ

عربی میں دو لفظ ہیں ایک شجاعت ہے ایک تہور ہے۔ شجاعت وہ جو موقع اور مناسبت کے مطابق ہو اور تہور معنی ہیں بے موقع بہادری میر انیسؔ نے تہور کا لفظ حرؑ کے لیے استعمال کیا۔ عباسؑ کے لیے شجاعت کا لفظ استعمال کیا۔ حرؑ نے تہور دکھایا تھا۔ بے موقع شجاعت دکھائی تھی غور نہیں کیا آپ نے بے موقع کیوں؟ عباسؑ موجود ہیں علی

اکبرؑ موجود ہیں یہ بے موقع شجاعت تو ہوئی معلوم ہے اس کو میرا حشر کیا ہوگا۔ اس کے بعد بھی آنکھوں پہ جو پردے پڑے تھے لجام فرس پر ہاتھ ڈال دیا۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ اتنی ہمت حرؑ کی نہیں تھی تاریخ نے ایسا ہی کچھ لکھا ہے اور ذاکرین بیان کرتے ہیں لیکن میں نے جو تحقیق کی ہے صرف حسینؑ کے گھوڑے کے سامنے اپنے گھوڑے کو لا کر راستہ روک دیا تھا، مجال نہیں تھی کہ امام وقت کے فرس کی لجام پر ہاتھ ڈال دے۔ عباسؑ موجود تھے لیکن حسینؑ کی بصیرت دیکھیے صرف اگر اشارہ کرتے کنکھیوں سے تو عباسؑ کی تلوار ہوتی علی اکبرؑ کی تلوار ہوتی حرؑ کا رسالہ کہاں ہوتا۔ لیکن کیا کہنا امام کا اور اقدامِ امام کا امام حسینؑ نے زمانے کو بتایا کہ میں نفسیاتی طور پر اس کے ذہن کو بدل کر یہ بتاؤں گا کہ امام تلوار سے ذہن نہیں بدلتا زبان سے فصاحت سے بلاغت سے پوری تقدیر بدلتا ہے پورے افکار کو بدلتا ہے پورے ذہن کو بدلتا ہے۔ اور میں کچھ بھی نہیں کہوں گا۔ بس اتنا کہوں گا حر کیا چاہتا ہے تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے کیا جملہ کہا تھا دنیا یہی سمجھی کہ حرؑ کی توہین کر دی لیکن یہ حرؑ کی عزت بڑھ رہی تھی۔ اس لیے کہ حرؑ نے پلٹ کر یہ کہا اب میں کیا کہوں آپ کی والدہ گرامی سیدۃ النسأ العالمین ہیں یہاں درود کے علاوہ جائے سخن نہیں ہے، یہ کہنا تھا کہ خانۂ زہراؑ سے فکری روشنی حرؑ کے دماغ میں چلی عظمتِ فاطمہؑ سمجھتا تھا جو معرفتِ فاطمہؑ رکھتا ہے وہ حق کی راہ پر کبھی نہ کبھی آ جاتا ہے یہ حرؑ کو حسینؑ نے بتایا۔ حرؑ کے دل میں معرفت تو تھی فاطمہؑ کی مگر کون تھا جو اسے چھیڑ کر اس معرفت کو اجاگر کر دیتا۔ ایسا جملہ کہا کہ حرؑ کی زبان پر فاطمہؑ کی مدح آ جائے۔ اِدھر حرؑ کی زبان پر شہزادیٔ کونینؑ کی مدح آئے اور اُدھر ملک بڑھ کر حرؑ کا بازو تھام لے کہ تجھے حق کے راستے پر جانا ہے۔ وہ کرن جو عاشور کو آفتاب بن گئی وہ مودّتِ زہراؑ کا آفتاب تھا جو حرؑ کو لے آیا وہ حسینؑ کا ایک جملہ ہے، حسینؑ کا ہر اقدام عرض کر چکا۔ کربلا میں زمین کا خریدنا پرسوں

کی تقریر میں تفصیل سے عرض کر چکا اب صرف یہ بتادوں شب عاشور آئی، اب اقدام دیکھئے، تلواریں دیکھی جانے لگیں نیزے کی انیاں دیکھی جانے لگیں دھاریں دیکھی جانے لگیں، زرہ بکتر دیکھی جا رہی ہیں، بھالے دیکھے جا رہے ہیں، خود دیکھے جا رہے ہیں، بڑا انتظام ہے، اصحاب و انصار انتظام میں لگے ہوئے ہیں۔ یہ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جس شہر کا میں نے کل ذکر کیا تھا ینبوع اس کے باغات اس کے کھیت ایسا وسیع میدان انہی باغات کے درمیان رکھا گیا تھا جہاں بنی ہاشم کے بچے تلوار چلانا سیکھتے تھے اور یہ آپ کو پتہ ہے کہ حسینؑ کے گھرانے کے نوجوانوں اور بچوں نے کس سے تلوار چلانا سیکھی اماموں کو چھوڑ کر فرائض منصبی میں امامت یہ نہیں کرے گی کہ بچوں کو امام تلوار سکھائے، امام یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ہمارے ہاں کے چند لوگ ایسے ہیں کہ جو امامت والی تلوار چلاتے ہیں تو بعد والے، مستقبل کے بچوں کو وہی سکھایا کرتے ہیں انہیں بھی پہچان لو، سارے علماء نے لکھا کہ عباسؑ و علی اکبرؑ قاسمؑ و عون و محمدؑ کے استاد مسلمؑ بن عقیل تھے تلوار چلانے میں، اب سمجھے کہ مسلمؑ سفیر کیوں بن رہا ہے کربلا کا پہلا شہید کیوں بن رہا ہے عباسؑ کا استاد ہے اس لیے اکیلا گیا ہے کوفے۔ عباسؑ کو تلوار چلانا مسلمؑ بن عقیل نے سکھائی ہے۔ اب اندازہ کیجیے کہ مسلمؑ کتنے شجاع تھے۔ جبھی تو کوفے میں محمد ابن اشعث نے ابن زیاد سے کہلوایا تھا کہ اور لشکر بھیج تو عبیداللہ ابن زیاد نے کہا تھا کہ مسلمؑ تنہا ہے اور تجھ سے جنگ فتح نہیں ہو رہی ہے، محمد ابن اشعث نے جواب دیا کہ کیا کوفے کے بنیے و بقال سے لڑائی ہو رہی ہے یہ بنی ہاشم کا شاہزادہ ہے۔ یہ عقیلؑ کا بیٹا ہے۔ یہ ابو طالبؑ کا پوتا ہے۔ اس لیے مزید لشکر بھیج ورنہ شکست ہو جائے گی مسلمؑ بے جگری سے لڑ رہے ہیں۔ اب اندازہ کیجیے کہ حسینؑ کو کتنا اعتماد مسلمؑ پر ہے کہ اکیلے بھیج دیا کوفے جیسے گنجان آبادی والے دشمنوں کے شہر میں اور نیزوں کے نیستان میں شیر کو

روانہ کر دیا لیکن مسلم نے کیسے فتح پائی یہ ایک الگ موضوع ہے۔

عاشور کی شب آئی سارے شجاعوں کا کیا پوچھنا کیسے ٹہل کر رات گزاری ہے کہ صبح کو ہم اپنی تلواروں کے جوہر دکھائیں گے اور عرض کر دوں آج موضوع میں بات آ رہی تھی لیکن پھر عرض کر دوں کہ بنی ہاشم کے گھرانے میں جتنے بھی ہتھیار ہیں ان میں کبھی وہ وہ ہتھیار استعمال نہیں کیے گئے جو بزدلی کے ہتھیار ہیں۔ تلوار، نیزہ، بھالا نیچے یہ سب شجاعت کے ہتھیار ہیں۔ لیکن تیر و کمان بزدلی کا ہتھیار ہے۔ اس لیے کہ دور سے استعمال ہوتا ہے۔ دھوکہ دے کر استعمال ہوتا ہے علیؑ سے لے کر اور گیارہویں امام تک آپ کو تاریخ میں نہیں ملے گا کسی نے کبھی تیر میدان میں چلایا ہو۔ پوری تاریخ گواہ ہے بدر و احد و خندق و خیبر و حنین و جمل و صفین و نہروان و کربلا گواہ ہیں کسی نے بھی تیر چلّے میں نہیں جوڑا۔ کہیں نہیں ملے گا کہ کسی کے کاندھے پر کمان نظر آئی دھوکے سے پھینکا جاتا ہے تیر۔ پتہ نہیں ہوتا کہ حربہ آ رہا ہے اس لیے امام استعمال نہیں کرے گا۔ امام تو امام۔ امام کے گھرانے کا غیر معصوم بچہ بھی استعمال نہیں کرتا یہ ہے امامت کی منزلیں لیکن ایسا نہ سمجھ لینا کہ ہم اس حربے سے واقف ہی نہیں ہیں۔ چونکہ بنی ہاشم کو تم نے کبھی تیر و کمان چلاتے نہیں دیکھا اس لیے تم یہ سمجھو کہ تلوار کے دھنی ہیں لیکن تیر و کمان چلانا نہیں آتا۔ یہی وجہ تھی کہ ہشام کے دربار میں جیسے ہی داخل ہوا آپ کا پانچوں امام۔ ہشام جو اکھیل رہا تھا نشانے پر تیر پھینک رہا تھا لیکن ایک سو ساٹھ تیر چلا چکا تھا ایک بھی تیر نشانے پر نہیں لگا تھا جیسے ہی پتا چلا کہ امام آئے ہیں غصے میں تھا ہی اب جو پلٹ کر دیکھا تو امامؑ نظر آیا، پہلو میں جعفر صادقؑ جوانی کے عالم میں باپ کے ساتھ تھے ہشام نے ایک بار پلٹ کر کہا ذرا شوق فرمائیے یہ تیر نشانے پر تو پھینکئے گا۔ امام نے کہا میں بوڑھا ہو گیا ہوں میرے ساتھ مذاق کرتا ہے۔ میں کیا تیر و کمان ہاتھ

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

میں لوں گا ہشام نے کہا ہم نے تو سنا ہے بنی ہاشم بڑے شجاع ہوتے ہیں امام نے کہا ہاں شجاع ہوتے ہیں لیکن تلوار کے دھنی ہوتے ہیں یہ ہتھیار ہم نے کبھی نہیں اٹھایا لیکن اگر تو کہہ رہا ہے اور چاہتا ہے تو لے دیکھ ترکش میں کئی سو تیر رکھے تھے ایک بار کمان کو مٹھی میں لیا تیر کو چٹکی میں لے کر کمان میں جوڑا، چلّہ کھنچا اور تیر چلا سنسناتا ہوا، دربار کا ہر شخص دیکھ رہا تھا ایک تیر دوسرے تیر کو پھاڑتا ہوا نشانے پر جاتا تھا۔ ابھی تیر پہنچا تھا کہ چوتھا تیر چلا پانچواں چلا چھٹا تیر چلا نشانے پر ہر دوسرا تیر پہلے تیر کو بیچ سے شگافتہ کرتا ہوا جاتا تھا اِس طرح دو سو تیر چلے اور ہر تیر پہلے تیر کو بیچ سے شگافتہ کرتا تھا ساحلؔ دہلوی کا شعر پڑھ دوں

قدر انداز ہیں ایسے نشانہ باز ہیں ایسے
کہ جب چٹکی سے چھوڑا تیر مُٹھی سے کماں رکھدی

ساحلؔ دہلوی کی غزل کا شعر ہے۔ اتنا اطمینان ہے امامؑ کو کبھی نہیں چلایا لیکن معلوم ہے پتا ہے ہم اس سے واقف ہیں یہ علم ہمیں آتا ہے لیکن کربلا میں شبِ عاشور ہمیں نہیں ملتا کہ کسی نے حسینؑ کے اسلحہ خانے میں تیر و کمان دیکھا ہو۔ اور کسی نے کہا ہو ترکش کو زین میں یا پُشت پر لٹکا لو امام حسینؑ کی بصیرت دیکھئے بہتّر ہیں، یزید کا لشکر بہت ہے لاکھ ڈیڑھ لاکھ کا لشکر ہے لیکن حسینؑ ابن علیؑ اگر چاہیں تو بہتّر ان سب کو مار کر دمشق کے قصر پر اپنا پرچم لگا سکتے ہیں دارالامارہ لشکر حسینیؑ کے لئے فتح کرنا مشکل نہیں تھا، اس لیے اکثر انگریز مورخین نے یہ لکھا کہ حسینؑ کی بصیرت ایسی تھی کہ دنیا میں کسی بھی لڑائی میں کسی بھی لیڈر نے جنگ کی تیاری اس طرح نہیں کی جس طرح حسینؑ نے کی۔ اگر حسینؑ چاہتے تو فتح پا لیتے لیکن حسینؑ نے ظاہری فتح نہیں چاہی۔ اب یہ بھی بتاؤں گا کیوں نہیں چاہا امام حسینؑ نے حکم دیا کہ، زہیرؑ سے کہو مسلم ابن عوسجہؑ سے کہو یہ جتنے خیمے

لگے ہوئے ہیں ان خیموں کو دوسرے خیموں سے متصل کر دو۔ خیمے ایک دوسرے سے منسلک کر دیے گئے اور ہر خیمے کی طناب جو قنات کے اندر بندھی ہوئی تھی خیموں کے باہر باندھی گئیں ساری چوبِ خیمہ باہر لگی تھیں اور خیمے کی رسیّوں کو کھینچ کر قنات کے باہر لگا یا جائے طنابیں باہر لگا دی گئیں خیمے ایک دوسرے سے منسلک کر دیے گئے اور صحن میں جو رسیاں بندھی تھیں باہر باندھ دی گئیں اس کے بعد امام حسینؑ نے فرمایا دو طرف سے ہمارے خیموں کو پہاڑی گھیرے ہوئے ہے دو راہیں کُھلی ہیں عباسؑ زہیرؑ و حبیبؑ سے کہو گہری خندقیں کھودیں آگ روشن کر دیں تا کہ دشمن شب خون نہ مار سکیں ذرا حسینؑ سے پوچھیے کہ لٹنا تو ہے ان خیموں کو یہ شب خون کا خطرہ کیوں ہے، حسینؑ کو یہ خیال ہے کہ اگر آج لڑائی چھڑ گئی تو رات میں میرے علی اکبرؑ کی شجاعت کون دیکھے گا پتہ کیسے چلے گا قاسمؑ کیسے لڑے، عون و محمد نے میدان کربلا کو کس طرح فتح کیا۔ اس لیے رات کی لڑائی ٹالنا ہے اور اگر خیموں پر حملہ ہو گیا تو ہم ایک بھی بچّے کو روک نہ سکیں گے آج کی رات ہی لشکر کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اس لیے خندقوں میں آگ روشن کی تا کہ دشمن آ کر رات کو جنگ چھیڑ نہ سکیں ابھی بارہ گھنٹے لڑائی کو روکنا ہے۔ ”والفجر ولیالِ عشرٍ“ جب آفتاب روشن ہو گا تب لڑیں گے۔ تا کہ زمین کربلا پر لہو کی دھاروں سے یہ تاریخ لکھی جائے کہ کیسے لڑے ہم اور یہ طنابیں اس لیے باہر لگائی گئیں ہیں کہ رات کو چپکے سے اگر دشمن آ جائے تو اندھیرے میں دشمن کا گھوڑا طنابِ خیمہ سے اُلجھ کر گرے اور جب وہ اُلجھ کر گرے تو ایک رسی ہلے خیمے منسلک ہیں سارے خیموں کو خبر ہو جائے ایک سوار آنے پر پورے لشکر کو پتہ چل جائے یہاں سے وہاں تک ہر سپاہی باہر آ جائے یہ انتظام کیا گیا۔

جب صبح نمودار ہوئی تو اب امام کی بصیرت معراج پر تھی علی اکبرؑ تم آذان دو، امام

حسینؑ کے موذّن حجاج ابن مسروق ساتھ ہیں، راستے میں چھ مہینے تک آذان دیتے ہوئے آئے ہیں کسی منزل پر علی اکبرؑ نے آذان نہیں دی لیکن صبح عاشورہ کہا کہ علی اکبرؑ تم آذان دو۔ پتا ہے کیوں؟ اس لیے کہ دیکھو نانا کی آواز گونج رہی ہے اب پہچانو حق کدھر ہے علی اکبرؑ کو دیکھو۔ ان کی شکل دیکھو شاید رسولؐ یاد آ جائیں۔ اور اس کے بعد ایک فیصلہ کر دیا آذان علی اکبرؑ سے دلوا کر۔ یہ نکتہ میں نے ہلال نقوی سے کہا کہ اپنے مرثیہ میں درج کر لو اگر علی اکبرؑ کی آذان پر لکھ رہے ہو، ہلال نقوی جب نیا مرثیہ لکھنا شروع کرتے تھے ہمیشہ میرے پاس مشورہ کرنے آتے تھے جب ”آواز“ کے موضوع پر انھوں نے مرثیہ لکھا اور نکتے پوچھے تو میں نے یہ نکتہ بھی انھیں نوٹ کرایا تھا چونکہ میں ”آواز“ کے موضوع پر تقریر کر چکا تھا انھوں نے اس پر چند بند کہے تھے بیٹھے بیٹھے یہ ذہن میں میرے آیا تھا اور آپ پسند کریں گے عجیب و غریب یہ فکر ہے کہ حسینؑ نے علی اکبرؑ سے آذان دلوا کر یہ بتایا کہ آج آذان اٹھارہ سال والے کی عمر پر رک گئی قیامت تک شباب رہے گا آذان پر، قیامت تک آذان جوان رہے گی اب آذان پر بڑھاپا آئے گا نہ زوال آئے گا بس اسی عمر پر تھم گئی۔ آذان ہر دور میں جوان رہے گی۔ اس لے آذان علی اکبرؑ سے دلوائی۔

کربلا میں ایک منزل وہ آتی ہے جہاں عباسؑ پیاسے بچوّں کی سقائی کے لئے جاتے ہیں اب بصیرتِ حسینؑ دیکھیے یہ امام کا اقدام ہے۔ اب عباسؑ کو معلوم ہے کہ امامؑ کیا چاہتے ہیں خیمہ کے سامنے سے نکلے میدان سے ہوتے ہوئے سامنے میمنہ تھا، میسرہ تھا، قلب لشکر تھا۔ تمام مورخین اس کے قائل ہیں کہ حضرت عباسؑ خیمہ گاہ سے فرات کی طرف بڑھے تو انتہائی برق رفتاری سے اور دشمنوں کی صفوں کو درمیان سے چیرتے پھاڑتے ہوئے فرات پر تشریف لے گئے ہیں اور ایسی جنگ کی ہے کہ لشکرِ یزید

میں مقابلے کی تاب نہ تھی اور اشقیا آپ کی قوت و ہیبت شجاعت و طاقت سے اس طرح دونوں اطراف کو ہٹتے جا رہے تھے کہ میدانِ جنگ میں راستہ بن گیا تھا۔

آٹھ ہزار سپاہی جو نہرِ فرات پر پہرہ دے رہے تھے حضرت عباسؑ کے سدِّ راہ ہوے آپ پر تیروں کی بارش کر رہے تھے لیکن آپ تلوار سے تیروں کو قطع کرتے ہوے لشکر کو پراگندہ کر کے فرات تک پہنچ گئے۔

اے لشکرِ یزید لڑنے نہیں آیا ہوں پانی لینے آیا ہوں عباسؑ پانی مشک میں بھر کر فرات سے نکلے اب ایک ہی فکر ہے کہ پیاسوں تک پانی پہنچ جائے۔ اس لیے غاضریہ درختوں کے درمیان سے جا رہے ہیں لڑنا ہوتا تو میدان سے جاتے اور اس کے بعد درختوں کے درمیان سے باغات سے نکل کر اب جو فرات کے کنارے آئے تو لشکر بلندی پر تھا عباسؑ نشیب میں تھے بارہ ہزار تیر عباسؑ کی جانب چلے لیکن ایک تلوار سے بارہ ہزار تیروں کے لوہے کی چادر کٹتی جاتی تھی عباسؑ آگے بڑھتے جاتے تھے لڑائی نہیں ہم پانی لے کر جا رہے ہیں۔

میر مونسؔ کے مرثیے کا یہ بند بہت مشہور ہے جو اسی موقع کے لئے کہا گیا ہے:-

دو معرکے تا حشر نہ بھولے گا زمانہ　　خیبر میں اکیلے اسداللہ کا جانا
وہ مشک لئے نہر پہ عباسؑ کا آنا　　وہ باپ کا قصہ تھا یہ بیٹے کا فسانہ
در قلعہ کا تو حیدرؑ کرار نے توڑا
دیوار کو لوہے کی علمدار نے توڑا

حضرت عباسؑ علمدار جب پانی لے کر چلے تو اب جنگ شروع کی۔ ہم چاہتے تھے تمہیں مہلت دے دیں۔ ہم پانی کے لیے نہیں لڑیں گے لیکن اب اس لیے لڑ رہے ہیں کہ پانی بچوں تک پہچانا ہے عباسؑ کی بصیرت وہ حسینؑ کی بصیرت کہ عباسؑ کو بھیجیں پانی

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

لینے کے لیے کسی اور کو نہ بھیجیں اور اس کے بعد عباسؑ کا جانا حسینؑ کا آنا ہاتھوں کا پہلے ملنا لاشے کا بعد میں ملنا آج تک سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ لیکن سید مہدی بحرالعلوم نے تحقیق کی اور کہا ہاتھ پہلے کیوں ملے۔ عباسؑ کا ایک ہاتھ قطع ہوا عباسؑ آگے بڑھ گئے دوسرا ہاتھ قطع ہوا اور آگے بڑھے تو جب حسینؑ ادھر سے آئیں تو پہلے لاشہ ملنا چاہیے پھر بازو لیکن یہ ترتیب کیسے بدل گئی۔ دوسرا شانہ قطع ہونے کے بعد بھی عباسؑ دانتوں سے مشک کا تسمہ دبائے ہوئے بڑھے لیکن اب لڑتے جاتے ہیں رکاب سے پیر کو نکال کر ایک بار عجیب جملہ بحرالعلوم نے لکھا ہے کہ جب دونوں بازو قلم ہوگئے تو ایک بار رکاب پر کھڑے ہوتے تھے اور بس یہ دیکھتے تھے کہ کتنی دور خیمہ رہ گیا جلدی سے مشک پہنچا دیں خیموں تک لیکن جیسے ہی حرملہ کا تیر مشک پر لگا پانی بہا تو بحرالعلوم کہتے ہیں کہ بس عباسؑ نے گھوڑے کو فرات کی طرف واپس پھیر دیا کہا پانی تو بہہ گیا اب خیموں کی طرف جا کر کیا کریں اے مرتجز پھر فرات کی طرف لے جا اب جو واپس چلے تو ہاتھ پیچھے رہ گئے عباسؑ آگے نکل گئے اب حسینؑ جو آئے تو ہاتھ پہلے ملے لاشہ بعد میں ملا ایک ایک نکتے پر غور کریں۔

اور اب حسینؑ کے جوان بیٹے کی بصیرت دیکھئے علی اکبرؑ میدان جنگ میں گئے علیؑ کی شان سے جنگ کی، زخمی ہوئے اور اب علی اکبرؑ گھوڑے سے گرے ہر سوار گرا اس نے کہا ''السلام علیکم یا ابا عبداللہ'' یہ واحد شہید ہے جو گھوڑے سے گرا تو اس نے کہا یاابتاہ علیک منی السلام ایک ہے سلام ایک ہے سلام کا جواب دیکھیے سلام کرنا واجب نہیں سنت ہے۔ لیکن جوابِ سلام واجب ہے۔ علی اکبرؑ نے یہ نہیں کہا بابا آپ پر سلام۔ سلام کرتے تو حسینؑ پر جواب واجب ہو جاتا اس لیے جواب سلام جو واجب تھا وہی کہہ دیا کہ حسینؑ پر کچھ واجب نہ ہو۔

ایک ایک شہید کی بصیرت دیکھیے اس لیے چُن کر لائے ہیں کہ یہ شُہداء معرفت میں کمال رکھتے ہیں، کیوں جواب سلام اس لیے دیا کہ ابھی ابھی جب واپس گئے تو کہا تھا کہ بابا ذرا پانی پلا دیجیے تو حسینؑ نے کہا تھا کہ زبان میرے منہ میں دے دو تو زبان یہ کہہ کر نکال لی تھی کہ بابا آپ کی زبان میں کانٹے پڑے ہیں آپ کی زبان خشک ہے علی اکبرؑ کو معلوم تھا اگر سلام کروں گا تو جواب دینے میں بابا کو زحمت ہوگی اس لیے علیک منّی السلام کہہ گئے بابا کو بولنے کی بھی زحمت نہیں دی۔ امامت کی ایسی معرفت رکھنے والے فرزند تھے علی اکبرؑ۔

علی اصغرؑ کو میدان میں لائے اب ذرا بصیرت دیکھیے ایک بار کہا اس بچہ کو پانی پلا دو یہ بچہ پیاسا ہے چار تاریخ کو جب لشکر آیا شمر کا تو زمین اتنی ہلی اتنی کانپی جب شیث ابن ربعی لشکر لے کر آیا تو زمین ہلنے لگی اتنی لرزی کہ ربابؑ دہل گئیں اور ماں کا دودھ خشک ہو گیا چار تاریخ سے بچہ دودھ کے لیے تڑپ رہا ہے سب تین دن سے پیاسے ہیں علی اصغرؑ کب سے بھوکے ہیں کب سے پیاسے ہیں تاریخ تو شرمائی جا رہی ہے تاریخ تو شرمندہ ہے پانی خود شرمندہ ہے، علی اصغرؑ پیاسے ہیں اس کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے اے اشقیا علی اصغرؑ کو پانی دے دو۔ میرا بچہ بہت پیاسا ہے اچھا لو اگر تم یہ سمجھ رہے ہو کہ اس بچّے کے بہانے میں پانی پی لوں گا تو لو میں نے اسے جلتی ریت پر لٹا دیا ہے ایک بار بچّے کو زمین پر رکھا۔ رکھا تھا انتظار کرتے کہ کوئی آئے اور آ کر پانی پلا دے لیکن چند لمحوں کی بات تھی کہ زمین پر رکھا تھا کہ ایک بار دوڑ کر اٹھا لیا کیوں؟ یہ ہے بصیرتِ امام، حسینؑ جانتے ہیں کہ یہ فخرِ اسماعیلؑ ہے اس کی ماں فخرِ ہاجرہؑ ہے میں نے لٹا دیا ہے پیاسا ہے ایڑی رگڑ دی تو چشمہ جاری ہو جائے گا۔ چشمہ نہیں چاہیے زمزم نہیں چاہیے علی اصغرؑ ایڑی نہ رگڑ دینا میرے لال یہ امتحان اور ہے ہاجرہؑ کا امتحان اور

تھا۔ ابراہیمؑ کا امتحان اور تھا یہ حسینؑ کا امتحان ہے میرے بچّے حجت خدا کے بیٹے ہو حجت کو تمام کرو، حجت کو تمام کیا حجتِ خدا کا بیٹا حجت کو تمام کر گیا۔ ایک مسکراہٹ پیغام بن گئی بس یہ تقریر کے آخری جملے۔ پوری تاریخِ کربلا میں کوئی پیغام آپ کو نہیں دیا اور آپ کو یاد نہیں کیا بس عجیب منزل آگئی اب آپ اپنی قدر کریں اور دوستیِ امام کی قدر کریں عباسؑ شہید ہوئے آپ کو یاد نہیں کیا۔ عونؑ و محمدؑ شہید ہوئے آپ کو یاد نہیں کیا۔ علی اکبرؑ شہید ہوئے۔ قاسمؑ شہید ہوئے آپ کو یاد نہیں کیا علی اصغرؑ کے لاشے کو ہاتھ پر بلند کیا اور کہا اے میرے دوستو کاش تم ہوتے تو دیکھتے کس طرح میں علی اصغرؑ کے لیے پانی مانگ رہا تھا لیکن تیر آیا۔ ''اے میرے دوستوں جب ٹھنڈا پانی پینا علی اصغرؑ کی پیاس کو یاد کرنا میں کس طرح معصوم بچّے کے لئے پانی مانگ رہا تھا لیکن اشقیا نے پانی کے بدلے تیر سے علی اصغرؑ کو شہید کر دیا''۔ ایک پیغام پانی کے ذریعہ زمانے میں عظیم بنا دیا تا کہ ایک ادنیٰ چیز کے ذریعے سے دنیا امام کو نہ بھول سکے۔

مجلسِ ششم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''ساری تعریف اللہ کے لیے درود اور سلام محمدؐ اور آل محمدؐ پر''

عشرہ چہلم کی تقریر ششم آپ حضرات سماعت فرما رہے ہیں ''امام اور امت'' یہاں کی تقریروں کا عنوان ہے۔

چار تقریریں اب اور رہ جاتی ہیں آج کے بعد اور آج کی مجلس منسوب ہے امامِ ہشتم سے یوم شہادت ہے اور گزارش ہے کہ مومنین روزانہ مجلس کے بعد عزاخانہ سے جلد نکل جاتے ہیں ظاہر ہے کہ دور سے ماتمی انجمنیں آتی ہیں آپ ہی کے لیے آتی ہیں آپ کو کلام سنانے آتی ہیں معیوب لگتا ہے کہ انجمنیں ماتم کریں اور آپ لوگ اپنے اپنے گھر چلے جائیں۔ آج خاص طور سے مومنین خیال رکھیں اس لیے کہ تابوت برآمد ہوگا امام کا اور زیارت کے بغیر عزاخانے سے نہ جائیں۔ یہ باتیں بتائی نہیں جاتی یہ ہماری ثقافت و تہذیب میں داخل ہیں۔ لیکن چونکہ اب مزاج بدلتا جا رہا ہے اس لیے ان باتوں کو اب دہرانا پڑ رہا ہے۔

اور چونکہ آج تابوت برآمد ہوگا اور اس تابوت پر جتنے تبرکات ہیں وہ سب مشہد سے معصوم کی ضریح سے مس ہو کر آئے ہیں اس لیے آپ اس کی زیارت کریں اور بوسہ دیں:-

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

بہت پرانا سلام سید آل رضا کا ناصر جہاں صاحب نے پیش کر دیا اور بہت کرم کیا انہوں نے تشریف لائے بانیٔ مجلس کی گزارش پر اور انشاء اللہ آپ چاروں مجلسوں میں کلام سنیں گے ناصر جہاں صاحب آج اسلام آباد سے آئے ہیں۔

دل کی زینت دردِ حسینؑ سر کی زینت پائے حسینؑ
آنکھ کی زینت خالص آنسو لب کی زینت ہائے حسینؑ

جانے کن لمحات میں ڈوب کر اس شعر کو تخلیق کیا گیا کہ ہر امام کی تاریخ اس شعر میں آگئی اور جس کا ذکر ہے آج اس معصوم کی سیرت میں اہم ترین بات یہی ہے کہ اس نے زمانے کو یہی بتایا کہ "دل کی زینت دردِ حسینؑ" پوری حیات معصوم مدینے میں رہے جب ایران آئے تو یہی بتایا اور ظاہر ہے کہ معصومینؑ کے حالات بہت کم ملتے ہیں جتنے بھی ملتے ہیں وہ غنیمت ہیں اور ان میں ہم خاص طور سے حضرت امام رضاؑ کی سیرت میں یہ بات دیکھتے ہیں کہ محرم کا چاند جیسے ہی نمودار ہوتا تو سر سے پیر تک سیاہ لباس زیب تن کر لیتے فرش عزا بچھوا دیتے اور پھر غلام سے کہتے کہ جاؤ مدینے کی ایک ایک شاہراہ ایک ایک مکان پر جا کر پکار پکار کے کہہ دو کہ صفِ عزا بچھ گئی ہے ہمارے گھر آؤ اور آ کر ہمارے جد کا ہمیں پرسہ دو۔ اور سفر میں ہیں سواری کا گھوڑا جا رہا ہے اصحاب کے ساتھ چلتے چلتے لجام فرس کو کھینچ لیا رک گئے آنکھ سے آنسو بہنے لگے صحابی نے بڑھ کر پوچھا مولا رکنے کا سبب کیا ہے، فرماتے ہیں، دیکھتے نہیں ہو محرم کا چاند نظر آ گیا تو سفر میں ہوں یا حضر میں وطن میں ہوں یا مسافرت میں غمِ حسینؑ کو نہیں بھلایا آپ کا آٹھواں امام اپنی سیرت سے یہی بتا گیا کہ یہ شعورِ انسانیت ہے اس غم کو سینے سے لگا لینا آنکھوں کی سجاوٹ بنا لینا۔

ہمارا موضوع "امام اور امت" ہے معصومینؑ نے جہاں امت کو ہر درسِ انسانیت

دیا اس میں اہم ترین باب عزائے حسینؑ کا رکھا کسی معصوم نے اس طرف سے غفلت نہیں برتی اور دنیا سے جاتے جاتے وصیتوں میں سب سے اہم وصیت یہی ہوا کرتی تھی اپنے بیٹے، اصحاب، خانوادے اور چاہنے والوں کو کہ اس غم کو نہ بھول جانا تو جہاں یہ غم سیرت بن رہا ہو اور شعور عطا کیا جا رہا ہو وہاں ہماری توجہ اس طرف کتنی ہونی چاہیے، اس کا اندازہ ہونا چاہیے چاہنے والوں کو، خاص طور پر کہ ہم رنگِ عزاداری دیکھ رہے ہیں اور اس بدلتے ہوئے عہد میں جبکہ زمانہ بے چین نظر آ رہا ہے مضطرب نظر آ رہا ہے ایک دن قیامت کو آنا ہے، میدان حشر میں سب کو اپنے اعمال کے ساتھ پہنچنا ہے، ہماری یہ عزاداری مودّت کی میزان ہے، پڑھیے سورۂ قارعہ، ارشاد ہوا:۔

(سورۂ القارعہ سورہ نمبر ۱۰۱) پورے سورے میں ۱۱ آیتیں ہیں۔ سورہ مکّی ہے۔ قارعہ، قارعہ کیا ہے؟ تمہیں کیا معلوم قارعہ کیا ہے؟ جس دن لوگ پھیلے ہوئے پتنگوں کی طرح معلوم ہوں گے۔ اور پہاڑ دُھنی ہوئی کپاس (یا رنگین اُون) کی طرح ریزہ ریزہ نظر آئیں گے۔ پس جن کا میزان (عمل) بھاری ہوگا۔ تو وہ خوش حال زندگی میں ہوگا۔ لیکن جسکا میزانِ عمل ہلکا ہوگا۔ تو اس کا ٹھکانا جہنم میں ہوگا۔ تجھے کیا خبر کہ وہ کیا ہے؟ بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔

سورہ میں دو بار لفظِ میزان استعمال ہوا ہے۔ میزان کیا چیز ہے۔ میزان یعنی ہر چیز کے وزن کیلئے ایک میزان (ترازو) ضروری ہے۔

اگر گندم کا وزن کرنا ہے تو میزان میں تول سکتے ہیں لیکن کپڑے کے لیے میزان ترازو نہیں بلکہ طول میں میزان ہوگی یعنی گز کے ذریعے کپڑا ناپا جائے گا۔ سردی یا گرمی کی پیمائش کے لیے الگ میزان ہے۔

دنیا کے نقشے میں کسی بڑے شہر کو تلاش کرنا آسان ہے لیکن کس قصبے یا گاؤں کو نہیں

تلاش کیا جا سکتا اسکے لئے نقشے کے نیچے اسکیل بنی ہوئی ہے اسکے ذریعے فاصلہ ناپ کر قصبے یا گاؤں کا پتا چلایا جاتا ہے۔

بالکل اسی طرح ہمارے اعمال کی پیمائش کیلئے بھی کسی میزان کی ضرورت ہے۔ مثلاً نماز کی میزان کیا ہے؟

قرآن نے نماز کیلئے تمام رکن بتائے۔ تکبیر، قیام، رکوع اور سجدہ۔ لیکن ترتیب کا بیان قرآن میں نہیں ہے۔ نماز کیلئے میزان قرآن نہیں بلکہ سیرتِ رسولؐ، عملِ رسولؐ ہے جیسی نماز رسولؐ نے پڑھی ہے اس طرح کی نماز پڑھنا ہے۔ ورنہ سجدہ پہلے اور رکوع بعد میں ہو جائے گا۔ قرآن میں نہیں لکھا ہے۔ یہ عملِ رسولؐ بتائے گا۔ عمل کی میزان عملِ رسولؐ ہے۔

حج، زکوٰۃ، خمس روزہ ہر ایک کی میزان عملِ رسولؐ ہے۔ اسلام کو قیامت تک جانا ہے اس لئے میزان ہر عہد میں ضروری ہے۔ غدیر میں خطبے کہ بعد فرمایا یا علیؑ تم ایمان کی میزان ہو......

علیؑ کے بعد ہر امام میزان ہے......اس عہد میں بھی ایک میزان موجود ہے۔

اللہ نے فرمایا قیامت کے دن ہم میزان نصب کریں گے جو حق ہوگی......میزان حق ہے۔

علیؑ کے لیے فرمایا حق علیؑ کے ساتھ ہے علیؑ حق کے ساتھ گویا علی میزان ہوں گے روزِ قیامت۔

جنگِ جمل کے بعد جب نماز کا وقت آیا......لشکرِ مخالف کے افراد نے علیؑ کے پیچھے اصحابِ علیؑ کے ساتھ نماز پڑھی ایک صحابی عمران نے اپنے ساتھی معترف بن عبداللہ سے کہا آج رسولؐ کی نماز کا مزا آ گیا۔ اس جوان کے پیچھے نماز پڑھ کر رسولؐ کی نماز یاد

آ گئی......یہ روایت صحیح بخاری میں موجود ہے۔

رسولؐ کے بعد اور علیؑ کی خلافت سے پہلے جو نمازیں ہوئیں وہ رسولؐ کی نماز سے الگ تھیں ورنہ اصحاب جمل یہ کیوں کہتے کہ علیؑ کی نماز رسولؐ کی نماز ہے......علی میزانِ عمل ہیں......

میزان کا ذکر ہے سورے میں پلّوں کا ذکر نہیں ہے کہ پلّا ہلکا یا بھاری ہوگا......

میزان یعنی ہادی اب جسکی جیسی میزان ہوگی......جسکی میزان ہلکی وہ جہنم میں جائے گا......جسکی میزان بھاری وہ جنت میں جائے گا۔

نبی کے معنی پیغام لینے والا۔

رسول کے معنی پیغام پہنچانے والا۔

جب تک پیغام آتے رہے نبی ہے۔

جب تک پیغام پہنچاتے رہے رسولؐ ہے۔

سلسلہ ختم ہوا تو اب ضرورت ہے عمل کر کے بتانے کی امام کے معنی ہیں عمل کر کے بتانے والا......اس لئے امامت قیامت تک جائے گی......اور امامت ہی اصل میزان ہے۔ ہر نماز کے بعد ہر مجلس کے بعد جب آپ یہ کہتے ہیں کہ:۔

السّلامُ علیکَ یا غریبُ الغرباء

تو یہ جملے یہ زیارتیں افکار کے لیے ہیں تجسس کے لیے ہیں اس لیے نہیں کہ بس آپ کو انگلی اٹھا کر پڑھ دینا ہے نہیں آپ میں یہ تجسّس و تحقیق ہونا چاہیے کہ یہ غریب الغرباء کیا ہے۔ اس لیے کہ آپ کی اردو میں لفظ غریب نادار کے لیے استعمال ہوتا ہے یا مفلس کے لیے نہیں یہ لفظ اتنا عظیم ہے کہ اقبالؒ نے اس لفظ کو استعمال کرنے سے پہلے مفتی فلسطین سے خط لکھ کر معنی پوچھے تھے اور جب انہوں نے یہ لکھا کہ غریب کے

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

معنی یہ ہیں کہ کوئی عظیم انسان پکار رہا ہو کہ مجھ کو پہچانو میں کون ہوں کس کا بیٹا ہوں اور کس خاندان سے ہوں اور پورا مجمع اس کو جانتا ہو کہ یہ کون ہے کیسا ہے کہاں سے آیا ہے کس خاندان کا ہے لیکن پورا مجمع اس کے مقصد کو نہ سمجھ پا رہا ہو کہ اس نے قیام کیوں کیا ہے ایسا شخص امت کی نظر میں غریب ہے اور پھر مثال دی انہوں نے اقبال کو کہ ۶۱ ھ میں پوری امت جانتی تھی حسینؑ کو کہ یہ علیؑ کے بیٹے ہیں فاطمہؑ کے نورِ نظر ہیں نبیؐ کے نواسے ہیں۔ قبیلہ بھی جانتے تھے خاندان و وطن بھی جانتے تھے سب کچھ جانتے تھے لیکن امت کو یہ نہ معلوم ہو سکا کہ حسینؑ نے قیام کیوں کیا ہے اس لیے حسینؑ غریب تھے ۶۱ ھ میں تب اقبالؔ نے شعر کہا:۔

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسینؑ ابتدا ہیں اسماعیلؑ

داستانِ حرم غریب ہے اس لیے کہ امت اس کی روح کو سمجھ نہ سکی کہ داستانِ حرم کی روح کا مقصد کیا ہے یہ آغاز سے اختتام تک پوری داستان کا مقصد کیا ہے؟ بالکل اسی طرح ۲۰۳ ھ میں آپ کا امام۔ امام رضاؑ غریب تھا نہیں بلکہ غریب الغرباء تھا اور اس لیے غریب الغرباؑ تھا کہ مدینے میں بیٹھے ہوئے پرسکون حالات میں بیس سال امامت کی ہے آپ کے امامؑ نے اور اسی دوران ہارون رشید نے اپنی حکومت دو حصوں میں تقسیم کر دی تھی اپنے دو بیٹوں امین اور مامون میں، آدھا ملک امین کے حصے میں آیا اور آدھا مامون کے حصے میں آیا، ایران مامون رشید کے پاس تھا۔ سلطنت تو پوری مل گئی لیکن اچانک چاروں طرف سے بغاوتیں اُٹھ کھڑی ہوئیں اور جب وزراُ کو بلا کر پوچھا کہ کیا کریں تو وزیر فضل بن سہل نے کہا کہ آپ مدینے سے علی بن موسیٰؑ کو بلا کر ولی عہد بنا دیں، آدمی بھیج دیے گئے لوگ چلے گئے وزراُ گئے امام کو لینے کے لیے بہت دنوں کے

بعد کسی راوی نے مامون رشید سے پوچھا کہ تو نے اولاد فاطمہؑ میں ولی عہد کیوں قرار دیا تیری توجہ کیسے ہوئی کہ تو ان کو ولی عہد بنانے پر تیار ہو گیا تو اس نے پورا واقعہ سنایا ہے۔ جو کتابوں میں درج ہے کہ جب ہماری حکومت میں بغاوتیں اُٹھنے لگیں اور بھائی کی طرف سے خطرہ ہوا کہ وہ ہمیں قتل کرا دے گا تو ایک رات ہم نے سفید پاکیزہ لباس پہنا اور حجرہ میں گئے ہم نے اپنے معبود کی بارگاہ میں توبہ کی اور پھر یہ کہا کہ اگر ہماری ہر پریشانی دور ہو گئی تو ہم امامت اور خلافت کو اس کی صحیح جگہ پر پہنچا دیں گے تو مامون کے ان لفظوں نے بتایا کہ اب تک جو خلافت آ رہی تھی وہ صحیح جگہ پر نہیں تھی اور حکومت کرنے والے نے بتایا کہ ہم غلط جگہ پر بیٹھے ہوئے ہیں ان کو احساس تھا کہ "لا ینال عہد الظالمین" ظالم یہ منصب نہیں پائیں گے ظالم خود جانتا تھا کہ ہم ظلم کر رہے ہیں مامون نے کہا ہماری دعا قبول ہو گئی ہماری پریشانیاں دور ہو گئیں اس لیے ہم نے چاہا کہ ہم خلافت کو آلِ محمدؐ کے حوالے کر دیں۔ ''تری کیا مجال ہے'' معصومؑ نے کہا تھا ''کہ تو کیا دے گا'' اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر آئے کیوں تو بڑے مسائل تھے آپ مسلسل ہر امام کی سیرت سن رہے ہیں اور جو سیرتیں رہ گئیں کل سے انشاءاللہ تعالیٰ عرض کروں گا۔

پانچویں چھٹے اور ساتویں امام کی تقریر کل۔ ایک ایک دن دو دو امام اس کے بعد۔ اس طرح چار تقریریں سب اماموں پر ہر ایک امام کا اقدام الگ الگ اگر تاریخ نے کہیں گنجائش پیدا کی کہ ایسا ہو جاتا تو یوں ہوتا تو آنے والے امام نے وہ بھی کر کے دکھا دیا۔ تاریخ نے لکھا کہ اگر حسینؑ یزید کے پاس چلے جاتے شام تو پھر خاندانِ اہلِ بیتؑ کو کربلا میں قتل نہیں کیا جاتا۔ بھئی اعتراض تو تھا تاریخ کا یزید بلا رہا تھا حسینؑ جاتے معاملہ طے ہو جاتا تو آٹھویں امام نے بتایا کہ لو جا رہا ہوں دربارِ خلافت میں دیکھ لو اس

اعتراض کو بھی ختم کر دیا۔ اس کے باوجود چن چن کر سادات کے بچوں کو بغداد کی دیواروں میں چن دیا گیا، عمل سے بتایا کہ دیکھو ہم جا رہے ہیں۔ لیکن ایسا نہیں ہوا کہ ہماری اولاد بچ گئی ہو اور رہ گیا یہ مسئلہ کہ وہاں بھی یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مولا علیؑ نے چوتھی خلافت کیوں قبول کر لی وہ تو آپ جو چاہیں استدلال دے دیں کہ زمانے کو دکھانا تھا کہ خلافت ایسی ہوتی ہے نہیں ایسا کوئی مسئلہ نہ تھا۔ مسئلہ صرف یہ تھا کہ نام نہاد مسلمانوں نے علیؑ کو گھیر کر تلواروں کے قبضوں پر ہاتھ رکھ کر یہ کہا تھا کہ اگر خلافت نہیں لی تو مدینے کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔ آپ کو قتل کر دیں گے، جان بچانا واجب ہے خلافت اس لیے قبول کی تھی کہ لو اگر میرے سر کی بات آ گئی ہے تو تمہارا منصب ہم قبول کیے لیتے ہیں بالکل یہاں پر بھی یہی ہوا کہ اگر امام علی رضاؑ نے ولی عہدی قبول نہ کی تو قتل کر دیا جائے گا۔ امام نے کہا کہ اگر بات قتل تک آ گئی ہے تو چلتا ہوں میں۔ کیا کہنا کہ یہاں خلافت بار بار پیش کی جائے اور امام وہی ہے جو بار بار ٹھوکر مارے:۔

پُشتِ پازد برسرِ تاج و نگیں

امامت کی تاریخ ہی یہی ہے کہ وہ ہمیشہ خلافت کو تخت کو تاج کو ٹھوکر مارتی رہی۔ اچھا مامون رشید اگر تو نے بلایا ہے تو ایسا نہیں ہوگا کہ ہم شانِ امامت چھوڑ دیں ہم تو شانِ امامت نہیں چھوڑیں گے حالانکہ مامون نے کہا تھا کہ بصرہ سے لے کر آنا۔ طوس سے ہوتے ہوئے نیشاپور کی طرف تاکہ وہ راستہ جو قم کا راستہ ہے ادھر چاہنے والے ان کے زیادہ ہیں شہرت ہوگی مجمع ہوگا تو ان کی عزت میں اضافہ ہوگا ایسا نہ ہو ہمارے ہاتھ سے حکومت نکل جائے اس لیے راستہ بصرے کا اختیار کرنا تو دیکھیے کتنی عاجز ہوتی ہیں مادی خلافتیں اور حکومتیں کہ راستہ بدلا تھا امامت کا کہ بصرے سے لاؤ تو راستہ بدل کر قافلہ چلا، لیکن اے مامون رشید لے دیکھ کہ نیشاپور پہنچتے پہنچتے چوبیس ہزار

قلم دان آئیں گے پوری امت یہاں بھی اُمنڈ آئے گی تو نے راستہ بدلا ہے تو کیا ہوا اور اس شان سے یہ راستہ طے ہوا، بڑا طویل سفرنامہ ہر مورخ نے لکھا ہے اور اس مجلس میں اس کو ہر سال اس لیے پیش کرتا ہوں کہ امام کی زندگی کا بہترین واقعہ ہے اور مجھے بھی بہت پسند ہے اور اتنا مقبول واقعہ ہے کہ اس سے اندازہ کر لیں کہ قرۃ العین حیدر نے جب تین جلدوں میں خودنوشت لکھی کتاب کا نام ''کارِ جہاں دراز ہے'' لکھا تو اس کا آغاز ہی نیشاپور کی سواری سے کیا تھا اُن کا مذہب سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے لیکن اتنا متاثر کن واقعہ ہے کہ بڑے بڑے ادیب اور دانشور بھی اس کو بھول نہیں پاتے۔

حضرتِ امام رضاؑ روضۂ رسولؐ سے رخصت ہوئے، گھر والوں سے رخصت ہوئے آخری رخصت بہن سے ہے جنہیں معصومۂ قمؑ کہتے ہیں اور جنہوں نے بھائی کو دروازے پر آ کر رخصت کیا بھائی سے محبت کرتی تھیں، سواری چلی خانۂ کعبہ آئے۔ یہاں سے بیٹے تقی جوادؑ کو رخصت کیا پانچ سال کا بیٹا خاک پر بیٹھ کر رونے لگا لیکن غلام کو اشارہ کیا کہ بیٹے کو گود میں اٹھا لو بیٹے کو سمجھایا مدینے چلے جاؤ یہاں سے، باپ اور بیٹے میں جدائی ہو گئی اب سواری چلی اور بصرے سے ہوتی ہوئی نیشاپور تک سواری پہنچی اور جب نیشاپور پہنچے تو لاکھوں کا مجمع تھا جو استقبال کرنے آیا تھا اور لاکھوں کے مجمع میں صرف چوبیس ہزار وہ مورخ تھے جو قلم لے کر آئے تھے کاغذ و دوات لے کر آئے تھے اس وقت مجمع کا ہر آدمی یہ چیخ رہا تھا کہ جمالِ امامت دکھائیے عماری کے پردے کو الٹیے، ان سب سے پوچھیے کہ ابھی تک تم نے کتنے جمال دیکھے ہیں تم نے خلافت کے جمال دیکھے ہیں تم نے شاہوں کے جمال دیکھے ہیں تم کس کس کے جمال دیکھ چکے ہو، تم مروان کو دیکھ چکے تم عبدالملک بن مروان کو دیکھ چکے تم عمر ابن عبدالعزیز کو دیکھ چکے تم نے شاہی جلال و دبدبہ دیکھا ہے اگر امام آ رہا ہے تو بے قراری کیسی ہے تو امت پکار کر

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

کہے گی کہ جمالِ حکومت اور ہے جمال امامت اور ہے۔ غلاموں اور نقیبوں نے امام کی عماری کے پردے کو الٹا تو ہر مورخ نے لکھا ہے کہ دو گیسو شانوں پر رسولؐ کی طرح پڑے ہوئے تھے اور وہی شکل وہی شباہت اور ایسا لگا کہ سیاہ پردے سے چاند طلوع ہوا روشنی پھیل گئی۔ چہرے کو باہر کیا لوگ چیخیں مار کر رونے لگے مجمع سے آواز آئی کہ کچھ لکھوا دیجئے ہم قلم اور کاغذ لے کر آئے ہیں تو یہ ہے امامت کی فتح۔ آج بتائیں گے کہ رسالت کی فتح ہوئی ہے امامت کی فتح ہوئی ہے۔ ۱۱ھ میں رسولؐ امت سے کہہ رہا تھا کہ قلم لاؤ کاغذ لاؤ تا کہ کچھ لکھوا دیں قلم اور کاغذ رسولؐ کو نہیں ملا تاریخ یہ سمجھی رسالت ہار گئی آٹھویں فرزند نے بتایا رسالت نہیں ہارتی۔ اب منگایا نہیں ہے۔ وہاں ایک قلم مانگا تھا۔ یہاں تم بغیر مانگے چوبیس ہزار قلم لے آئے ہم کہہ رہے تھے کل کہ لکھوا دیں تم نے تحریر نہیں لکھنے دی آج تم کہہ رہے ہو لکھوا دو۔ وہی لکھوائیں گے جو رسولؐ اللہ لکھوانا چاہتے تھے تا کہ تاریخ میں تشنگی نہ رہ جائے رسولؐ اللہ نے آخری وقت کیوں قلم مانگا تھا کیوں کاغذ مانگا تھا آج ہم بتائیں گے کہ قلم کیوں مانگا تھا اور میرا جد کیا لکھوانا چاہتا تھا امامت کو پہچانو امام کی معرفت حاصل کرو یہ امت کھڑی ہوئی ہے اور کہہ رہی کہ کچھ لکھوا دیجئے امام نے کہا سنو" میں نے سنا اپنے بابا امام موسیٰ کاظمؑ سے انہوں نے سنا اپنے بابا امام جعفر صادقؑ سے انہوں نے سنا امام محمد باقرؑ سے انہوں نے سنا اپنے بابا امام علی ابن الحسینؑ سے انہوں نے سنا اپنے بابا امام حسینؑ سے انہوں نے سنا اپنے بھائی امام حسنؑ مجتبیٰ سے انہوں نے سنا اپنے بابا امام علی مرتضیٰؑ سے انہوں نے سنا ختمی مرتبت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے رسولؐ اللہ کے پاس اللہ کا پیغام لے کر جبرئیل امین آئے اور آ کر یہ کہا کہ" اللہ نے کہا کہ "لا الٰہ الا اللّٰہ حصنی لا الٰہ الا اللّٰہ میرا قلعہ ہے فمن دخل حصنی آمن من عذابی"۔ جو اس

میں داخل ہو گیا اس نے میرے عذاب سے امان پائی" عماری کا پردہ گر گیا سواری آگے بڑھ گئی مجمع چیخنے لگا اور کچھ لکھوایئے کچھ اور بیان کیجئے تو اس سے پہلے کہ عماری کا پردہ پھر الٹے اور دوسرا جملہ معصوم لکھوائے، میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ مجمع نے یہ کہا تھا کہ کچھ لکھوا دیجئے یہ تو نہیں کہا تھا کہ سلسلۂ روایت بھی بیان کر دیجئے مجمع نے تو نہیں کہا تھا لیکن بتایا کہ امام سے اگر حدیث پوچھنا چاہتے ہو تو امام پہلے سلسلہ سنائے گا پھر حدیث لکھوائے گا تا کہ غیر معصوم کی حدیث اور معصوم کی حدیث میں فرق کر سکو بہت سے اُمت کے بنائے امام ابھی آئیں گے اور سب حدیثیں لکھوائیں گے۔ مگر جب وہ حدیث لکھوائیں گے تو سلسلہ سند نہ دے سکیں گے۔ جب راویوں کا سلسلہ دیں گے تو اس میں جھوٹے راوی بھی آئیں گے فاسق و فاجر راوی بھی آئیں گے لیکن اگر ہمارے سلسلے سے حدیث کو لو گے تو سب معصوم ہیں جہاں تک یہ سلسلہ جائے گا کوئی غیر معصوم سلسلے میں نہیں ملے گا اس لیے کہ جب امت سے سلسلہ لو گے تو تین ہی سلسلے ہیں کوئی چوتھا سلسلہ نہیں ہے، رسولؐ کے بارے میں اللہ کے کسی کلام کے بارے میں تم سند لینا چاہو گے تو تین ہی ذرائع ہیں تمہارے پاس رسولؐ کی حیات کے بارے میں، رسولؐ کے احوال کے بارے میں، ازدواج بیان کریں تو امت کو پتہ چلے یا اصحاب بیان کریں تو امت کو پتہ چلے یا کنیزیں بیان کریں تو امت کو پتہ چلے یا غلام بیان کریں تو امت کو پتہ چلے۔ کنیز و غلام کا ایک سلسلہ اصحاب و ازدواج کا ایک سلسلہ لیکن اس میں خامی کیا ہے اگر بیوی رسولؐ کے بارے میں بیان کرے تو وہ حجرے کی بات بتا سکتی ہے باہر کی نہیں بتا سکتی، صحن مسجد کی نہیں بتا سکتی، میدانِ جنگ کی نہیں بتا سکتی، اگر اصحاب بیان کریں باہر کی ہر بات بتائیں گے گھر کی پردے کے اندر کی بات نہیں بتا سکتے۔ غلام باہر کی بتا سکتا ہے کنیز اندر کی بات بتا سکتی ہے غلام گھر میں جا نہیں سکتا کنیز باہر نہیں

جا سکتی، اس سے پوچھو جو گھر میں بھی ہے باہر بھی ہے وہ بتائے گا جو گھر میں بھی ساتھ ہے اور ہر میدانِ جنگ میں ہر سفر میں ساتھ ہے۔ ایک ہی سلسلہ تو ہے حضرت امام رضاؑ نے وہی سلسلہ نیشاپور میں سُنا دیا گویا پہلے سلسلے کو دیکھو اور جب کبھی بھی مستند حدیث لینا تو اس سلسلے کو میزان میں تول لینا، اس لئے سلسلہ میں نے پہلے سنا دیا ہے تا کہ تمہیں تکلّف نہ ہو حدیث لینے میں نیشاپور کا راستہ اور امام رضاؑ کا فصیح و بلیغ بیان تھا مجمع چلاّیا، امت نے پھر پکارا کچھ اور بیان کیجیے پردہ پھر عماری کا الٹا اور کہا لا اِلٰہ الا اللہ میرا قلعہ ہے جو اس میں داخل ہو اس کے لیے امان ہے اس کے بعد فرمایا:-

"ولکن بشرطھا وشروطھا" "لیکن اس قلعہ میں داخل ہونے کے لیے کچھ شرطیں ہیں"

عماری کا پردہ پھر گر گیا سواری آگے بڑھ گئی امت پھر چلائی امام نے پردے کو پھر الٹا اور پھر فرمایا:-

"وانا من شروطھا" "اور میں ان شرطوں میں کی ایک شرط ہوں"

"لا الٰہ الا اللّٰہ" "اللہ کا ایک قلعہ ہے جو اس میں داخل ہو گیا اس کے لیے امان ہے اور قلعے میں داخلے کی کچھ شرطیں ہیں ان میں کی ایک شرط میں ہوں۔ غور نہیں کیا آپ نے امام کا نام کیا ہے، علی، لا اِلٰہ الا اللّٰہ کی شرط میں ہوں "علی ولی اللّٰہ" کلمہ کی شرط علیؑ ہے یہی تو نبیؐ لکھوانا چاہتا تھا قلمؐ اور کاغذ منگا کر کہ پورا کلمہ پڑھا کرنا تب تم امان میں آ سکتے ہو تب تم توحید کے قلعے میں داخل ہو سکتے ہو۔ پورا سلسلہ بھی بتا دیا پورا کلمہ بھی بتا دیا۔

احمد بن حنبل نے اس حدیث کو سن کر کہا تھا کہ نیشاپور کے راستے میں امام رضاؑ نے جو سلسلۂ حدیث لکھوایا ہے وہ اگر کسی دیوانے پر پڑھ کر پھونک دیا جائے تو وہ عقل مند

بن جائے کون کہہ رہا جس کی فقہ پورے سعودی عرب میں چل رہی ہے وہ امام کہہ رہا ہے کہ یہ وہ سلسلہ ہے کہ دیوانے پر صرف پڑھ کر پھونکا جائے تو وہ عقلمند ہو جائے۔ غور کیا آپ نے کیا کہلوا دیا ایک دنیا کے امام سے آپ کے امام نے کل جب میرے جد رسولؐ خدا نے دنیا سے قلم و کاغذ مانگا تھا تو امت نے کہا تھا ہذیان ہو گیا ہے۔ یہاں آٹھواں فرزند اگر زبان سے اس کی حدیث بیان کرے تو اس میں اثر ہے دیوانہ عقلمند بن جاتا ہے۔

قم کے والی و رئیس نے سونے کی تختی پر اس پورے سلسلے اور حدیث کو لکھوایا تھا اور کہا تھا کہ میرے مرنے کے بعد میری قبر میں اس کو رکھ دینا اور اس دور میں جو بھی مرتا تھا اس سلسلے کو لکھوا کر قبر میں لے جاتا تھا اب سمجھے شہادت نامہ کہاں سے شروع ہوا ابھی ذکر آئے گا کہ آپ کے آٹھویں امامؑ کی یادگاریں کیسے آپ کے پاس آئیں یہ شہادت نامہ ہے جو قبر میں لکھ کر رکھا جائے گا یہ معصوم کے حوالے سے شہادت نامہ ہے۔ یہ آپ کے آٹھویں امام کا عطیہ ہے۔ دوسرا عطیہ بازو پر امام ضامن۔ صرف شیعہ نہیں بلکہ نہ معلوم کتنے ایسے لوگ ہیں جو دوسری فقہ پر چلتے ہیں لیکن امام ضامن باندھتے ہیں اور اگر سفر پر جاتے ہوئے نہیں باندھتے تو شادی کی رسم میں مسلمانوں کی ثقافت میں امام ضامن داخل ہو گیا یہ آپ کی عزاداری اور ملت جعفریہ کی ثقافت کے اثرات ہیں۔ کاش آپ ان کی قدر کر سکیں انہیں پہچان سکیں کہ کس طرح تبلیغ ہوئی ہے اور کس طرح یہ محبتیں عطا کی گئی ہیں۔ کس طرح اتحادی صورت پیدا کی گئی ہے، ہر ایک مانتا ہے امام ضامن کیوں باندھتا ہے؟ جب ولی عہد بن چکے تو ایک بار مامون نے کہا کہ ٹکسال میں سکے سونے کے ڈھالے جائیں اور ان پر لا اِلٰہ الا اللہ محمد رسولؐ اللہ اور اس کے بعد یہ لکھا جائے علیؑ ولی اللہ کے بعد کہ علی رضاؑ ولی عہد ہیں جن کو رضاؑ کا خطاب ملا ہے اس حکومت

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

کے ولی عہد ہیں، سکّوں پر امام کا نام آ گیا جب سکّے بازار میں آئے تو لوگوں کا عالم یہ تھا کہ کوئی اس سکّے کو خرچ کرنے کے لیے تیار نہیں تھا، چومتا تھا چھپا کر رکھ دیتا تھا جب لوگ سفر پر جاتے تھے تو بازو پر باندھنے لگے۔ وہ دن اور آج کا دن۔ غور کیا آپ نے سکّہ کسی حکومت کا ہو آپ نے لیا اور جانے والے کے بازو پر یہ کہہ کر باندھا کہ یہ سکّہ امام رضاؑ کا ہے کسی کی حکومت کا سکّہ ہو سکہ چل رہا ہے اولادِ رسولؐ کا۔ کیوں ایسا کیوں ہے؟ سکّہ کوئی چھاپے تصویر کسی کی صدر کا نام کچھ اور وزیر کا نام کچھ اور کیوں؟ ہشام بن عبدالملک کے دور تک مسلمانوں کا اپنا کوئی سکّہ نہیں تھا،

ذکر تو کل کرتا لیکن اب چونکہ آ گیا اس لیے ذکر کرتا چلوں۔ ہشام کے دور تک روم کا سکّہ پوری اسلامی حکومت میں چلتا تھا، سارا کاروبار روم کے سکّے پر ہوتا تھا، عیسائی سکّہ ہشام کے دور میں بھی چلتا تھا، شاہ روم نے کہا کہ اب جو نیا سکّہ بننے جا رہا ہے اس پر ہم عیسائیت کی تبلیغ کریں گے اور تردید کریں گے کہ عیسیٰ کے بعد کوئی نبیؐ نہیں آیا یہ سکّے پر لکھا ہوگا، مسلمان گھبرا گئے کہ یہ کیا ہوا اس سکّے کو کیسے استعمال کریں گے جس پر یہ لکھا ہوگا کہ عیسیٰؑ کے بعد کوئی نبیؐ نہیں آیا یہ توہینِ نبوت ہے، توہینِ اسلام ہے، خلفشار مچ گیا پورے ملک میں لیکن مادی حکومتیں جب بھی لڑکھڑاتی ہیں مصیبتیں آتی ہیں تو ایک ہی در مسلمانوں کو یاد آیا ہے اور آدمی بھیج کر امام محمد باقرؑ کو بلا گیا امام آئے مسئلہ پیش ہوا کہا سارے روم کے سکّے بند کر دیے جائیں اور ٹکسال میں اب اپنا سکّہ بناؤ نقشہ میں بنا کے دیتا ہوں اسلامی سلطنت میں پہلا سکّہ آلِ رسولؐ میں پانچویں امام نے ایجاد کیا جب تک اسلامی سکّہ نہیں تھا اس پر امام کی مہر ہے۔ اسلامی سکّے کے موجد اور بانی امام ہیں اب اُمّت کے لوگ تصویریں بدلتے رہیں نام بدلتے رہیں وہی سکّہ مامون نے آپ کے آٹھویں امام کا نام لکھ کر رائج کیا تھا سونے کا سکہ لوگوں نے تبرکاً اپنے گھر میں

رکھ لیا اور صدیوں سے وہی سکّہ چل رہا ہے کہ امام کی حفاظت میں دے دیا جائے امام ضامن کہہ کر یہ امام کی یادگاریں ہیں آپ کے پاس۔

آپ کا آٹھواں امام گھر سے نکلا سواری پہنچی طوس تک جس گھر میں قیام کیا درخت خشک تھا صرف سہارے کے لیے ہاتھ لگا دیا تھا سرسبز و شاداب ہو گیا اب بتاتے ہوئے چلے کہ امامت کی شان کیا ہے اور ابھی تک دیکھتے آئے ہو تخت و تاج کے مالک بادشاہوں کے روپ میں اب دیکھو ہم کو ہم منصوص من اللہ ہیں گھر سے باہر نکلے پہلی بار سرحد کو پار کر کے ایک دوسرے ملک میں جا رہے ہیں آگے بڑھے اس مقام پر پہنچے کہ جہاں پانی نہیں تھا وضو کرنے کے لیے ایک ٹھوکر سے چشمہ جاری ہو گیا بتایا کہ نئے ملک میں آیا ہوں ہمارے جد اسماعیلؑ جب پہلی بار مکہ میں پہنچے تھے ٹھوکر ماری تھی زمزم جاری ہوا تھا ہم جہاں جاتے ہیں ایک نیا چشمہ بنا دیتے ہیں صفّین میں علیؑ گئے تو نیا چشمہ جاری کر دیا۔ عبدالمطلبؑ شام گئے تو چشمہ جاری کر دیا اب ہم ایران آئے تو چشمہ جاری کر دیا ہم جہاں بھی جائیں ہمارا فیض جاری ہے، آج بھی وہ چشمہ جاری ہے نیشاپور میں۔ ہم فخرِ اسماعیلؑ ہیں ہم بھی ٹھوکر سے چشمہ جاری کر دیتے ہیں اور آگے بڑھے طوس کے غریب کمہاروں نے آ کے گھیر لیا کہا مٹی یہاں نہیں یہ پہاڑ بہت سخت ہے ہمارا رزق مٹی سے ہے، ہم مٹی کے برتن بنا کر گزارہ کرتے ہیں مٹی ہم کو دور سے لانا پڑتی ہے یہ پتھریلا علاقہ ہے ہمارے لیے دعا کیجیے، امام نے ہاتھ اٹھائے دعا کی چٹانوں کا پہاڑ مٹی میں تبدیل ہو گیا۔ آج بھی موجود ہے بتایا کہ اگر داؤدؑ لوہے کو گلا کر موم بنا سکتے ہیں تو ہم پتھر کو گلا کر مٹی بناتے ہیں ہم فخرِ داؤدؑ ہیں۔ معجزے دکھاتے ہوئے چلے، سواری خراسان پہنچی مامون نے استقبال کیا، حکم دیا گیا کہ بنی عباس کا سیاہ رنگ منسوخ کر دیا جائے کالے پرچم اتار لیے جائیں سیاہ لباس غلاموں کے اتار لیے

جائیں اب شاہی رنگ سبز ہوگا وہ دن اور آج کا دن رنگِ اسلامی بدل نہ سکا پرچم کا رنگ کوئی مسلمان بدل نہ سکا۔ امام رضاؑ کا تیسرا احسان کہ پرچم کے رنگ کو بدلوایا۔ اب پرچم سبز ہے۔ بتایا کہ اسلام کا رنگ سبز اس لیے رکھا گیا کہ سبز رنگ سرسبز و شادابی کی علامت ہے۔ سیاہ رنگ ہمارے یہاں غم کی نشانی ہے۔ اور ہمارا اسلامی رنگ سبز ہے، شاہی لباس پرچم سب سبز ہو گیا اور حکم دیا گیا کہ نماز جمعہ کے خطبہ میں امام کا نام پکارا جائے، دربار لگا، تین زرّیں کرسیاں رکھیں گئیں ایک پر مامون بیٹھا ایک پر وزیر بیٹھا اور ایک پر ولی عہد۔ لیکن تاریخ نے لکھا ہے کہ جب قصر کے دروازے سے دربار کرنے کے لیے آپ کا امام داخل ہوا تو لوگ سر سے پیر تک تھرا گئے لوگوں کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے اس لیے کہ اس شان سے آئے تھے کہ آج دو سو برس کے بعد امت نے ذوالفقار دیکھی تھی اور وہ جلال کہ کمر میں علیؑ کی تلوار لگائے ہوئے آ کر زرّیں کرسی پر بیٹھ گئے۔ بہت غور سے سنیئے گا۔ ایک بار مامون نے حکم دیا پوری امت آ کر بیعت کرے بیعت شروع ہوئی کئی ہزار آدمی بیعت کرنے کے لیے منتظر تھے، جب مامون نے کہا کہ یہ امت کھڑی ہوئی ہے بیعت کرنے کے لیے تو امام نے کہا کہ اچھا حکم دے دو بلواؤ ان کو اب تاریخ نے لکھا کہ ایک بار امام نے اپنے ہاتھ کو اپنے چہرے کے سامنے کیا اور کہا کہ آؤ اور بیعت کرتے جاؤ تو مامون نے پلٹ کر کہا یہ کس طرح آپ بیعت لیں گے اس لیے کہ بیعت تو ہاتھ پھیلا کر لی جاتی ہے ہاتھ پھیلایئے حضرت امام رضاؑ نے کہا رسول اللہؐ نے کبھی بیعت کے لیے ہاتھ نہیں پھیلایا۔ رسولؐ ہمیشہ ہاتھ کو بلند کر کے بیعت لیتے تھے۔ یہ سن کر لوگوں نے مامون رشید کے لئے کہا کہ کب سے تخت پر بیٹھا ہے اس کو یہ نہیں معلوم کہ بیعت کیسے لی جاتی ہے۔ آج اگر یہ امام نہ ہوتا تو ہم کو معلوم نہ ہوتا تو امام آئے تو بتائے کہ بیعت لی کیسے جاتی ہے اور بتا دیا کہ ہم وہ ہیں جو

بیعت کے لیے ہاتھ نہیں پھیلائے امت کے سامنے ہاتھ کو بلند رکھتے ہیں اب سمجھئے یزید کے سوال پر کہ حسینؑ سے کہا تھا کہ بیعت کرو، حسینؑ نے کچھ نہیں کہا بس اپنے ہاتھ کو بلند کر لیا تھا کہ اللہ کا ہاتھ یہاں ہے میں نہیں بلکہ تو آ کے اللہ کے ہاتھ پر بیعت کر یداللّٰہ فوق ایدیھم (سورہ فتح آیت ۱۰) اے یزید دیکھ یہ ہاتھ جھکا نہیں اب قیامت تک یہ ہاتھ بلند رہے گا علم پر۔ علم کا پنجہ بتا رہا ہے بلند ہو کر کہ امام کا ہاتھ کبھی جھکتا نہیں کبھی پھیلتا نہیں بلند رہتا ہے۔

کئی ہزار آدمی آئے تو اب بیعت کا طریقہ تاریخ نے لکھا کہ ہر آنے والا انگوٹھے سے شروع کرتا تھا اور چھنگلیا پر ختم کرتا تھا، کئی ہزار آدمی نکل گئے امام خاموش رہے ایک انصاری نوجوان آیا اور اس نے آ کر امام کی چھنگلیاں پر اپنی چھنگلیاں رکھی اور اس کے بعد انگوٹھے پر تمام کی تو اس کے بعد امام نے مسکرا کر کہا ایک آیا صحیح بیعت کرنے والا۔ دیکھیے، کون سا مسئلہ میں سمجھا رہا ہوں آپ کو اور کیوں ان چیزوں پر روشنی نہیں پڑی اسی لیے اس موضوع کو اپنایا ہے۔ تو مامون نے کہا کیا مطلب۔ کہا ہاں جب رسولؐ اپنے ہاتھ کو بلند کرتے تھے تو بیعت ہمیشہ چھنگلیا سے شروع ہو کر انگوٹھے پر تمام ہوتی تھی لیکن اگر انگوٹھے سے شروع ہو کر چھنگلیا پر تمام ہو تو بیعت فسخ ہو جاتی ہے۔ غور کیا آپ نے ایک نے صحیح کی سب منسوخ کر کے نکل گئے۔ مامون نے کہا کہ اب سب کو پھر لاؤ اور پھر سے بیعت کراؤ آج پتہ چلا کہ بیعت کا طریقہ کیا ہے تو اب امام بتائے کہ بیعت کیسے ہوتی ہے۔ تو وہ پہلے دور سے لے کر مامون کے دور تک سب کیا کر کے چلے گئے امت آزاد رہی وہ سمجھتے رہے ہماری بیعت میں ہے وہ ساری زندگی اسی غلط فہمی میں مر کے چلے گئے کہ امت ہماری ہے۔ لیکن امت کیسے ہوتی کہ وہ عبداللہ ابن عمر جنہوں نے علیؑ کی بیعت ساری زندگی نہیں کی اور یزید کی بیعت کر لی اور عبدالملک بن مروان

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

جب وہ خلیفہ ہوا تو حجاج بن یوسف کو عراق کا گورنر بنایا گیا رات کو دو بجے یہ پہنچے دروازہ کھٹکھٹایا پتہ چلا کہ سابق خلیفہ کے فرزند آئے ہیں وہ آنکھیں ملتا ہوا آیا کہا اتنی رات گئے کیوں آئے ہو کہا بیعت کرنے آیا ہوں۔ دیکھیں جس نے علیؑ کی بیعت نہیں کی وہ دو بجے رات کو تاریخ اسلام کے سب سے ظالم اور فاسق و فاجر کے پاس پہنچے۔ حجاج بن یوسف جس کو شیعہ سُنّی سب بُرا کہتے ہیں ہر ایک کو اس نے قتل کیا اس نے دیکھا ہی نہیں کون کسی فقہ پر ہے بس قتل کرتا رہا، خون کا پیاسا تھا بغیر دس پانچ قتل کیے اس کا کھانا نہیں ہضم ہوتا تھا، تاریخ نے اُس کو فاسق و فاجر ظالم اور تشدّد پسند لکھا سب نے اسے برا کہا، امام ابوحنیفہ نے بھی حجاج بن یوسف کو فاسق سمجھا ہے۔ بہر حال حجاج نے عبداللہ بن عمر سے کہا کیوں آئے ہو تو انھوں نے کہا بیعت کرنے کہا کیا صبح نہ ہوتی جو اتنی رات کو بیعت کرنے آئے ہو کہا بس وہ ابھی لیٹا تھا کہ یہ خیال آ گیا رسولؐ کی حدیث کا کہ جس نے اپنے زمانے کے امام کو نہیں پہچانا وہ جاہلیت کی موت مرا تو میں ڈر گیا کہ بیعت کرنے سے پہلے کہیں جاہلیت کی موت نہ مر جاؤں، اس لیے آیا ہوں کہ اسی وقت بیعت کر لوں جلدی سے، کیا جواب دیا ہے حجاج نے، جواب دیا کہا جب رسولؐ کی وفات ہوئی تو کتنی دیر سقیفہ میں جھگڑا رہا تیرہ دن کے بعد خلیفہ باہر آیا پھر بیعت ہوئی رسولؐ کی وفات سے لے کر تیرہ شبوں میں عرب میں جتنے مر گئے بغیر امام کے مرے ان کا فیصلہ کیسے ہوگا وہ جنت میں جائیں گے کہ جہنم میں جائیں گے تم آج دوڑے آئے تو حجاج نے کل کہا تھا میں آج یہ حدیث دہراتا ہوں کہ چار اماموں کے بعد ابو حنیفہ، مالک، احمد بن حنبل اور شافعی کے بعد اب بتاؤ کہ کون امام ہے کون جاہلیت کی موت مر رہا ہے۔ کون نہیں اپنے عہد کے امام کو پہچان رہا ہے۔ اگر یہ واقعہ نہ ہوتا حجاج کا تو آج یہ بھی نہ پتہ چلتا کہ جاہلیت کی موتیں کس طرح امت میں ہو گئیں اور ہو رہی

ہیں اس لیے ہر امام نے اپنا سلسلہ سنا کر بتا دیا اور درمیان میں اس امام کو رکھا کہ جس کو قدرت نے صادق کا لقب دیا۔ اوسط امام کا لقب صادق کیوں ہے؟ اس لیے کہ ان سے پہلے جو امام گزر گئے ان کے بارے میں کہے تو سچ کہے اور آنے والے آئمہ کے بارے میں جو کہے وہ سچ ثابت ہو تاکہ صادق لقب پڑ جائے اور ماضی کا حال سنائے تو سچ مستقبل کا حال سنائے تو سچ۔

یہاں ایک پورا انظام ہے امامت کا قرآن کی آیتوں کی روشنی میں ہے، امام نے کہا کہ اس انصاری جوان نے بیعت صحیح کی، دنیا والوں کی آج سمجھ میں آیا کہ امام بیعت یوں لیتا ہے ہاتھ کو بلند کر کے اب ان کو داد دیجیے کہ جنھوں نے علم کا پنجہ ایجاد کیا یعنی اس قوم کو معلوم ہے کہ ہر امام اور نبیؐ بیعت ہاتھ اٹھا کر لیتا ہے، پھیلا کر نہیں، اب سمجھے کہ عزاداری عقلی ہے نقلی نہیں۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ علم پر پنجہ بیکار ہے تو وہ لوگ روحِ عزاداری نہیں جانتے۔ فلسفۂ علم نہیں جانتے۔ پہلا آدمی ہے نادر شاہ درانی جس نے نجف کے روضے پر سونے کا پہلا پنجہ لگوایا اور اس کو جو بشارت ہوئی اور جو آیت نکلی کہ "یداللّٰہ فوقَ اَیدیھم (سورۂ فتح آیت ۱۰)" "اللہ کا ہاتھ ہمیشہ بلند ہے" اور مولا نے خواب میں بتایا وہ سب تاریخ میں موجود ہے تو وہ لوگ نہ تاریخِ علم سے واقف نہ تاریخِ تابوت سے واقف نہ تاریخِ تعزیہ سے واقف آپ عزاداری کو نہیں جانتے۔ ثقافت ترائی میں پلتی ہے وادیوں میں پلتی ہے۔ فرانس سے لے کر اودھ تک اس بات کی گواہی تاریخ دے رہی ہے کہ جہاں سبزہ زار ہوگا ثقافت وہاں اُبھرے گی پتھریلی زمینوں اور پہاڑوں پر ثقافت نہیں ہوتی اس لیے جو ثقافت دیتا ہے ہر قوم کو اس کی تقلید کرنا پڑتی ہے زمانہ ہماری تقلید کرے عزاداری ہو خطابت ہو نوحہ ہو مرثیہ ہو سلام ہو ہماری تقلید کرنا پڑے گی تقلید نہیں کرو گے تو بھٹک جاؤ گے بھٹک جاؤ تو دائرہ سے خارج ہو جاؤ گے

زمانے میں تمہاری پہچان ختم ہو جائے گی یہ فیصلہ ہے صدیوں تک یاد رکھیں گے لوگ اسے لکھ لیجیے کہ جو ثقافت کا امام ہو اس کے پیچھے چلنا پڑے گا، وہ امام موجود ہے، وہ امام اب بھی پکار رہا ہے کہ یہ ہے ہماری ثقافت پہچان لو اور سمجھ لو۔

سکّہ ڈھلا رمضان کی پہلی تاریخ کو بیعت ہوئی مہینہ گزرا عید آ گئی۔ عید آئی مامون رشید نے اپنے وزیر کو بلا کر کہا کہ جاؤ امام سے کہو آج امت کو عید کی نماز امام پڑھائے گا۔ اب ہر بات امت کو یاد آ رہی ہے وہ سارے کام جو غصب کر لیے گئے تھے آج سب خلافت واپس کرنا چاہتی ہے اور امامت چاہتی ہے کہ امت کو دکھا دیں کہ دیکھو یہ دیتے جا رہے تھے ہم واپس کرتے جا رہے تھے آئے اس لیے کہ امت یہ نہ کہے کہ حق ہوتا تو آتے۔ آ کر بتایا کہ حق ہے لیکن اب نہیں چاہتے ہمارا کام دوسرا ہے۔ ہمارا کام یوں بھی نکل جائے گا بغیر تخت و تاج کے، بغیر زر و جواہر کے، ہم اپنی امت کو لے کر نکل جائیں گے کوئی ہمیں روک نہ سکے گا لیکن اب تو چاہتے ہو ٹھیک ہے۔ صبح ہوئی ابوصلت کہتے ہیں کہ امامؑ نے سفید لباس منگوایا سفید عمامہ باندھا دونوں سروں کو شملہ بنا کر کاندھوں پر ڈال دیا سفید قبا سفید عبا سفید پاجامہ۔ پاجامہ کو پنڈلی تک چڑھایا آستینوں کو کہنی تک چن لیا عصا منگایا عصا کو لے کر اٹھ کھڑے ہوئے آگے بڑھے اور چار تکبیریں کہیں راوی کہتا ہے کئی ہزار کا مجمع تھا جیسے ہی باہر آ کر مع اصحاب کے چار تکبیریں کہیں تو ایسا لگا کہ ہر در و دیوار سے جواب تکبیر ملا ایسا لگا کائنات کا ذرہ ذرہ تکبیر کہہ رہا ہے امام قصر سے باہر نکلے، باہر آئے ہر دس قدم پر رک کر آسمان کو دیکھ کر چار تکبیریں کہتے تھے۔ اور ہاتھ اُٹھاتے آسمان کی طرف، آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگتے۔ پیروں میں نعلین نہ تھی کچھ دور بڑھے تھے کہ مامون کے سپاہی جو گھوڑوں پر بیٹھے تھے یہ منظر دیکھ کر گھوڑوں سے کود پڑے خنجر نکال کر نعلین کے تسمے کاٹ کر پھینک دیئے اور

برہنہ پا روتے ہوئے چلے، پوری امت امام کے پیچھے چلی، لوگ چیخ چیخ کر رونے لگے، مامون تک پیغام پہنچا، وزیر آیا کہا یہ آپ کس طرح عیدگاہ جا رہے ہیں۔ امام نے کہا میرے جد رسولؐ میرے دادا علیؑ عید کی نماز پڑھانے اسی طرح جایا کرتے تھے تاکہ غریبوں کا خیال رکھا جائے سب برابر ہیں آج عید کے دن کوئی امیر و غریب نہیں ہے تاکہ یتیم روئے نہ دیکھ کر اپنے خلیفہ اپنے امام کو ہم اس لیے اس شان سے جائیں گے جو ہمارے اجداد کا طریقہ رہا ہے وزیر آیا اس نے کہا آپ واپس آ جائیں۔ مامون خود نماز پڑھائے گا مڑ کر امت کی طرف دیکھ کر کہا تم نے دیکھا کہ جب ہم اپنے اجداد کی سیرت کو رائج کرنا چاہتے ہیں تو شاہی ہم کو روکتی ہے گواہ رہنا ہم نے شاہی سے کبھی معاہدہ نہیں کیا ہم شاہی کے سامنے نہیں جھکے اگر تخت و تاج پر بیٹھے بھی تو یہی چاہا ہے وہی سیرت چلے جو ہمارے اجداد کی سیرت تھی ہم اس رنگ میں نہیں ڈھلیں گے ہم ملوکیت کے رنگ میں نہیں ڈھلیں گے امام واپس آ گئے۔

دن گزرنے لگے عباسی خاندان کے لوگوں نے کہا مامون کس کو تو نے ولی عہد بنایا ہے اس کا علم کس منزل پر ہے، مامون نے کہا کہ جاؤ جتنے علماء ہیں عیسائی ہوں یا یہودی یا مسلمان سب کو بلا لاؤ امام علی رضاؑ سے اور تمام علماء سے مناظرہ شروع ہوا اٹھارہ ہزار سوال آپ سے پوچھے گئے۔

کسی نے بڑھ کر پوچھا اللہ کب سے ہے، امام نے کہا یہ بتا کب سے نہیں تھا کہ میں بتاؤں تجھے کہ کب سے ہے ایک ایک جملے میں توحید و نبوت و رسالت پر جواب دیتے چلے۔

عیسائی آیا اس نے کہا حضرت عیسیٰؑ کو مانتے ہیں آپ، امام نے کہا ہم اس عیسیٰؑ کو مانتے ہیں جس نے آ کر نبیؐ آخر الزماں کی بشارت دی تھی جس کا ذکر قرآن میں ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

وہ گھبرا گیا۔امام نے کہا کہ ہم اس عیسیٰؑ کو نہیں مانتے جسے تم مانتے ہو،سوال کا جواب تمام ہوگیا۔لیکن اب پلٹ کر دیکھا کہ گھبرا گیا ہے سوال نہیں کرسکتا خود ہی امام نے ایک جملہ کہا یہ تمہارے نبی عیسیٰؑ جو تھے نہ زاہد تھے نہ عبادت گزار تھے ان کے بارے میں ہم نے سنا ہے نہ نماز پڑھتے تھے نہ روزہ رکھتے تھے عیسائی عالم نے کہا کہ کیا بات کررہے ہیں آپ،ارے آپ کے قرآن میں لکھا ہے کہ وہ روزہ دار تھے عبادت گزار تھے نمازیں پڑھتے تھے آپ کا اسلام کہتا ہے امام نے کہا کس کی نمازیں پڑھتے تھے تو تو کہہ رہا ہے کہ عیسیٰؑ خود خدا ہے تو کس خدا کی عبادت کرتے تھے گھبرا گیا کہا لا الٰہ اِلا اللہ۔ بھرے ہوئے دربار میں کہا جہاں یہودی بھی جہاں عیسائی بھی ہر ایک کو کلمہ پڑھوایا پھر وہ دن بھی آ گیا۔تقریر کے آخری جملے کہ ایک صوفی کو پکڑ کر لایا گیا مامون کے سامنے پیش کیا گیا۔اس نے چوری کی ہے،مامون نے کہا اس کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں چور نے جواب میں کہا تیری کیا مجال کہ تو ہمارے ہاتھ کاٹے تو اس لیے ہاتھ نہیں کاٹ سکتا کہ تو خود چور ہے اور چور چور کے ہاتھ نہیں کاٹ سکتا۔ولی عہد پہلو میں موجود ہے مڑ کر امام کی طرف دیکھا چاہا کہ امام بولیں لیکن امام خاموش ہیں کہا تو کیسے کہہ رہا ہے کہ میں چور ہوں کہا تو نے ہم غریبوں کا مال خمس دبایا ہے غاصب ہے تو آلِ محمدؐ کا حق چھینا ہے۔تو نے آلِ محمدؐ کی حکومت چھینی ہے،پہلے تیرے ہاتھ کٹیں گے پھر میرے ہاتھ کٹیں گے مجھ پر وہ حد جاری کرے جو غاصب نہ ہو مامون نے کہا اچھا میں چور ہوں صوفی نے کہا تو چور ہی نہیں بلکہ غلام بھی ہے اور غلام آزاد پر حد نہیں جاری کرسکتا۔ مامون نے کہا کیسے صوفی نے کہا ہارون رشید نے تیری ماں کو کنیزی میں خریدا تھا اور وہ رقم جو تیری ماں کو خریدنے میں صرف ہوئی وہ حق امام کا تھا اور چونکہ تیری ماں چوری کا مال تھی اور اس کو امت نے آزاد نہیں کیا تھا اس لیے تو بھی غلام ہے اور اگر امت نے

تیری ماں کو آزاد کر بھی دیا تھا کنیزی سے تو میں اس حق کو نہیں استعمال کرتا میں تیری ماں کو نہیں آزاد کرتا اس لیے تو میرا غلام ہے۔اب بتایئے خلیفۂ وقت کا کیا عالم ہوگا مامون رشید امام کی طرف مڑا،مڑ کے کہا آپ کیا کہتے ہیں اس کے بارے میں امام نے کہا ”کہ قرآن میں یہ ہے کہ اگر حق اپنی حُجت کو تمام کردے تو اسے مان لو بالکل اسی طرح اگر مجرم مُجت کر کے اپنے حق کو ثابت کردے تو مان لو“ یہ کہہ کے آپ اُٹھ گئے تاریخ نے لکھا کہ بس مامون کے دل میں امام کے خلاف اسی وقت سے نفرت آ گئی لیکن امام کیسے یہ کرسکتا تھا کہ شاہی کی حمایت میں بے جا بیان دے دیتا صوفی جو کہہ رہا تھا وہ حق تھا اس لیے امام نے یہ کہہ کر اُٹھ جانا ہی مناسب سمجھا۔بس وہ دن تھا کہ مامون رشید یہ سوچنے لگا کہ امام کو راستے سے کیوں کر ہٹایا جائے۔کس طرح بلایا کتنے اہتمام سے بلایا اور اس کے بعد اب سوچ رہا ہے کہ کیا کریں۔یہاں تک کہ امام نے ابوصلت کو بلایا اور کہا سنو یہ جو تم دیکھ رہے ہو مامون کی وفاداریاں اور محبتیں دھوکے میں نہ آنا۔یہی میرا قاتل ہے۔اور سنو وہ دن قریب ہے کہ جب یہ مجھے تنہائی میں بلائے گا اس کے غلام ہاتھوں میں زہر ملیں گے،زہر مل کر انار توڑا جائے گا پھر اس کے دانوں کو نچوڑا جائے گا اس کا شربت میرے سامنے پیش کیا جائے گا اور مجھ کو پلایا جائے گا اُسی زہر سے میری وفات ہوگی۔یاد رکھنا یہ مامون مجھے قتل کروائے گا جب میری وفات ہوجائے گی تو مامون آئے گا روئے گا اور پیٹے گا اور کہے گا کہ غسل میں دوں گا تو اس وقت تم یہ کہنا کہ معصوم کو غیر معصوم غسل نہیں دے سکتا،مامون بگڑ کر چلا جائے گا اور اپنی شہ نشین پر بیٹھ جائے گا یہ دیکھنے کے لیے کہ غسل دینے کون آتا ہے وہ اوپر ہوگا ایسے میں صحن خانہ میں آپ سے آپ ایک خیمہ سفید نصب ہوجائے گا میرا بیٹا تقی جوادؑ مدینے سے آئے گا میری میت کو اس خیمہ میں پہچا دینا لیکن خبردار کسی کو اندر نہ جانے دینا جو پردہ اُٹھا کر

دیکھے گا اندھا ہوجائے گا میرا بیٹا غسل دے گا کفن پہنائے گا پھر میرے بیٹے تقی جوادؑ کی آواز آئے گی جب میت تیار ہوجائے خیمہ کا پردہ آپ سے آپ الٹ جائے گا باہر لانا میری میت کو۔جنازہ لے کر مامون چلے گا۔جنازے میں بڑا مجمع ہوگا پورا ملک اُمنڈ آئے گا مامون آگے آگے سیاہ کپڑے پہنے ہوئے روتا ہوا ماتم کرتا چلے گا اور جنازے کو ہارون رشید کی قبر کے پاس لے جا کر رکھ دے گا اور یہ چاہے گا کہ ہارون کے پائینتی طرف میری قبر بنائے لیکن جب وہاں کُدال ماری جائے گی تو ایک ناخن کے برابر بھی زمین کھد نہ سکے گی۔مامون عاجز ہوگا تو تم اس وقت کہنا کہ امام کی قبر کبھی کسی کے پیروں کے پاس نہیں بن سکتی۔اس کو قبلہ کی طرف بناؤ اور ہارون کے سرہانے بناؤ۔

اے ابوصلت! وہاں جب زمین کھودی جائے گی تو آپ سے آپ زمین شگافتہ ہوجائے گی ایک پتھر نکلے گا اس پر تحریر ہوگا کہ ”یہ قبر امام رضاؑ ہے“ جب وہ پتھر نکل آئے تو قبر پانی سے بھر جائے گی اور اس پانی میں چھوٹی چھوٹی مچھلیاں نظر آئیں گی اچانک ایک بڑی مچھلی نمودار ہوگی اور چھوٹی مچھلیوں کو نگل کر غائب ہوجائے گی پانی قبر میں جذب ہوجائے گا پھر میری میت کو قبر میں اُتارنا اور دیکھو کسی کو مٹی نہ ڈالنے دینا اس لیے کہ قبر پر مٹی آپ سے آپ پڑ جائے گی کسی کو ضرورت نہ ہوگی امام کسی کی مٹی کا محتاج نہیں ہوتا جب قبر تیار ہوجائے تو بند کرنے سے پہلے اس پتھر کو میری قبر میں رکھ دینا۔یہ ہے خدائی امامت،امت کو بتا رہے ہیں کہ امام کسے کہتے ہیں۔

اور وہی ہوا سترہ صفر کی شب تھی امام تڑپنے لگے زہر کے اثر سے اور وہ سب کچھ گزرا جو کچھ آپ نے کہا تھا اور اس وقت جب مامون ہٹا بگڑ کر تو ابوصلتؒ سے کہا کہ کیا تجھے کچھ معلوم ہے؟ ابوصلتؒ نے کہا ہاں ہمیں اناروں کا قصہ معلوم ہے۔مامون حیران رہ گیا کہ ابوصلتؒ کو یہ راز کیسے پتہ چل گیا یہی وجہ تھی کہ ابوصلت بعد شہادتِ امام پہاڑی

میں چھپ گئے۔جن لوگوں نے زیارت کی ہے فردوسی کی راہ میں آپ کا مزار پڑتا ہے۔وہیں پہاڑیوں میں چھپ گئے تھے۔اور اُسی جگہ شہادت پائی۔وہی شہادتِ امام کے چشم دید گواہ تھے،شہادت ہوئی تقی جوادؑ مدینے سے آئے،امام نے امام کو کفن پہنایا غسل دیا،ہارون کے سرہانے قبر بنی آج قبر اُسی مقام پر ہے جس کو امام نے پہلے ہی خرید لیا تھا،قبر بن چکی بیٹا جا چکا ایران میں سناٹا چھا گیا۔امت کا امام مر گیا تھا دن گزر گئے۔امام کی چاہنے والی بہن کا یہ عالم تھا کبھی حجرے سے نکلتی صحنِ خانہ میں ٹہلنے لگتیں اور کبھی حجرے میں جاتیں اور بار بار قاصدوں کو بلا کر پوچھتیں کچھ میرے بھائی کی خبر آئی کہ نہیں،آپ کا نام فاطمہؑ ہے اب معصومۂ قم کے نام سے مشہور ہیں اور قم میں آپ کا عظیم الشان روضہ ہے۔بی بیؑ نے بڑی بیقراری میں ساتوں بھائیوں کو بلا کر کہا کہ سواری تیار کرو اب ہم آپ جائیں گے بھائی کی کوئی خبر نہیں آئی بہن سات بھائیوں کو لے کر مدینے سے چلی مدینہ میں کہرام مچ گیا کہ فاطمہؑ بنت موسیٰ کاظم مدینہ چھوڑ کر جا رہی ہیں سواری کے گرد پردے کا اہتمام تھا سواری جب قم کے قریب پہنچی تو قم کے سارے مومنین،ہزاروں کا مجمع تھا،جب پتہ چلا کہ امام علی رضاؑ کی بہن آ رہی ہیں تو استقبال کے لیے پوری قوم پہنچی۔سردار قم بھی پہنچا ایک بار سناٹے کو محسوس کر کے عماری کے پردے کو ہٹایا تو چاروں طرف دیکھا عمارتوں پر سیاہ پرچم لگے ہیں،سیاہ علم لگے ہوئے ہیں،تو ساربان سے کہا پتہ لگاؤ کہ کیا ان کا کوئی سردار مر گیا ہے یہ پورا شہر سوگوار کیوں ہے یہ کالے پرچم کیسے ہیں کوئی کچھ نہ بولا۔یہاں تک کہ سردار نے آگے بڑھ کر کہا کہ آپ کچھ دن یہاں قیام کریں،یہاں آپ کے لیے قناتیں لگا دی گئیں ہیں کچھ خیمے لگا دیئے گئے ہیں اور ہمارے گھروں کی عورتیں آپ کے استقبال کے لیے آئیں ہیں،دور دور کوئی مرد یہاں نہ آئے گا۔پردے لگائے گئے اونٹ بیٹھا عماری سے

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

شاہزادی کو اُتارا گیا خیمہ میں جیسے ہی بی بی داخل ہوئیں چاروں طرف سے کئی ہزار عورتوں نے حلقہ بنا کر بی بی کو گھیر لیا سب کے سروں کے بال پریشان اور سیاہ کپڑوں میں سب خاموش اور بی بی کو دائرہ میں لیے ہوئے اندر چلیں ایک ایک کا چہرہ دیکھا تو گھبرا کر پوچھا کہ تم پر کیا گزری ہے کہ بال پریشان ہیں آنکھ میں آنسو ہیں، سیاہ لباس کیسا ہے تو سردار کی عورت نے ہاتھ جوڑ کر کہا کہ بی بی بھائی کا پرسہ لو، بھائی مر گیا تمہارے بھائی نے وفات پائی۔ بس یہ سننا تھا کہ ہائے امام رضاؑ کہہ کر سینہ پر ہاتھ ما، زمین پر بیٹھ گئیں، غش آیا سترہ روز بھائی کو روتے روتے اسی مقام پر گزر گئیں، میں ہاتھ جوڑ کر کہوں گا بی بی آپ بھائی کے غم کو برداشت نہ کر سکیں ذرا زینبؑ کا دل دیکھئے، زینبؑ کی ہمت دیکھئے خیمے میں زخمی بھائی آیا ہے بہن گرد پھر رہی ہے سات بار صدقے ہو رہی ہے اور در تک آئی ہے، بھائی پکار رہا ہے ارے کوئی ہے میری سواری کا لانے والا، بہن پردے کو الٹ کر آئی ہے، ماں جائے زینبؑ سوار کرے گی، زینبؑ نے رکاب کو تھاما اور کہا بھائی سوار ہو جاؤ اور کبھی تلہ زینبؑ پر آواز دیتی ہوئی کہہ رہی تھیں اے پسر سعد یہ زہراؑ کا لال ہے یہ علیؑ کا بیٹا ہے ذرا سائے میں میرے بھائی کو آنے دے، ارے دھوپ بہت ہے میرا بھائی بہت پیاسا ہے ارے پانی پلایا، اے پسر سعد گلے پر سے خنجر ہٹا لے یہ زہراؑ کی بیٹی فریاد کر رہی ہے، ہائے غریب الغربا، ہائے امام رضاؑ۔

مجلسِ ہفتم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''ساری تعریف اللہ کے لیے درود اور سلام محمدؐ اور آل محمدؑ پر''

عشرہ چہلم کی ساتویں تقریر آپ حضرات سماعت فرما رہے ہیں۔ عشرے کا عنوان ''امام اور اُمت ہے، ہم جس پر مسلسل چھ روز سے گفتگو کر رہے ہیں۔

آج ہم امام پنجم اور امام ششم کی امامت پر گفتگو کریں گے۔ کل شبِ چہلم ہے کل کی تقریر امام ہفتم پر ہوگی اور مصائب میں کل ہم ذوالجناح کی خدمات پر گفتگو کریں گے اور اسی پر گفتگو کا اختتام ہوگا اور مجلس کے بعد ذوالجناح برآمد ہوگا۔

''امام اور امت'' چھ روز سے آپ مسلسل اسی موضوع کی تمام باریکیوں سے واقف ہو گئے جو مسلسل تقریریں سن رہے ہیں ان کے لیے بھی اور جو درمیان سے شریک ہوئے ہیں، موضوع میں اتنی وسعت ہے کہ ہر تقریر الگ بھی ہے اور تسلسل سے بھی ہے۔

کل چونکہ امام علی رضاؑ کا روز شہادت تھا اس لیے ہم اچانک امام ہشتم کے عہد پر پہنچ گئے اور بیچ کی یہ اہم ترین کڑی رہ گئی یہ جو امامت کا زرّیں باب ہے اور جس نے اُس عہد میں علوم کے ''دریا'' نہیں بلکہ سمندر بہا دیئے اور یہ دو امام ایسے ہیں کہ کائنات کے ہر علم کا آغاز۔ جو آج پوری دنیا میں پھیلے ہوئے علوم ہیں۔ ان کا سرچشمہ انہی دو معصومینؑ پر تمام ہوتا ہے اور ابھی جب گفتگو ہوگی تو آپ کو ان جملوں کا اندازہ ہوگا اور

اہمیت معلوم ہوگی۔

بعدِ کربلا پوری اسلامی دنیا کا یہ عالم تھا کہ عرب کا ہر صوبہ اور جہاں تک مسلمانوں کی حدود سلطنت تھیں۔ سرحدوں تک یہ عالم تھا کہ سب خلفشار اور اضطراب کا شکار تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ بعدِ کربلا اسلامی دنیا میں ایک ایسا انقلاب اُٹھا کہ جسے حکومتِ وقت اور امت روک نہ سکی اور وہ انقلاب جو اسلامی دنیا میں آیا وہ انقلاب برپا کرنے والے چند قیدی تھے جن کی تعداد مقتل نگاروں کی تحریر کے مطابق دربار شام میں کُل تیرہ تھی جن میں ایک مرد دو بچے بقیہ عورتیں تھیں، لیکن کربلا سے کوفے تک، کوفے سے شام تک، شام سے قید خانے تک، قید خانے سے واپسی تک وہ انقلاب لائے کہ دنیا حیران رہ گئی کہ کیا اس طرح بھی انقلاب آتا ہے اور تین سال کے اندر مضبوط ترین بنی امیہ کی حکومت کی جڑیں اُکھڑ گئیں، قصرِ باطل مسمار ہو گیا، ایوانِ بنی امیہ لرزہ براندام ہو گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے خانہ جنگیاں شروع ہو گئیں اور جو بھی اُٹھا یہ کہہ کر اٹھا کہ ہم خونِ حسینؑ کا انتقام لے رہے ہیں، بنی عباس خون حسینؑ کا انتقام لینے کے لیے جنگ آزما ہو گئے اور پھر سادات میں امام حسینؑ کی اولاد، سید الساجدینؑ کے فرزند زید شہید، نامعلوم کتنی لڑائیاں ہوئیں اور اس کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ حسینؑ نے جو پیغام دیا تھا اور قیدیوں نے جو انقلاب برپا کیا تھا اور جناب زینبؑ نے جو جرأت اظہارِ حق کا سبق دیا تھا کہ حق بات دار پر بھی کہو قیدی ہو اس وقت بھی کہو تو اس انقلاب کی معراج شاہی سے نفرت تھی، جو انقلاب عطا کیا تھا شاہزادی زینبؑ نے امت کو۔ ہم اس منزل پر دیکھتے ہیں کہ یزید کے مرنے کے بعد اس کے بیٹے کو جب دربار میں لایا گیا اور اس سے کہا گیا کہ یہ ہے آپ کا آبائی تخت و تاج یہ ہے آپ کا وہ ملک جس کے لیے آپ کے باپ دادا نے بڑی محنتیں کی ہیں یہ تاج ہے یہ تخت ہے تو اس نے تخت کے پاس کھڑے ہو کر ایک

طویل ترین خطبہ دیا جو تاریخ کی کتابوں میں موجود ہے۔ یزید کے بیٹے کی عمر مورخین نے اس وقت چودہ اور انیس کے درمیان لکھی ہے۔ حمد خدا بیان کی، رسالت کی عظمت سنائی اور اس کے بعد کہا کہ ''یہ حق آلِ محمدؑ کا تھا ان سے چھین لیا گیا، چھیننے والوں میں ہمارا دادا بھی تھا اور باپ بھی تھا ہمارے دادا نے اور باپ نے جو کچھ آلِ محمدؑ کے ساتھ کیا اس کی سزا وہ دوزخ میں بھگت رہے ہیں، کون بول رہا ہے بنی امیہ کا چشم و چراغ اپنے گھر میں بول رہا ہے اور بنی امیہ سامنے ہیں اور اس کے بعد اس نے آخری جملہ جو کہا وہ یہ ہے کہ ''جس تخت کے پائے خونِ حسینؑ میں ڈوبے ہوئے ہوں میں اس تخت پر نہیں بیٹھوں گا میں اس تخت کو ٹھوکر مارتا ہوں'' یزید کے بیٹے نے بتایا کہ جس تخت و تاج سے خود شاہی کا بیٹا بیزار ہو تو امامت کا بیٹا اس تخت و تاج کے لیے کیا کربلا جائے گا۔ تاریخ یہی تو موڑ دینا چاہتی ہے کہ وہ خانہ جنگی تھی، دو شاہزادوں کی لڑائی تھی۔ حکومت کے لیے حسینؑ یزید سے لڑنے گئے تھے۔ جس تخت و تاج کو خلافت کے چشمؑ و چراغ نے ٹھکرا دیا اس تخت و تاج کو حسینؑ لے کر کیا کریں گے۔ وہ تو انجام جانتے تھے کہ اس تخت و تاج کا انجام کیا ہوگا، اب جب شاہی اور ملوکیت سے امت بیزار ہو گئی اور نفرت کرنے لگی تو اب لوگوں کو یہ اندازہ ہوا کہ ہم اب تک یہ سمجھ رہے تھے کہ رسالت کی جانشینی بادشاہِ وقت کرتا ہے اور پورے شام میں یہ تاثر دیا گیا تھا کہ رسولؐ کا قریبی رشتہ دار اگر کوئی ہے تو یزید ہے، لوگوں کو معلوم ہی نہ تھا کہ رسولؐ کا قریبی رشتہ دار کون ہے، شام والوں کو اتنی دور رکھا گیا تھا علم اور فکر آلِ محمدؑ سے کہ وہ کچھ نہیں جانتے تھے، لیکن قدرت کا یہ انتظام کہ یہ چند قیدی جائیں اور بتائیں کہ رسولؐ کی صرف ایک بیٹی فاطمہؑ تھی تم کہاں بیٹھے ہو اور اس کی اولاد کو یہ شاہی اور ملوکیت رسوا کرنے کے لیے بازاروں میں لائی ہے اور اس انقلاب کے ماحول میں جب قیدی انقلاب برپا کر رہے

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

تھے تو چار سال کا آپ کا امام محمد باقرؑ اس انقلاب کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس لیے کہ اس انقلاب کا کارواں اس کو لے جانا تھا، امام محمد باقرؑ پانچویں امام اور ساتویں معصوم ہیں، اٹھارہ سال آپ کی امامت کا عہد ہے بعد سیّدالساجدین ستاون سال کی عمر میں شہادت پائی اور امت سے باقر العلوم کا لقب لے لیا نام محمد ہے۔ لیکن لقب ''باقر'' ہے ''باقر'' علوم کو شگافتہ کرنے والے اور اس ہل کو کہتے ہیں جو زمین کو شگافتہ کرکے دانے اُگنے کی راہ ہموار کرتا ہے اور اس شیر کو بھی کہتے ہیں جو سینے کو شگافتہ کردے ایک نام ''باقر'' زراعت کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے، علم کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے، اور شجاعت کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے۔ باقر العلوم کا لقب لے لیا اور عالم یہ ہے کہ اسی مسجد نبوی میں درس گاہ تعمیر کرکے بیٹھے ہیں، شاگرد آرہے ہیں طلباء آرہے ہیں درس لے رہے ہیں جب علوم کے دریا بہنے لگے تو امت کی سمجھ میں اب آیا کہ رسالت کی صحیح جانشینی یہ ہے ابھی تک لوگ حکومت اور خلافت کے لے لڑ رہے تھے اب پتہ چلا کہ اصل چیز علم ہے تو اب اسی حلقۂ شاگردی سے چند لوگ اُٹھے اور چند مہینوں کا درس لے کر امام بنتے گئے۔ اب دیکھئے سلسلہ شروع ہوا اُمت کی بنائی ہوئی امامت کا، ابھی تک لوگ خلیفہ بن رہے تھے بادشاہ بن رہے تھے اب اس امام کے علوم کی روشنی میں بات سمجھ میں آئی کہ یہ راہ ہے اصل راہ جس میں عزت ملتی ہے جس میں عظمت ملتی ہے مگر ناقص علم لے کر اٹھے تھے اور بن گئے امام تو ساری زندگی رسوا رہے اور قدم قدم پر رسوائی آ کر گھیر لیتی تھی کہاں سے فتویٰ دیں کیسے دیں، امام ابوحنیفہ سے کسی نے آ کر کہا آپ نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ نماز آنکھ کھول کر پڑھیں یا آنکھ بند کرکے، انھوں نے کہا، جعفری کیسے پڑھتے ہیں کہا دیکھا نہیں، کہا دیکھ کر آؤ۔ لوگ گئے کہا پوری مسجد ہم نے دیکھ لی کچھ لوگ آنکھ بند کیئے پڑھ رہے تھے کچھ آنکھ کھولے ہوئے پڑھ رہے تھے،

تو فتویٰ دیا ہی اسی طرح جاتا تھا کہ پہلے وہاں دیکھ کر آؤ کہ کیا ہو رہا ہے تو اس کے خلاف فتویٰ دیا جائے جب آ کے راوی نے کہہ دیا کہ کچھ آنکھ کھولے پڑھ رہے تھے کچھ آنکھ بند کیے ہوئے تو کہنے لگے کہ ایک آنکھ کھول لو ایک بند کرلو۔ وہ کرنا ہے جو وہ نہیں کرتے تو اس طرح فقہ بننے لگی ابھی تو فقہ کے نام سے بھی واقف نہ تھے فقہ کا مفہوم بھی نہیں جانتے تھے کہ فقہ کہتے کسے ہیں اس لیے کہ تخت پر بیٹھنے والا کبھی فقہ کو سمجھا ہی نہیں بہت غور سے سنیں بہت خشک سی تمہید ہے اور جب علم کا مسئلہ چھڑ جائے تو خشکی آجاتی ہے اس لیے کہ علم کے تذکرے میں تری ہوتی ہی نہیں۔ بڑا مشکل مسئلہ ہے۔

آپ نیا مکان بنوائیں پلاٹ خریدا آپ نے اسی میں مشکل پھر سیمنٹ خریدنا، سریا خریدنا ہر چیز ذرا مشکل سے ملتی ہے۔ مزدوروں کا ملنا پھر مزدوری دینا تو جب نیا مکان بننے لگتا ہے تو نئے نئے مسائل کھڑے ہونے لگتے ہیں پتا بھی نہیں ہوتا کہ یہ بھی مسئلہ آجائے گا اور جب مکان بن کے تیار ہو جائے۔ تو جنھوں نے بنوایا ہوگا انہیں اندازہ ہوگا کہ ٹیلی فون بھی لینا ہے، لائٹ بھی، پانی بھی کتنے مسئلے ہیں تو نیا مکان نئے مسائل۔ جب بھی نیا مکان بنے گا نئے مسائل پیدا ہوں گے۔ لیکن جو مکان بنوا چکا ہو یا جس کا کاروبار ہو مکان بنوانا جس کی نگاہوں کے سامنے کئی سو مکانات بن جاتے ہیں سال میں تو اس کے لیے تو کوئی مسئلہ نہیں ہے نئے آدمی کے لیے مسئلہ ہوگا۔ بعدِ رسولؐ جو عمارت بنی حکومت اور خلافت کی وہ بالکل نئی تھی چونکہ نیا مکان بنا تھا اس لئے آئے دن نئے مسئلے تھے۔ اب سب سے پہلا مسئلہ تو یہ تھا کہ انصار بھی خلافت کے امیدوار تھے، اُن کو ظلم و جبر سے دھمکا کر زیر کرلیا گیا اور ایک شخص کی رائے سے خلیفہ منتخب کرلیا گیا۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ شہر میں اعلان کیسے کیا جائے سقیفہ سے باہر کیسے نکلیں اس لیے کہ کان میں آواز آگئی تھی کہ مسجد نبوی میں سلمانؓ، ابوذرؓ، مقداد و عمار نے اندر سے کنڈی بند

کرکے ایک میٹنگ کی ہے اور یہ بھی پتہ چلا گیا تھا کہ اس میں طے ہوا ہے کہ ہم رسولؐ کے منبر پر کسی اور کو نہیں بیٹھنے دیں گے سوا علیؑ کے۔ اب خوف کا کیا عالم ہوگا اسی پریشانی میں ۲۸ صفر کو رسولؐ کی وفات کا پورا دن گذر گیا اور امت دفن رسولؐ میں شریک نہ ہوسکی اسی روز خلیفۂ وقت کا فیصلہ ہوگیا لیکن گیارہ روز گزر گئے سوچتے ہوئے کہ کیا کریں کیسے مدینے میں اعلان کریں، سب نے کہا ٹھہر جاؤ خالد بن ولید لشکر لے کر واپس آجائے تو جب لشکر آجائے گا تو فوجیوں کے حصار میں خلافت کا جلوس نکال لیں گے، گویا خلافت یا جمہوریت نہیں تھی مارشل لاء تھا۔ وہ آجائیں تو پھر اعلان کریں یہاں تک کہ گیارہ روز گزر گئے۔ بارہ ربیع الاول کو جب خالد آیا لشکر لے کر تو مدینے کی گلیوں میں جلوس نکلا اعلان کے لیے حفاظت کو پورا لشکر ساتھ ہے تو اس دن پتا چلا عرب والوں کو کہ نبیؐ کی وفات ہوگئی اور یہ جانشین جا رہا ہے۔ غور نہیں کیا آپ نے رسولؐ کی اٹھائیس ۲۸ سفر کو وفات ہوئی اعلان ہوا بارہ ربیع الاول کو، امت کو کب پتہ چلا جب امت کو پتہ چلا جبھی تو وفات کی تاریخ منائے گی۔ بارہویں دن پتہ چلا تو نام ہی پڑ گیا۔ بارہ وفات۔ پہلا مسئلہ تو یہی تھا۔

اب پھر اہم ترین مسئلہ یہی تھا کہ جب اعتراضات ہوں گے تو جوابات کہاں سے آئیں گے کہ حکومت علیؑ کو کیوں نہیں دی۔ کہا بچپنا تھا ان میں۔ دوسری بات یہ تھی کہ لڑائیوں میں علیؑ نے اتنے کافروں کو قتل کیا کہ عرب کے ہر گھر سے ایک آدمی مارا ہے اس لیے ہر گھر میں علیؑ کا دشمن موجود ہے۔ تو امت علیؑ کی دشمن ہو جاتی۔ دوسری بات یہ ہے یہودیوں کو علیؑ نے مارا تو یہودی خلاف ہو جاتے۔ دیکھیے ہر ایک کے جذبات کا خیال رکھا جا رہا ہے جمہوریت میں تو یہ ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا اچھا علیؑ چھوٹے تھے بچپنا تھا اس لیے بزرگوں کو خلافت دی گئی لیکن جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ علیؑ کو

جواب دینے کی ضرورت نہیں تھی۔ تاریخ خود بولے گی اس لیے علیؑ خاموش ہوگئے۔ جلوس چلا تو اب اس محلے سے نکلا جو اپنا محلّہ تھا شور ہو تو والد کی عمر ۹۰ سال تھی نابینا تھے ابوقحافہ کہنے لگے یہ شور کیسا ہے کسی نے کہا مبارک ہو بیٹے نے خلافت پائی ہے۔ جواب میں باپ نے کہا کہ کیوں کیا بنی ہاشم نہیں تھے۔ کیا علیؑ نہ تھے کسی نے کہا مدینہ میں علیؑ موجود تھے، لیکن عمر میں کم تھے اس لیے اُن کو خلافت نہیں مل سکی ایسا منصب بزرگوں کو دیا جاتا ہے تو باپ نے کہا کہ پھر اس کو کیا سوجھی اس کا بزرگ تو میں ہوں میں پہلے حقدار ہوں۔ عمر میں اس سے زیادہ ہوں۔ علیؑ کو جواب دینے کی ضرورت نہیں تھی یہ بھی دلیل قائم کی گئی عرب کا ہر آدمی دشمن تھا تو پتہ چلا جن گھروں کے لوگوں کو علیؑ نے قتل کیا تھا اب وہی مسلمان ہیں امامت وہی ہے اس لیے ان کا خیال بھی رکھنا ضروری ہے انہوں نے دلیل میں یہ بھی کہا یہودی خلاف ہو جاتا اگر علیؑ کو خلافت مل جاتی تو علیؑ نے کہا کہ ۲۵ برس کے بعد جب ملے تو دیکھنا یہودی لڑنے نہیں آئے گا عیسائی لڑنے نہیں آئے گا، جمل میں کون آیا صفین میں کون آیا، تاریخ جواب دیتی چلی۔

نئے مسئلے پیدا ہو رہے ہیں، اُمت کے خاص خاص لوگ مسجد میں خلیفہ کو لے کر آگئے، علیؑ نے منع کردیا سلمانؓ و ابوذرؓ کو بلا کر کہا دیکھو میں خاموش ہوں تم بھی ہٹ جاؤ کوئی ضرورت نہیں تمہیں ان مسائل میں بولنے کی سب کو خاموش کردیا، کیوں اس لیے کہ دیکھنا تاریخ کیسے ترتیب پائے گی آپ سے آپ۔ پہنچا کوئی شخص خلیفہ وقت کے پاس اور کہا قبلہ اب ہوگا کیا نماز آپ پڑھائیں گے یا علیؑ کہا ہم پڑھائیں گے کہا کیسے پڑھائیں گے؟ صبح کِس وقت پڑھائیں گے بہت سے سوال پوچھے ہیں کہ آپ یہ نماز ملا کے کیوں پڑھتے ہیں آذانیں تین ہوتی ہے صبح کی دوپہر کی اور شام کی اور عام مسلمانوں کے ہاں پانچ ہوتی ہیں۔ تو مسئلہ یہ نہیں کہ ملا کر کیوں پڑھتے ہیں مسئلہ یہ ہے

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

کہ الگ الگ کیوں پڑھتے ہیں، پلٹ دیجیے سوال کو۔اور میں اسی پر تبصرہ کروں گا۔ راوی نے کہا کیسے پڑھائیں گے خلیفہ وقت نے کہا کیوں، کہا منہ اندھیرے تو علیؑ آکر مسجد نبوی میں بیٹھ جاتے ہیں اور نماز کے وقت پر نماز پڑھاتے ہیں۔کہا کتنے بجے، کہا تقریباً یہی سوا پانچ بجے پانچ بجے کہنے لگے جب وہ آتے ہیں تو وقت کیا ہوتا ہے، کہا ساڑھے چار بجے پھر بیٹھے رہتے ہیں تلاوت کرتے ہیں پھر نماز پڑھاتے ہیں۔ کہنے لگے ٹھیک ہے چار بجے اذان دے دو پہلے ہم اپنی جماعت پڑھا کر نکل جائیں گے پھر علیؑ آئیں گے۔اب ذرا دیکھیے کون سی اذان پہلے ہوتی ہے کون سی بعد میں ہوتی ہے۔انہوں نے کہا۔تو پھر ظہر کی کیسے پڑھائیں گے، کہا کیوں، کہا علیؑ ڈیڑھ بجے آجاتے ہیں کہنے لگے اس کے بعد۔کہنے لگے پھر جاتے نہیں ہیں بیٹھے رہتے ہیں مسجد میں عصر پڑھا کے جاتے ہیں۔کہنے لگے ٹھیک ہے جب وہ ڈیڑھ بجے آئیں گے تم بارہ بجے آذان دے دو کہنے لگے جب وہ عصر کی پڑھا کر چلے جائیں تو چھ بجے چل کر عصر کی پڑھ لینا الگ الگ کہاں ہوئی اور کیوں یہ مسئلہ پیدا ہو کہ الگ الگ آذان ہو، کہا اور مغرب میں، کہا مغرب میں وہ آجاتے ہیں تقریباً سوا سات بجے، کہنے لگے ٹھیک ہے جب سورج ڈوب رہا ہو آذان دے دو اور کہنے لگے عشا کی پڑھا کر جاتے ہیں، کہا ٹھیک ہے ساڑھے نو بجے رات کو عشا کی پڑھا دیں گے چونکہ نیا مکان تھا اس لیے نئے نئے مسائل پیدا ہو رہے تھے۔اس لیے فقہ رسولؐ ترتیب پا رہی تھی، وہاں ترتیب شدہ تھی یہاں نئی بنائی تھی چونکہ ہر منزل پر جیسے جیسے مسائل پیدا ہوئے ویسے ویسے مسائل بدلتے گئے تو جب (دمشق) شام تک فقہ پہنچی تو اتنی مسخ شدہ تھی کہ پہچان مشکل ہو گئی تھی۔

حمص شام کے پاس ایک شہر ہے۔مدینے کا ایک آدمی اتفاق سے پہنچ گیا جیسے ہی شہر میں پہنچا اس کے کان میں آذان کی آواز آئی غور سے اس نے سنا تو موذن کہہ رہتا تھا:-

"اِنَّ اهلَ حِمَص یَشهدُ اَنَّ مُحَمدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ"

"اے اہلِ حمص تم گواہی دیتے ہو کہ محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں"

کسی نے کہا یہ کیسی آذان ہے اور کیسا اضافہ ہے اذان میں، وہ مسجد میں گیا پوچھنے کے لیے کہ یہ کیسی آذان ہے۔مگر جب تک پہنچا نماز شروع ہو چکی تھی موذن بھی صف میں کھڑا تھا تو اس نے دیکھا جو نماز پڑھا رہے تھے پیش نماز صاحب پوری نماز اُنھوں نے یوں پڑھائی کہ ایک ٹانگ مصلے سے باہر رکھے تھے کہاں کی آذان اب نماز کا مسئلہ درپیش ہو گیا۔لوگوں سے پوچھا کہ کیسی نماز ہے کچھ لوگوں نے کہا کہ قاضیٔ شہر بتادے گا، عدالت پہنچے قاضی کے پاس تو دیکھا کہ مجمع لگا ہے اور قاضی کے سامنے قرآن رکھا ہے اور ہاتھ میں شراب کا جام ہے اور ایک چسکی لیتے ہیں قرآن پر ہاتھ رکھ کر کہتے ہیں کہ اس قرآن کی قسم یہ شراب ہے، اس طرح پورا گلاس ختم کر گئے وہ آئے تھے نماز کا مسئلہ پوچھنے اب قاضی کے مسئلے میں اُلجھ گئے، پوچھا کہ یہ کیا ہے قاضی نے کہا پوچھ لو جا کے مفتی سے وہ بتائے گا، پتہ لگاتے ہوئے پہنچے مفتی کے پاس حیران و پریشان۔

کسی نے کہا کہ مفتی صاحب ابھی ابھی ایک نمازِ جنازہ پڑھا کے چالیس قدم مردے کو چھوڑنے گئے ہیں دوڑو ابھی راستے میں ہوں گے، یہ دوڑے دیکھا بڑا مجمع ہے اور ایک جنازہ چلا جا رہا ہے اور مفتی بھی ساتھ ہیں لیکن جنازے پر جو آدمی ہے وہ رسیوں سے بندھا ہوا ہے اور زندہ ہے اور سارے لوگ لا الٰہ الا اللہ کا وِرد کر رہے ہیں اور جنازے والا چلاّ چلاّ کر کہہ رہا ہے کہ میں زندہ ہوں۔

اب تو حیرت کی انتہا نہ رہی انھوں نے دوڑ کر مفتی کا ہاتھ پکڑا ایک کنارے لائے اور کہا میں تو یہاں آکر پریشان ہو گیا ہوں ذرا یہ بتائیے کہ اس شہر میں فقہ کون سی ہے۔ وہ بولے رسولؐ اللہ کی فقہ ہے۔کیوں کیا بات ہے۔پچاس سال میں حضوؐر کی فقہ کی

تصویر شام میں یہ ہو چکی تھی۔اب آپ نے دیکھا کہ مدینے سے شام تک فقہ کتنی بدل چکی تھی۔انہوں نے کہا کچھ سمجھ میں آیا۔مفتی بولے پوچھیے، کہنے لگے میں یہاں جب آیا تو موذن اس طرح اذان دے رہا تھا کہ:-

"اے اہلِ حمص تم گواہی دیتے ہو کہ محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں"

کہنے لگے کہ اس میں کیا پریشانی ہے۔یہاں حمص میں یہ قاعدہ ہے کہ موذن اکثر چُھٹی چلا جاتا ہے تو اپنی جگہ مسجد میں کسی یہودی کو لگا جاتا ہے تو وہ آج کل یہودی لگا ہوا ہے تو وہ یہ کہہ رہا ہے کہ میرے عقیدے میں وہ رسولؐ نہیں ہیں اس شہر والوں کے عقیدے میں ہیں۔

کہنے لگے اچھا یہ سمجھ میں آ گیا۔اور وہ جو پیش امام کی ایک ٹانگ مُصلّے سے باہر تھی نماز پڑھاتے ہوئے کہا یہاں اکثر ہو جاتا ہے گھر سے نکلے ٹانگ پر چھینٹ پڑ گئی تو اب کون پورا سر سے پاک کرے ٹانگ الگ رکھ کر پوری نماز پڑھا دیتے ہیں۔

مدینے والا کہنے لگا اچھا۔وہ عدالت میں قاضی جو شراب کا جام پی پی کر قسم کھا کھا کر کہہ رہے تھے کہ قرآن کی قسم یہ شراب ہے۔کہا۔بھئی یہاں آئے دن شرابی سڑکوں پر دنگا کرتے ہیں اور جب پکڑ کر عدالت میں لائے جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے شراب نہیں پی، انار کا شربت پیا ہے تو چونکہ انکار کرتا ہے شرابی کہ یہ شراب نہیں ہے تو اس کے گھر سے بوتل منگائی جاتی ہے قاضی صاحب اسے پی کر قسم کھا کر کہتے ہیں کہ جھوٹا ہے تو نے شراب پی ہے یہ شراب ہے۔

کہنے لگے اچھا سمجھ میں آ گیا لیکن یہ قبرستان زندہ کو کیوں لے جا رہے ہیں۔اور آپ نے بھی نماز جنازہ پڑھا دی کہنے لگے کہ بھائی چالیس آدمی میرے پاس آئے تھے چالیس آدمیوں نے یہ کہا کہ یہ مر چکا ہے یہ اکیلا کہہ رہا ہے کہ میں زندہ ہوں

چالیس کی گواہی مانوں کہ ایک اکیلے کی، چالیس نے مرنے کی گواہی دی ہے، کُل فقہ سامنے آ گئی۔قانونِ شہادت بھی، نماز بھی، اذان بھی، عدالت بھی۔گویا پوری فقہ آپ نے دیکھ لی تو بعدِ رسولؐ جس فقہ کا یہ عالم ہو جائے تو کیا اس آخری پیغام کو اللہ بے سہارا چھوڑ دیتا اس لیے جب آیت آئی کہ:

"یَآ اَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوٓا اَطِیعُوا اللّٰهَ وَاَطِیعُوا الرَّسُولَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ" (سورہ نسا آیت ۵۹)

تو جابر بن عبداللہ انصاری نے کہا کہ اولی الامر کون ہے تو رسولؐ نے فرمایا کہ یہ سامنے علیؑ جو ہے یہ تمہارا اولی الامر ہے۔یہ تمہارا امام ہے اور اس کے بعد جابرؓ کہتے ہیں کہ رسولؐ نے پھر کہنا شروع کیا کہ اس کے بعد حسنؑ ہے پھر حسینؑ ہے پھر سید الساجدینؑ ہے امامؑ پھر محمد باقرؑ ہے امام اور اس کے بعد کہا جابر تم زندہ رہو گے جب میرا پانچواں جانشین آئے گا جب اس کی خدمت میں پہنچو تو میرا اسلام کہنا تو اب جابر کا عالم یہ ہے کہ یہ وہ صحابیٔ رسولؐ ہے جس نے سب سے آخر میں وفات پائی اور مدینے کی گلیوں میں عصا لیے ہر قدم پر یہ کہتا کہ یا باقرؑ یا باقرؑ تو لوگ کہتے کہ دیوانہ ہو گیا ہے جانے کس کو پکارتا ہے تو پلٹ کر اتنا ہی کہا کہ میرے دماغ پر شک کر رہے ہو آج صحابی کو کہہ رہے ہو کل رسولؐ کو کہہ رہے تھے مخبر صادق نے جو کہا ہے وہ ہو کر رہے گا۔اور جب وہ دن آ گیا اور پہنچے تو صدر دروازے کے سامنے دیکھا چھ سال کا بچہ کھڑا ہے چہرہ پر نظر پڑی کچھ یاد آ گیا وہی چہرہ بالکل شبیہ رسولؐ تھے، جابر قریب گئے اور کہا شہزادے ذرا آگے بڑھیئے، شہزادہ آگے بڑھا، پھر ایک بار پیچھے ہٹیۓ شہزادہ پیچھے ہٹا جابر نے کہا وہی رفتار ہے، پوری صحابیت گواہی دے، بزمِ نبیؐ میں بیٹھنے والا گواہی دے کہ وہی رفتار ابھی محو تھے جمالِ امامت دیکھنے میں کہ وہاں لبوں پر مسکراہٹ آئی اور کہا جابرؓ اتنے محو ہو گئے

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

مجھے دیکھنے میں کہ میرے جد کا پیغام سنانا بھی بھول گئے۔ امامت خود بولے اور تعارف کروائے کہ ہم ابھی بچے ہیں لیکن امام ہیں ہم جانتے ہیں ہمارے جد نے تمہارے ذریعے سے سلام کہلوایا ہے۔ وہ دن کہ جب تک زندہ رہے امام کی جوانی تک جابرؓ اس در سے جدا نہیں ہوئے۔ غور کر رہے ہیں آپ۔ بوڑھا صحابی جو درس لے چکا ہے رسالتؐ سے وہ امامت کی بارگاہ میں زانوئے ادب تہہ کیے ہوئے درس لے رہا ہے یہ ہے امامت اور جہاں شاگرد آتے ہیں تو جابرؓ بھی آکر انہی شاگردوں میں ادب کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں۔ ایک بار جوان امامت نے بوڑھی صحابیت سے پوچھا کہ جابرؓ بزم رسالت دیکھی ہے علیؑ کی بزم دیکھی حسنؑ کی بزم دیکھی حسینؑ کی بزم دیکھی میرے بابا کی بزم دیکھ چکے ہو معصومین کی محفل تم نے دیکھی ہے اے جابرؓ ایمان کو اب کس منزل پر پاتے ہو، جابر نے کہا مولا اب تو یہ عالم ہے میرا کہ میں صحت پر بیماری کو ترجیح دیتا ہوں، دولت پر غربت کو ترجیح دیتا ہوں، حیات پر موت کو ترجیح دیتا ہوں، دیکھا امام خاموش ہے جواب نہیں دیتا جابرؓ کا اضطراب بڑھ گیا، کہا آپ ایمان کو کس منزل پر پاتے ہیں۔ کہا جابر بس یہ ہے تمہارا ایمان اور ایمان کی منزل یہ ہے۔ یہ بتاؤ جابرؓ کہ ایمان کی منزلوں میں یہ "میں" کہاں سے آگئی "انا" کہاں سے آگئی سنو جابرؓ ایمان کی منزل کیا ہے میری نظر میں سنو۔ میرا خدا میرے لیے دولت پسند کرے تو دولت پسند ہے، اگر غربت پسند کرے تو غربت پسند ہے، میرا خدا میرے لیے صحت پسند کرے تو صحت پسند ہے، اگر بیماری پسند کرے تو بیماری پسند ہے، میرا خدا میرے لیے حیات پسند کرے تو حیات پسند ہے، موت پسند کرے تو موت پسند ہے۔ اے جابرؓ یہ "میں" کہاں سے آگئی تم کون ہو پسند کرنے والے اور فیصلے کرنے والے، امام نے بتایا بوڑھی صحابیت کو راہ راست پر کون لاتا۔ آپ کہہ رہے ہیں کہ رسولؐ کا ہر صحابی ستاروں کی

مانند ہے جس کی چاہنا تقلید کر لینا ارے جابر جس کے ایمان کی منزل یہ ہے امامت کی نگاہ میں یعنی امامت کے بغیر امت ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکتی، ظاہر ہے صحابیت کاروانِ اُمّت کو لے کر آگے نہیں بڑھ سکتی۔ لو جابرؓ کی حیات کی روشنی میں دیکھو یہ ہے آپ کا پانچواں امامؑ۔

اور عرض کر چکا کل کی تقریر میں بھی اور پرسوں بھی عرض کیا تھا کہ جب ہشام بن عبدالملک نے دمشق میں حضرت امام محمد باقرؑ کو بلوایا تو امام جعفر صادقؑ بھی ساتھ ہیں۔ امام کا سن پچاس سے اوپر ہو چکا ہے فرزند ساتھ میں ہے جوان اور جب دربار میں پہنچے تو کہاں تو ہشام نے اس لیے بلایا تھا کہ قید کر دے گا اور کہاں جب نشانے پر تیر پھینکا اور پےدرپے بے شمار تیر پھینکے تو اس نے الجھ کر یہی کہا تھا کہ یہ فن کہاں سے سیکھا آپ نے، کہا ہشام امام کوئی سکھاتا نہیں ہمیں ہر فن آتا ہے یہ دوسری بات ہے کہ کسی چیز کا اظہار ہم کرتے ہیں اور کسی چیز کا اظہار نہیں کرتے اور اس کے بعد ہشام نے امام کو ساتھ احترام کے واپس کر دیا۔ لیکن سپاہیوں سے کہا کہ جہاں جہاں جائیں خیال رکھنا اور ہمیں اطلاع دو کہ ان کا رخ کدھر ہے مدینے جا رہے ہیں یا کسی اور راہ پر جا رہے ہیں۔

دربار سے نکلے تو دیکھا بڑا مجمع ہے کہا یہ لوگ کہاں جا رہے ہیں۔ کسی نے کہا کہ سامنے بلند پہاڑی پر ایک عیسائی راہب کا دیر ہے اس کی عمر سو سے زیادہ ہے ساری خلقت وہاں جا رہی ہے اور اب تو مسلمانوں کا یہ عالم ہے کہ اس کے درس اور اس کے معجزات سے اپنا دین چھوڑ کر عیسائی ہوتے جا رہے ہیں۔ دیکھ رہے ہیں آپ ملک کی حالت۔ مسلمانوں کے ذہن اور عقیدوں کا عالم یہ ہے، اس عہد میں باقر العلومؑ کی ضرورت ہے۔ امام نے کہا اچھا اب جب راہب آئے دَیر سے باہر اور مجمع لگ جائے

تو ہمیں بھی لے چلنا۔ اصحاب کے ساتھ چادر اوڑھ کر تا کہ کوئی پہچان نہ سکے جا کر اس کے درس میں بیٹھ گئے مجمع بہت تھا لیکن آج اس کا درس نہ ہو سکا۔ اس نے کہا یہاں کوئی ایسا عالم موجود ہے کہ میری زبان میں لکنت ہے پہنچا ہوا راہب تھا نگاہ ایک جگہ ٹھہر گئی پکار کے کہا کیا آپ اُمتِ مرحومہ سے تعلق رکھتے ہیں، امام نے کہا ہاں۔ راہب نے کہا آپ اس امت کے عالموں میں سے ہیں۔ غور کر رہے ہیں آپ اس کا جواب کیا تھا آج کا کوئی عالم ہوتا کہتا ہاں میں بہت بڑا عالم ہوں لیکن کیا کہنا امامت کی بصیرت کا، امام نے کہا میں اس امت کے جاہلوں میں سے نہیں ہوں، راہب نے کہا آپ مجھ سے سوال کریں گے یا میں آپ سے پوچھوں، امام نے فرمایا جو چاہے پوچھ لے، امام وہ نہیں جو سلونی نہ کہہ سکے۔ اگر پہلے نے سلونی کہا ہے تو سب کہیں گے، پوچھ لو امامت کی پہچان یہ ہے۔ اس نے کہا کہ میں انجیل کے کچھ مسائل پوچھوں جو آپ کے عقائد سے ٹکراتے ہیں، کہا پوچھو، راہب نے کہا یہ تو بتایئے کہ وہ کون سی ساعت ہے جو نہ دن میں ہے نہ رات میں، فرمایا وہ صبح صادق ہے جو سانس لیتی ہے وہی وقت ہے جو جنت میں ہوگا جو نہ دن میں ہے نہ رات میں، رات جا رہی ہوتی ہے دن آ رہا ہوتا ہے وہ درمیانی ساعت ہے جب رات بھر کے جاگے ہوئے مریض کو بھی نیند آجاتی ہے وہ ساعت جس میں جنت کا وقت ٹھہر جائے گا۔

راہب نے کہا آپ یہ کہتے ہیں کہ جنت میں لوگ کھائیں گے اور پئیں گے لیکن بول و براز نہ کریں گے کیا یہ ممکن ہے، امام نے کہا ہاں شکم مادر میں بچہ اپنی غذا حاصل کرتا ہے لیکن بول و براز نہیں کرتا۔

راہب نے کہا آپ کہتے ہیں کہ جنت میں ایک ہی برتن میں ہر طرح کے کھانے رکھے ہوں گے آپس میں ملیں گے نہیں۔ امام کہا کیوں پرندے کے انڈے کو تو نے نہیں

دیکھا کہ اس میں سفیدی بھی ہوتی ہے اور زردی بھی مگر دونوں آپس میں ملتے نہیں، راہب نے کہا آپ نے سارے سوالوں کے جواب صحیح دیئے۔ ذرا یہ بتایئے ہماری انجیل میں دو بھائیوں کا ذکر ہے دونوں ساتھ پیدا ہوئے ساتھ مرے ایک ہی دن لیکن ایک کی عمر ۵۰ سال ایک کی عمر ۱۵۰ سال، امام نے کہا ہاں وہ نبی ہیں ایک کا نام عزیز ہے ایک کا نام عُزیر ہے عزیر پیغمبر تھے، دونوں ساتھ پیدا ہوئے ساتھ مرے لیکن عزیر عزیز سے رخصت ہو کر اس وقت چلے جب دونوں کی عمریں ۵۰ برس تھیں، راہ میں اپنے اصحاب کے ساتھ سفر سے تھک کر ایک درخت کے نیچے بیٹھے تھے سواری کا گدھا درخت سے باندھ دیا کچھ دیر کے بعد کھانا سرہانے رکھا اور خود درخت کے سایہ میں لیٹ کر سو گئے اللہ نے حکم دیا سب کی روحیں قبض کر لو سب پر موت طاری کر دی گئی سو سال تک سوتے رہے سو سال کے بعد اللہ نے عزیر کو زندہ کر دیا جب زندہ ہوئے اور گھر آئے تو پچاس کی عمر میں سوئے تھے تو اٹھے تو پچاس کے تھے لیکن جس بھائی کو چھوڑ کر گئے تھے پچاس کا وہ ایک سو پچاس کا ہو چکا تھا موت ایک ہی دن آئی ایک پچاس کا رہا دوسرا بھائی ایک سو پچاس کا ہو گیا تھا جب اٹھایا گیا تو اللہ نے پوچھا عزیر کتنی دیر سوئے جناب عُزیر جس وقت سونے کو لیٹے تھے دن کچھ چڑھا تھا اور جب بیدار ہوئے تو ابھی شام نہ ہوئی تھی اس لئے عرض کیا کہ ایک دن یا اس سے کچھ کم، اللہ نے ارشاد فرمایا اے عُزیر تم سو برس تک مردہ رہے۔ یہودی عُزیر کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں چونکہ زندہ کیا گیا تھا اکیس مارچ کو اس لیے نوروز ہوتا ہے، قرآن میں دونوں بھائیوں کا ذکر ہے۔ اور انجیل میں بھی عُزیر نے کہا کہ جب لیٹا تھا تو سورج ڈوبنے والا تھا اب ڈوب رہا ہے اللہ نے کہا نہیں عُزیر تم سو سال سوئے۔ اگر یقین نہیں تو پلٹ کر اپنے گدھے کی طرف دیکھو، اب جو دیکھا تو ہڈیاں پڑی ہوئی تھیں۔ اللہ نے کہا دیکھو عُزیر تمہارے

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

سامنے ہم مُردے کو کیسے جِلاتے ہیں، عُزیر کی نگاہوں کے سامنے بکھری ہوئی ہڈیاں یکجا ہوئیں ہڈیوں پر گوشت آیا گوشت پر پوست آئی اور اپنی مخصوص آواز میں نبی کی سواری کا گدھا اور ہمیشہ کا ساتھی اُٹھ گیا۔

میں یہ کہتا ہوں کہ قدرت نے عُزیر کو سلایا اس لیے تھا سو سال کے لیے تاکہ نبی کو اور نبی کی امت کو یہ بتادے کہ جب ہم نبی کو سلاتے ہیں زمین پر تو اکثر نبی کے ساتھی بھی نبی کے ساتھ سوتے ہیں لیکن جب ہم اُٹھاتے ہیں تو نبی، نبی اُٹھتا ہے۔ ایسا نہیں ہوگا کہ اگر نبی کے پہلو میں سو رہا ہے تو وہ انسان بن جائے، جو وہ ہے وہ رہے گا جو نبی ہے نبی رہے گا، ساتھ میں سو جانا فخر کی بات نہیں، اب دنیا اگر اس پر فخر کرے۔ دنیا سمجھی نہیں کہ فخر کس میں ہے۔

حضرت عُزیر نبی کو یہودی اللہ کا بیٹا کہنے لگے تھے قرآں میں ارشاد ہوا:۔

وَقالَتِ الْيَهُودُ عُزَيرٌ ابْنُ اللّٰهِ (سورۂ توبہ آیت ۳۰)

حضرت عُزیر ایک پیغمبر تھے، اُن کا گزر ایک گاؤں سے ہوا وہاں بہت سے انسان مرے پڑے ہوئے تھے، انھوں نے مُردوں کو دیکھ کر کہا:۔

" قالَ اَنّٰى يُحْيِ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا (سورۂ بقرہ آیت ۲۵۹)

عُزیر نے کہا اللہ ان کو مرنے کے بعد کیوں کر زندہ کرے گا۔

فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ (سورۂ بقرہ آیت ۲۵۹)

اللہ نے عُزیر کی روح قبض کر لی اور سو برس تک اُن کو مردہ رکھا پھر اُن کو زندہ کیا

قَالَ كَمْ لَبِثْتَ (سورۂ بقرہ آیت ۲۵۹)

اللہ نے پوچھا تم کتنے عرصے مردہ پڑے رہے

قَالَ لَبِثْتُ يَوْماً اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ (سورۂ بقرہ آیت ۲۵۹)

عُزیر نے جواب دیا کہ اے میرے رب ایک دن یا اس سے بھی کم

قَالَ بَلْ لَبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ (سورۂ بقرہ آیت ۲۵۹)

اللہ نے فرمایا عُزیر تم سو برس مرے پڑے رہے ہو۔

وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ (سورۂ بقرہ آیت ۲۵۹)

اپنے گدھے کو بھی دیکھو جو مرا پڑا ہے۔

الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْماً (سورۂ بقرہ آیت ۲۵۹)

گدھے کی ہڈیوں کو دیکھو ان کو کیونکر ہم جوڑے دیتے ہیں اور کس طرح ہڈیوں پر کھال چڑھا دیتے ہیں۔

عُزیر کے سامنے اللہ نے اُن کے ساتھی گدھے کو بھی زندہ کیا۔

ایک سادھو مہاراج اپنے چیلوں کو لیے ہوئے گاؤں گاؤں تبلیغ کرتے ہوئے جاتے تھے گیروے کپڑے پہنے ہوئے شاگرد سارے ساتھ بڑے پہنچے ہوئے سادھو تھے۔ ایک گاؤں میں پہنچے تو گاؤں والوں سے کہا کہ ہم کو پناہ دو سارے گاؤں نے بڑی گالیاں دیں اور بھگا دیا۔ کہا یہاں ہم خود پریشانی میں ہیں تمہیں کہاں ٹھہرائیں گے نہ یہاں رہنے کی جگہ نہ ہمارے پاس اتنا اناج ہے کہ ہم تمہیں کھلائیں۔ جب چلنے لگے وہاں سے تو ہاتھوں کو بلند کر کے کہا اے ایشور اے بھگوان ان سارے گاؤں والوں کو اسی گاؤں میں رکھنا یہ باہر نہ جائیں یہیں رہیں یہیں مریں یہیں دفن ہوں یہ کہہ کے آگے بڑھ گئے۔ دوسرے گاؤں میں پہنچے گاؤں والوں نے بڑا استقبال کیا ٹھہرایا کھانا پانی ہر چیز کا انتظام کیا وہ کافی ہفتے وہاں رہے جب چلنے لگے تو ہاتھوں کو بلند کر کے کہا اے خدا ان سارے گاؤں والوں کو پوری دنیا میں منتشر کر دے جگہ جگہ انہیں پھیلا دے، یہ گاؤں میں رہنے نہ پائیں، چیلوں نے کہا جنہوں نے برائی کی انہیں آپ دعا

دیتے آئے اور جنہوں نے نیکی کی ہے ان کو بددعا دے رہے ہیں سادھو نے کہا تم نے غور نہیں کیا وہ دعا نہیں تھی وہ بددعا تھی اور یہ بددعا نہیں دعا ہے، چیلوں نے کہا کیسے، کہا وہ سارے گاؤں والے بڑے بخیل تھے کمینے تھے ذلیل تھے برے تھے بد ہیں، اس لیے ہم نے انہیں بددعا دی کہ گاؤں میں رہیں تاکہ یہ برائی پوری دنیا میں پھیلنے نہ پائے وہیں مر جائیں اپنی برائیاں لے کر باہر نہ جائیں ورنہ ساری دنیا میں برائی پھیل جائے گی۔ یہ گاؤں والے اچھے تھے ہم نے دعا دی کائنات میں پھیلیں نیکیاں لے کر جائیں دوسروں کو اپنے جیسا بنائیں دنیا سمجھی نہیں کہ مدینے میں مرنا اور ہے کربلا میں جانا اور ہے کاظمین خراسان، سامرے میں جانا اور ہے، اولادِ رسولؐ باہر چلی گئی تاکہ نیکیاں پھیل جائیں برائی کو رسولؐ نے دبا کر پہلو میں رکھ لیا تاکہ باہر نہ جانے پائے، بغداد نہ جائے ایران نہ جائے، اسپین نہ جائے، یہیں رہے، پاس رہے، علی تم جاؤ نجف، حسینؑ تم جاؤ کربلا، علی رضاؑ تم جاؤ خراسان، موسیٰ کاظم تم جاؤ بغداد نیکیاں کائنات میں پھیل جائیں ہر جگہ آلِ رسولؐ دین کے مقصد کے لیے سرچشمۂ ہدایت بن جائیں اب سمجھے آپ، پاس رہنا اور ہے دور جا کر قبریں بنانا اور ہے، فخر اس میں ہے کہ وہ باہر نکل گئے، دعبل کا مرثیہ آپ کی نظر میں ہوگا اے فاطمہؑ بقیع سے آ کر دیکھئے عرشِ شرافت کے تارے ٹوٹ ٹوٹ کر گرے اور کہاں کہاں بکھر گئے۔ کوئی بغداد میں ہے کوئی کربلا میں ہے کوئی مدینے میں ہے اور اس طرح دعبل نے یہ روشنی دی کہ یہ روشنیاں پھیل گئی ہیں نیکی کے مینار ہر جگہ بلند ہو گئے ہیں پانچویں امام اور فرزندِ رسولؐ حضرت امام محمد باقرؑ نے یہ بتایا کہ تم کو مباہلہ یاد ہے نا کہ جب مباہلے کے میدان میں عیسائیوں کے مقابل رسولؐ پہنچے تو اس طرح بیٹھے تھے فرش پر کہ پہلو میں علیؑ کو بٹھایا ایک پہلو میں فاطمہؑ کو بٹھایا آگے حسنؑ و حسینؑ کو بٹھایا خود پیچھے تھے ایک شجرۂ نسب بنایا تھا کہ یہ میں ہوں مجھ سے علیؑ

اور فاطمہؑ ہیں ان سے حسنؑ و حسینؑ ہیں اب یہ حسینؑ آگے بیٹھا ہے اس کی نسل میں جو امام آئے تو مقابل کو دیکھنا اور مباہلے والوں کو دیکھنا، غور کر رہے آپ، اگلے جملوں کے لیے تیار رہیں کہ میں کہنا کیا چاہتا ہوں، بدر و احد و خیبر و خندق ہر لڑائی میں دشمن ہار رہا تھا تو مباہلے میں کیا کمال ہوا، ابھی تک دشمن ہار رہا تھا لیکن ہار مان نہیں رہا تھا، ہارنا اور ہے ہار مان لینا اور ہے، بدر و احد و خیبر و خندق و حنین میں ہار رہا تھا لیکن مان نہیں رہا تھا، مباہلے کے روز مان لیا شرک و کفر نے ہار مان لی اور مقابلے سے بھاگ گیا کام ختم ہو گیا، انصاف سے بتایئے کتنا مشکل کام تھا کہ ہرا دیا، لیکن منوا نہ سکے گیارہ ہجری میں حیات کے آخری سال میں دو مہینے پہلے وفات سے ہار منوا بھی لی جزیہ بھی لے لیا کام ختم ہو گیا نا، ہارنا اور ہے ہار ماننا اور ہے ہار مان کر مسلمان ہو جانا اور ہے، امام محمد باقرؑ نے عیسائی کو کلمہ پڑھوایا اور بتایا کہ دیکھو مباہلے میں ہار مان لی تھی کلمہ نہیں پڑھوایا تھا آج ہم نے عرب کے سارے عیسائیوں کو کلمہ بھی پڑھوا دیا کام مکمل ہو گیا۔ اسی لیے اُمت کو امامت کی ضرورت ہے وہاں شاہی کنٹرول نہ کر سکی جب مسلمان مذہب بدل رہے تھے امامت نے بڑھ کر کہا ہم قابو کریں گے کیا مجال کہ ہمارے جد کی اُمت عیسائی ہو جائے اور یہی مسئلہ سکّہ بدلنے میں بھی ہوا جیسا کہ کل عرض کر چکا۔ کتنے مسئلے تھے جو معصوم نے حل کیے۔

عمر بن عبدالعزیز مدینے کا گورنر ہے اور مدینے میں سواری آ رہی ہے ولید بن عبدالملک کی عرب پر بادشاہت ہے، عمر بن عبدالعزیز نے آ کر حضرت امام محمد باقرؑ سے کہا آپ استقبال کو جائیں گے، امام نے کہا ہم نہیں جائیں گے، گورنر نے کہا اگر آپ نہیں جائیں گے تو ہمارے اوپر حرف آئے گا خلیفہ وقت ہم پر شک کرے گا امام نے کہا ہم جائیں گے نہیں لیکن اگر وہ یہاں آ جائے تو ایسا بھی نہیں کہ ہم اس کا استقبال بھی نہ

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

کریں ولید بن عبدالملک مسجد میں آیا تو آتے ہی حکم دیا کہ سارے حجرے خرید کر مسجد کو گرا کر نئے سرے سے مسجد نبوی کو تعمیر کیا جائے لیکن جب چلتے چلتے مسجد کے سارے حجروں سے اس مقام پر پہنچا جہاں دیکھا کہ کئی سو شاگرد بیٹھے ہوئے ہیں ایک استاد کے سامنے علوم حاصل کر رہے ہیں تو علم کا جلال دیکھ کر شاہی تھرا گئی، کہا عمر بن عبدالعزیز امامؑ کا حجرہ رہنے دینا اس کو نہ توڑنا، یہ ہے علم کا جلال، مسجد ٹوٹنے لگی حضرت امام محمد باقر کی خدمت میں آپ کا گیارہ سال کا بیٹا آیا آپ کا چھٹا امام حضرت جعفر صادقؑ اور کہا بابا مسجد بننے جارہی ہے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے کہا پھر بیٹا کیا ارادہ ہے، امام صادقؑ نے کہا اس کی تعمیر میں ہم حصہ لینا چاہتے ہیں، کہا تم چھوٹے ہو، کہا نہیں بابا ہم گارا بنائیں گے مزدوروں کے ساتھ اینٹ پر اینٹ رکھیں گے، اجازت دے دی غور کیا آپ نے امامت کیا بتانا چاہتی ہے جب پہلی بار مسجد تعمیر ہوئی تھی تو پہلی اینٹ علیؑ نے رکھی تھی جب پہلی بار بنے تو امامت سنگ بنیاد رکھے۔ ڈھا کر پھر سے بنے تو امام کے ہاتھ سے دیوار اٹھے تا کہ تاریخ میں لکھا جائے کہ پہلی اینٹ امامت نے رکھی ہے مزدوروں کے ساتھ مل کر مسجدِ نبوی کی دیواروں کو بلند کیا اور پھر امام بھی چاہتا ہے کہ اپنی حیات میں آنے والے امام کا تعارف کرواتا جائے۔

بڑا ناز ہے یونان کو فلسفے پر، مصر کو علم ہیئت پر۔ دنیا میں علم نجوم اور دیگر علوم پھیلے ہوئے ہیں لیکن امام نے آتے ہی بتایا کہ بہت سے ایسے علوم ہیں جو تم جانتے ہی نہیں پہلی بار کیمسٹری کا علم دیا، فزکس کا علم دیا، آکسیجن کی تھیوری بھی دریافت کی، پہلی بار آپ کے امام نے بتایا کہ زمین اپنے مدار پر گھومتی ہے۔ یہ میں نہیں کہہ رہا پیرس یونیورسٹی میں دنیا کے تیئس دانشور اور سائنسدان جمع ہوئے۔ انگلینڈ۔ پیرس، بلغاریہ روس، امریکہ، کینیڈا، جرمنی، بیلجیئم ہر یونیورسٹی کا پروفیسر آکر جمع ہوا جس میں دو خواتین

پروفیسر بھی تھیں اور ان ۲۳ آدمیوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ''اس وقت دنیا میں جو طریقہ تعلیم رائج ہے جو بانی ہے ان تمام علوم کا جب تک اس کی حیات پر ہم ورک (کام) نہیں کریں گے دنیا کی کسی درسگاہ میں صحیح تعلیم رائج نہیں ہو سکتی''۔

۲۳ آدمیوں نے فیصلہ کیا کہ یہ سارے علوم جو کالجوں میں اسکولوں میں اس وقت رائج ہیں یہ طریقۂ تعلیم سب سے پہلے جعفر صادقؑ نے متعارف کروایا یعنی ایجاد کیا، ۲۳ دانشوروں نے مل کر جعفر صادقؑ کی سوانح حیات لکھی ضخیم کتاب ہے اور پچیس ایڈیشن اس کے ایران میں اور جرمنی زبان میں ایک سو سات ایڈیشن اور آپ کے یہاں اس کے دو باب اردو میں چھپے ہیں اور ۲۳ دانشوروں کے نام لکھے ہیں جنہوں نے مل کر یہ بتایا کہ دنیا کا طریقۂ تعلیم ہی نہیں بلکہ دنیا کا طریقۂ حکومت بھی نافذ ہے اور صحیح طریقہ وہ ہے جو فقہ جعفری میں جعفر صادقؑ نے بتایا اور اگر آپ اس کتاب کو پڑھیں تو آپ کو پتہ چلے گا کے فزکس و کیمسٹری و فلسفہ و علم ہیئت اور ارتھمیٹک کے علوم امامؑ نے دیئے ہیں، آپ کا ایک شاگرد جابر بن حیّان کیمسٹری کا بانی کہا جاتا ہے جتنی فقہیں آئیں سب کے بانی و آئمہ امام جعفر صادقؑ کے شاگرد تھے اور وہی شاگرد جب کبھی فتویٰ دیتے دیتے اتفاقاً آکر امام کی خدمت میں بیٹھ گئے تو امام نے چھوٹے چھوٹے سوال کر لیے تو گھبرا گئے ایک بار امام نے کہا فتویٰ کیسے دیتے ہو، کہا قیاس سے، کہا تمہیں معلوم نہیں پہلا قیاس شیطان نے کیا تھا، پوری فقہ کھل گئی اس ایک لفظ میں کہا امام نے ذرا یہ تو بتاؤ ابوحنیفہ کہ آنکھ میں نمکینی کیوں ہوتی ہے زبان میں شیرینی کیوں ہوتی ہے، کان میں کڑواہٹ کیوں ہوتی ہے۔ نتھنوں میں حرارت کیوں ہوتی ہے کہا میں نہیں جانتا آپ بتائیے، کہا اس لیے کہ آنکھ میں چربی ہوتی ہے، نمکینی اس چربی کو برقرار رکھتی ہے، کان میں کڑواہٹ اس لیے ہوتی ہے کہ کیڑا نہ جا سکے اور دماغ

میں جا کر خلل نہ پیدا کر دے، کڑواہٹ اسے روکتی ہے، ناک میں حرارت اس لیے ہوتی ہے کہ سانس کا مزا ملے، زبان میں شیرینی اس لیے ہے کہ ہر نعمت کا اندازہ کیا جا سکے اور اس کی لذت کا فائدہ اٹھایا جا سکے۔ یہ آج کے جدید علوم ہیں، درس دینے پر آئے تو علمِ ہیئت سے شروع کیا کہ یہ ستارے کیا ہیں، آفتاب کیا ہے، ماہتاب کیا ہے، زمین سے فاصلے کتنے ہیں، ستارے کتنے ہیں، کتنے نظام ہائے شمسی ہیں، آسمان کیسا ہے، دوری کتنی ہے، زمین و آسمان کی رفتار کیا ہے، ہوا کیا ہے، فضا کیا ہے، آگ کیا ہے، آگ میں کتنے عناصر ہیں، فضا میں کتنے عناصر ہیں، پانی میں کتنے عناصر ہیں، خاک میں کتنے عناصر ہیں، پہلی بار بتایا کہ چار عناصر سے زیادہ انسان میں عناصر موجود ہیں، بتایا کہ درخت کیسے اُگتے ہیں، یہ اللہ نے مختلف پھل کیوں بنائے، متعدد طرح کے جانور کیوں بنائے، اب جو درس دینا شروع کیا تو ایک ایک چیز بتائی۔ سر کی ہڈی کیسی ہوتی ہے اندر کیا ہوتا ہے کان کی بناوٹ کیا ہے آنکھ کی بناوٹ کیا ہے۔ آنکھ کا کیمرہ کیسا ہوتا ہے۔ دانت کتنے ہوتے ہیں رگیں کتنی ہیں۔ ہڈیاں کتنی ہیں ہاتھ ادھر کیوں مڑتا ہے اُدھر کیوں نہیں مڑتا۔ ٹانگیں اِدھر کیوں مڑتی ہیں اُدھر کیوں نہیں مڑتی ہیں، اور پیر کے انگوٹھے تک پورا علمِ اجسام سمجھا دیا۔ ضخیم کتاب توحید الائمہ بازار میں ترجمہ موجود ہے۔ آپ پڑھ سکتے ہیں اور حضرت امام محمد باقرؑ کا ایک مُحبّ مصر سے جب چلنے لگا شاگرد بننے کے لیے تو سوچنے لگا امام کے صاحبزادے کے لیے کیا تحفہ لے کر جاؤں۔ گلوب جو کُرۂ ارض کا آپ دیکھتے ہیں۔ سب سے پہلے مصر نے ایجاد کیا تھا اور لکڑی کے بُرادے سے بنایا گیا تھا۔ اوپر نظام شمسی بنایا گیا تھا نیچے زمین کا گولا بنایا گیا تھا۔ وہ بازار میں بچوں کے کھیلنے کے لیے بکا کرتا تھا جب وہ چلنے لگا تو اس نے کہا یہ مصر میں پہلی بار بنا ہے۔ مدینے والے اس سے واقف نہیں ہم امام محمد باقرؑ کی خدمت میں

جارہے ہیں آپ کا بیٹا چھوٹا ہے یہ تحفہ لے کر چلیں مصر سے مدینے آیا امام کو پیش کیا، بیٹے کو آواز دی کہا دیکھو یہ چاہنے والا کیا لایا ہے۔ امام صادقؑ جو ابھی دس برس کے ہیں آکر کھڑے ہو گئے انگلی رکھ کر گلوب کو گھمایا اور کہا یہ کس نے بنایا ہے کہا مصر کے بڑے بڑے علمِ ہیئت جاننے والوں نے بنایا ہے امام نے کہا ان کو یہ بھی نہیں معلوم کہ زمین اپنے مدار پر کس طرح گھومتی ہے اور کس طرح آفتاب کے گرد گھومتی ہے اور اس کو یہ نہیں معلوم کہ آفتاب کتنی دوری پر زمین سے ہے اور کون سا سیارہ کہاں ہے زُحل کو یہاں ہونا چاہیے تھا۔ عُطارد کو یہاں۔ اس طرح دن ہوتا ہے اس طرح رات۔ اس طرح موسم بدلتے ہیں۔ یہ غلط بنا ہے۔ گیارہ سال کا بیٹا جب جوان ہوگا تو امامت کی کیا منزلیں ہوں گی۔ یہ میں دنیا کے ۲۳ دانشوروں کے حوالے سے آپ کو سُنا رہا ہوں اور یہ لکھنے والے مسلمان نہیں ہیں اور اسی کتاب میں یہ بھی درج ہے کہ بچپن کا کھیل یہ تھا کہ مدینے کے بچوں کو جمع کرنا استاد بن کر بیٹھ جانا۔ شاگردوں کو درس دینا اور ایک بار یہ کہنا بتاؤ وہ کون سا پھل ہے جس کا مزا ترش ہوتا ہے رنگ لال ہوتا ہے اس طرح سینکڑوں سوال بچوں سے اور پھر بچوں میں سے کسی کو استاد بنا کر بٹھانا کہ اب تم سوال کرو تو گویا یہاں امام بتا رہا تھا کہ اُمت کیسے تشکیل پاتی ہے اور امام کو کیسے پہچانا جاتا ہے یہ بچپن کا کھیل تھا کہ آج آپ کے ملک میں اور یورپ میں وہ کھیل کسوٹی بن گیا۔ جنرل نالج کے سوالات بن گئے۔ یہ بچپن کا کھیل تھا تو ایک علم عام ہو گیا تو جب علوم دیں گے تو کیا منزل ہوگی۔ عرب میں نثر کی قدر نہیں تھی نظم کی قدر تھی۔ عرب کی نظم گونگی ہو گئی۔ جعفر صادقؑ کے نثر کے سامنے۔ اور ساڑھے چار ہزار دنیا کے طالبانِ علم کو امام نے درس دیا۔ ہندوستان، یونان و چین، ترکی، روم، اسپین ہر جگہ سے شاگرد آتے تھے علم کے چشمے سے سیراب ہوتے تھے اور درس کا طریقہ یہ تھا کسی کو مقالہ فزکس

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

پرلکھوا رہے ہیں کسی کو کیمسٹری پر کسی کو فلسفے پر اور پریکٹیکل یونیورسٹی قائم کی تھی عالم یہ تھا کہ دوائیں بھی بن رہی ہیں درخت کے تخم میں ریسرچ بھی ہو رہی ہے اور سامنے سیارے بنے رکھے ہیں علم ہیئت پر گفتگو ہو رہی ہے۔ موضوع دے دیا اب مقالہ لکھ کر لانا انعام ہم دیں گے غور نہیں کیا آپ نے۔ یونان کا لفظ ہے اکیڈمی افلاطون جس باغ میں بیٹھتا تھا اس باغ کا نام تھا اکیڈمی بعد میں شاگردوں نے وہیں پر جو یادگار افلاطون کی بنائی اس کا نام اکیڈمی پڑ گیا (یہ جگہ یونان جا کر ہم نے خود دیکھی ہے، یونان مجلسیں پڑھنے گیا تو یہ خصوصی جگہ دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ ض۔ا۔ن) افلاطون تو اکیڈمی کا تصور نہ دے سکا پہلی بار امام جعفر صادقؑ نے دنیا کو اکیڈمی کا تصور دیا۔ یہ صرف فقہ کا مدرسہ نہیں تھا۔ یہاں سے صرف مولوی بن کر نہیں نکلتے تھے یہاں سے سائنسدان بھی بنتے تھے۔ پروفیسر بھی بنتے تھے فلسفی بھی نکلتے تھے تو صرف ایک رٹ نفاذ فقہ جعفریہ یہ تو ایک چھوٹا سا شعبہ ہے امام جعفر صادقؑ کی اس تعلیمی درس گاہ کا، ایسی درس گاہ بناؤ جس میں ہر علم پڑھایا جائے جو جو جعفر صادقؑ نے پڑھایا۔ صرف فقہ نہیں طالب علم کو دنیا کا ہر علم سیکھنا چاہیے اور معصومینؑ کے اقوال پر عمل کرنا جب ۲۳ دانشوروں نے یہ لکھ دیا کہ آج دنیا کا طریقۂ تعلیم جو رائج ہے اس کے بانی، جعفر صادقؑ تھے تو انہی کی فکر چل رہی ہے۔ انہی کا نظام علم میں چل رہا ہے۔ آپ کیا نیا نفاذ کروائیں گے۔ نفاذ تو خدا نے کروا لیا۔ نفاذ ہو چکا ہے صرف آپ ایک شعبے کو لے کر اپنے آپ کو منوانا چاہتے ہیں کہ مولوی کو پہچانو۔ مولوی کو پہچانو۔ جعفر صادقؑ نے صرف یہ نہیں کیا کہ بلندیوں پر دیکھتے تھے جب ان کے جد نے کہہ دیا کہ علم ثریا پر بھی ملے تو وہاں چلے جاؤ۔ یہ سطحی علم ہے چھوٹی چھوٹی باتوں پر گفتگو کرنا یہ بچوں کا علم ہے۔ یہ گھر میں ماں باپ سکھاتے ہیں مدرسوں میں نہیں پڑھایا جاتا آپ کی سوچ کہاں محدود ہے۔ ذرا سوانح حیات پڑھیے تو پتہ چلے کہ انسان

بنانے کے جتنے طریقے ہو سکتے تھے سب جعفر صادقؑ نے دے دیے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ علوم کہ طبیب ہندی آئے سندھ سے جب یہ شاگرد واپس جائے سندھ تو پورے ہندوستان میں علوم پھیل جائیں، اس طرح بتایا اس طرح سمجھایا اور اس کے ساتھ اس علم سے غافل نہیں تھے کہ عزاداری کیا ہے، غم کیا ہے، غم مظلوم کیا ہے اور حمیریؒ آئیں تو اُنھیں انعام واکرام دیں اور کہیں کہ میرے جد کا مرثیہ پڑھو اور مجلسِ عزا گھر میں برپا ہو تو شاعر سے کہیں کہ منبر پر بیٹھ کر مرثیہ پڑھو اور وہ منبر کے پہلو میں کھڑے ہو جائیں تو سر اُٹھا کر کہیں کہ اوپر کیوں نہیں بیٹھتے تو وہ ہاتھ باندھ کر کہیں منبر کے اوپر کیوں کر جاؤں، امامِ وقت نیچے بیٹھا ہوا ہے، امام نے فرمایا میں حکم دیتا ہوں کہ منبر پر جاؤ، ذاکر کی عزت بڑھائی۔ مظلوم کے مداح کا احترام بتایا اور اس کے بعد سب کو سمجھانا مدینے کی گلیوں میں نکلنا اور سب کو بتانا کہ مجلس کیسے کرو یہ آپ کا امام تھا جس نے ماتم ایجاد کروایا۔ یہ وہ دور ہے کہ بنی امیہ اور بنی عباس لڑ رہے تھے اور ہر قبیلہ یہ کہہ کر اُٹھا تھا کہ خونِ حسینؑ کا انتقام لے رہے ہیں پورے عرب میں لڑائیاں جاری تھیں۔ یہاں تقریر کا آغاز ہوا تھا اور یہیں پر تقریر ختم کر رہا ہوں۔ سب لڑ رہے تھے، آپس میں اور بہانہ حسینؑ کی شہادت کا بنایا تھا، یہ احسان ہے جعفر صادقؑ کا پوری امت پر اپنے مُحبوں کو بلایا اور کہا کہ کب تک لڑتے رہو گے مُحبّین نے جواب دیا کہ کیا کریں جب تک قتل نہیں کرتے دل کو تسلی نہیں ہوتی۔ کہا قیامت تک خونِ حسینؑ کا انتقام نہ لے سکو گے، کہا پھر دشمن سے انتقام کیسے لیں امام نے کہا طریقہ ہم تمہیں بتاتے ہیں اس کو اپنا لو انتقام پورا ہو جائے گا مُحبوں نے کہا کیا کریں امام نے کہا تلواریں پہلے ہاتھ سے پھینک دو اس ہاتھ کو اپنے سینے پر رکھ لو سب نے یونہی کیا کہا ذرا زور سے ہاتھ کو سینے پر مارو سب نے زور سے ہاتھ کو سینے پر مارا کہا یا حسینؑ کہہ کر اب ہاتھ کو سینے پر مارو، یا حسینؑ

کہہ کر ہاتھ کو سب نے سینوں پر مارا امام نے کہا دیکھو ہاتھ تم اپنے سینے پر مارو گے دھمک دشمن کے کلیجے میں ہوگی۔ انتقام کا یہ طریقہ ہے، تلوار پھینک دو قتل کر کے بدلہ نہ لے سکو گے بس اب جو ماتم کرو گے تو پہچان لینا قتل کرو گے پہچان نہ سکو گے کہ حسینؑ کا دشمن کون ہے جب ماتم کرو گے تو پہچانو گے کہ دشمن کون ہے۔ بس اب صدیوں تک کا معیار دے دیا کہ جب ماتم کرو اور کوئی بگڑ کر پتھر مارے تو حسینؑ کے دشمن کو پہچان لو بتا دیا کہ دھمک جہاں ہوگی پتھر وہاں سے آئے گا جب پتھر آئے تو سمجھ لینا بڑی تکلیف ہوئی ہے بہت اذیت ہوئی ہے۔ انتقام تمہارا پورا ہو جائے گا جینے کی راہ بھی بتا دی انتقام کا طریقہ بھی بتا دیا، نسلیں جی گئیں ماتم کر کے زندہ رہ گئیں ہر دل میں عزا خانہ بنوا دیا، طریقہ بتا دیا، ثقافت دے دی، دین نہیں دیا فقط مذہب نہیں دیا الفاظ پر غور کیجیے گا عزاداری کا عقیدہ نہیں دیا بلکہ ثقافت بنا کر دی ہے عقیدہ اور ہے تہذیب اور ہے عقیدہ وہ ہے جسے دین والا مانے۔ بڑے قیمتی الفاظ ہیں۔ عقیدہ وہ کہ جو تمہارا عقیدہ ہے وہ عیسائی نہیں مانے گا یہودی نہیں مانے گا ہندو نہیں مانے گا سنی نہیں مانے گا وہابی نہیں مانے گا اہلِ حدیث نہیں مانے گا کیونکہ یہ تمہارا عقیدہ ہے اور اگر آپ کی ثقافت ہے آپ کی اگر تہذیب ہے غالب کا دیوان تہذیب ہے عقیدہ نہیں۔ یہودی بھی پڑھے گا عیسائی بھی پڑھے گا۔ روس والا اپنا ترجمہ کر کے پڑھے گا، ہندو بھی پڑھے گا۔ رام بابو سکسینہ بھی پڑھے گا۔ ثقافت کو ہر ایک اپنا سکتا ہے یہی وجہ تھی کہ ماتم کو عزاداری کو دین نہیں بنایا ثقافت بنایا یہودی نے بھی اپنایا عیسائی نے بھی اپنایا ہندو نے بھی اپنایا۔ ثقافت ہے اگر عقیدہ ہوتا تو مر جاتا آگے نہیں بڑھ سکتا تھا۔ تہذیب تھی ثقافت تھی اس لیے ہر ایک نے اپنا لیا کہا دیکھو اس شان سے اپنائیں گے۔ جب تہذیب بدتر ہوتی ہے تو لوگ اس سے دور بھاگتے ہیں۔ جب تہذیب خوبصورت ہوتی ہے تو لوگ

اپنا لیتے ہیں انگلینڈ سے ایک انگریز آیا جس کا نام تھا (Henry-yule) ہنری یّل برطانیہ کی حکومت کی طرف سے اُسے مقرر کیا گیا تھا کہ ایک لغت جا کر تیار کرو ہندوستان میں اس وقت انگریزی راج کے بعد جو اُردو اور ہندی بولی جا رہی ہے الفاظ کون سے رواج پا رہے ہیں معاشرے میں اس کی لغت تیار کرو۔ آ کر کلکتہ میں ٹھہرا کتاب لکھنا شروع کی لغت تیار ہونے لگی ایک رات آدھی رات کو آنکھ کھل گئی کان میں شور کی آواز آئی ہوٹل کی کھڑکی پر کھڑے ہو کر کلکتہ کی بڑی شاہراہ پر اس نے دیکھا کہ ایک غول چلا آ رہا ہے جوانوں کا جب وہ قریب آ گئے تو اس نے دیکھا عجیب آواز بلند کر رہے ہیں وہ حیران ہوا اُتر کر نیچے گیا قریب گیا دیکھا سارے انگریزوں کے جوان لڑکے سینے پر ہاتھ مار کر آگے بڑھتے جا رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں Hobson and Jobson ہنری یّل نے ایک جوان کو آگے بلایا اور کہا یہ کیا کہہ رہو اس نے کہا یہ نبیؐ کے دو نواسے تھے ہابسن (HOBSON) اور جابسن (JOBSON) ہم ان کا ماتم کر رہے ہیں آج شبِ عاشور ہے ہنری یّل واپس آیا اور نوٹ لکھا کتاب پر اور کہا کہ آج میں نے اس کتاب کا نام ہابسن اور جابسن رکھ دیا صرف ایک نسخہ پاکستان میں انجمن ترقی اُردو، اُردو آرٹس کالج بابائے اردو روڈ پر یہ کتاب لائبریری میں موجود ہے۔ اور اس پر نوٹ لکھا ہے Hobson and Jobson یعنی حسنؑ اور حسینؑ کی یاد میں یہ کتاب میں نے لکھی۔ اگر ثقافت نہیں تھی تو انگلینڈ سے آنے والے انگریز جوانوں نے اسے قبول کیوں کیا اور ایک لغت جس کا مذہب سے تعلق نہیں اس کا نام حسنؑ و حسینؑ رکھ دیا جائے، مذہب نہیں تہذیب ہے، ثقافت ہے۔ (اس کتاب کا ایڈیشن ہمارے ذاتی کتب خانے میں بھی موجود ہے)۔

عاشور کا دن ہے، کلکتے کی شاہراہ پر ذوالجناح جا رہے ہیں ہندو عورتیں منہ پر

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

گھونگھٹ ڈالے ہاتھ میں دودھ کے لوٹے لیے ہوئے بچوں کو گودیوں میں لیے ہوئے دودھ کو گھوڑے کے سموں پر ڈالتی جاتی ہیں اور بچوں کو گھوڑے کے قدموں میں لٹا دیتی ہیں کسی نے بڑھ کر کہا بچے کو گھوڑے کے قدموں میں ڈال دیا اگر گھوڑے نے سینے پر سُم رکھ دیئے تو بچہّ مر جائے گا، ہندو عورتیں کہتیں ہیں کہ یہ عطا کرتے ہیں لیا نہیں کرتے، انہوں نے ہی دیا ہے واپس کیسے لیں گے، کسی نے کہا یہ دودھ کیوں بہایا ہے کہتی ہیں تم کو نہیں معلوم ایک ایسا بھی بچہ تھا حسینؑ کے لشکر میں جو دودھ کے لیے ترس رہا تھا وہ تین دن کا پیاسا تھا ہم تو قیامت تک یہ دودھ بہائیں گے آپ غور کر رہے ہیں۔

ڈنمارک کے ایک ہوٹل میں ایک آدمی جاتا ہے اور وہ اپنی کتاب (سفرنامہ) میں اس واقعہ کو لکھتا ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ میز کے کنارے کُرسی پر تنہا ایک انگریز بیٹھا ہے۔ مقامی باشندہ ڈنمارک کا اور ایک پانی کا گلاس رکھا ہوا ہے پانی سے بھرا ہوا اور اس پر ہاتھ رکھے ہوئے ہے آنکھ سے آنسوں بہہ رہے ہیں تھوڑی دیر تک تو اس نے دیکھا پھر اس کے قریب گیا اور اس نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے یہ پانی پر اس طرح ہاتھ رکھ کر کیوں رو رہے ہو۔ کہا تم کس ملک کے رہنے والے ہو اس نے کہا پاکستان، کہا تمہیں یہ نہیں معلوم آج عاشور کا دن ہے ہم تو ہر سال اسی طرح کربلا کے پیاسے کی یاد مناتے ہیں پانی دیکھ کر روتے ہیں۔ عزائے حسینؑ ثقافت ہے اس لیے امریکہ کی ہر اسٹیٹ میں پہنچ گئی۔ برطانیہ کے ہر شہر میں پہنچ گئی۔ آج بھی لندن میں عاشور کے دن زنجیر کا ماتم ہوتا ہے جلوس نکلتا ہے متعدد عشرے امریکہ میں واشنگٹن، شکاگو، نیو جرسی، نیویارک، میں ہوتے ہیں۔ آج کہاں یہ ثقافت پہنچ گئی ہے۔ آپ کے ملک میں کچھ محدود لوگ کنوئیں کے مینڈک یہاں عزائے حسینؑ کو روکنے میں لگے ہیں۔ عزاداری کائنات میں پھیل رہی ہے۔ یہاں ایک مسجد کے سامنے سے جلوس گزر جانے پر ہی دنگا ہو رہا

ہے۔ یہ ماتمی جلوس بس تمہاری مسجد کے سامنے سے گزرے گا تو یہ ثقافت گویا کہیں سے گزرے ہی گی نہیں۔ گزرے یا نہ گزرے کائنات کے چپہ چپہ میں ماتم ہے جہاں تمہارا انظام پہنچ بھی نہیں سکتا وہاں یہ ماتم ہو رہا ہے تو اتنا نہ اِتراؤ کہ حکومت تمہاری ہے تمہارا عقیدہ رائج ہے تمہارا زور ہے نہیں یہ فکر محدود ہے حالانکہ ہر مسلمان اس ثقافت کو مانتا ہے کیا سنّی کیا شیعہ چند لوگ ہیں شرپسند جو اس کی روح کو سمجھے نہیں کہ اس میں اسلام کی تبلیغ کتنی ہے، اسلام کی روح اسی ثقافت میں چُھپی ہوئی ہے۔ ایک انگریز شکار کھیلنے لنکا کے جنگلوں میں گیا تھا وہ اپنا سفرنامہ لکھتا ہے کہ ایک بار ہم نے درخت کی بلندی سے رات کو دیکھا کہ کئی لاکھ جگنو سے جگمگانے لگے جنگل کی سیاہی میں ہم نے مقامی آدمی سے پوچھا یہ کیا ہے اس نے کہا کہ ہر سال یہاں ہاتھیوں پر جنگلی لوگ بیٹھ کر ہاتھوں میں چراغ اور دیے لے کر ایک دربار ہے وہاں جاتے ہیں حسینؑ حسینؑ کہتے ہوئے۔ یہ کئی لاکھ ہاتھی جو جنگل میں جا رہے ہیں اُن پر مقامی لوگ جو بیٹھے ہیں یہ اس داتا کی نگری میں جا کر چراغ نذر کریں گے جن کا نام حسینؑ ہے۔ جنگلوں میں جہاں آپ کا آئین پہنچ بھی نہیں سکتا وہاں حسینؑ کا ماتم ہو رہا ہے۔ اور کینیڈا کا سفیر آذربائیجان میں مقرر تھا اور اس زمانے میں آذربائیجان میں جلوس بڑے آب و تاب سے نکلا کرتے تھے، علم تابوت تعزیہ جھولا تو قاعدہ یہ تھا کہ ہر ملک کا سفیر جلوس میں شرکت کرتا تھا۔ اس سال کینیڈا کا سفیر نیا تھا اس کے گھر والے ساتھ تھے پہلی بار آئے تھے تو دیکھ رہے تھے۔ تقریر میری ختم ہوگئی سفیر کی بیوی نے کہا اپنے سیکریٹری سے کہ میں ڈائری میں ہر چیز نوٹ کروں گی مجھے ذرا تفصیل بتاتے جاؤ۔ وہ بتاتا جا رہا تھا وہ نوٹ کرتی جا رہی تھی۔ عباسؑ کا علم آیا اس نے کہا یہ علم ہے کہا یہ کیا ہے، کہا۔ حسینؑ کا علمدار تھا اس کا نام تھا عباسؑ۔ یہ اس کی یادگار ہے وہ پیاسی بھتیجی سکینہؑ کے لیے پانی لینے دریا کے کنارے گیا تھا

اس علم کی حفاظت میں اس کے بازو کٹ گئے **پھر** تابوت آیا کہا یہ کیا ہے کہا یہ تابوت ہے حسینؑ کے جنازہ کی نقل ہے، **پھر** گھوڑا آیا اس نے کہا۔ یہ کیا ہے، کہا یہ ذوالجناح ہے حسینؑ کی سواری کے گھوڑے کی یادگار۔ وہ ایک ایک چیز کو نوٹ کر رہی ہے اور حیرت سے سب دیکھتی جا رہی ہے۔ کہ اچانک ایک چھوٹا سا جھولا آیا اس نے جلدی سے اشارہ کیا یہ کیا ہے اس نے کہا یہ حسینؑ کی زوجہ ربابؑ کا چھ مہینے کا بچہ علی اصغرؑ تھا، یہ اُس کی یادگار ہے، اشقیا کے پاس چھ مہینے کے بچے کو حسینؑ اپنے ہاتھوں پر لے گئے تھے وہ بہت پیاسا تھا پیاس سے تڑپ رہا تھا اس کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا تھا۔ حسینؑ پانی مانگ رہے تھے کہ ایک ظالم شخص حرملہ نے اُدھر سے تیر چلایا بس اس نے یہ سُن کر اتنا کہا کہ بچہ بچ گیا یا نہیں اور بیہوش ہو کر گر گئی۔ یہ ہے وہ ثقافت جو انسان کے ذہنوں کی رگوں کو جھنجھوڑ دے اور پیغام بن جائے آج بھی ربابؑ کا شیرخوار زمانے کو دعوتِ فکر دے رہا ہے پکار پکار کے کہہ رہا ہے کہ میری قربانی رائیگاں نہیں گئی دنیا کا کوئی انسان اسلام کا ہم عقیدہ ہو یا نہ ہو جب ہمارا نام آئے گا تو انسانیت سوچنے پر مجبور ہو جائے گی، میں کہوں گا اے علی اصغرؑ تم نے بڑا کارنامہ کیا۔ لیکن اے حسینؑ کے ششما ہے ذرا اُٹھ کر اپنی ماں کو دیکھو کہ اس نے کتنی بڑی قربانی دی اللہ کی راہ میں۔ ربابؑ پر ہم سب کا سلام کہ جس نے علی اصغرؑ کو قربان کر کے ایک عظیم کارنامہ کیا اور ربابؑ نے ہاجرہؑ بی بی کا سلام لے لیا صبر کیا۔ قید خانے سے جب قیدی آزاد ہوئے تو مڑ کر دیکھا شاہزادی زینبؑ نے ربابؑ نظر نہیں آئیں، شام کی رہنے والیوں نے کہا اے شاہزادیؑ ہم جب آ رہے تھے تو درِ زنداں سے لپٹی ہوئی ایک بی بی کو چیخ چیخ کر روتے ہوئے دیکھا یہ سننا تھا کہ زینبؑ آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتی ہوئی درِ زنداں پہ آئیں بازو پر ہاتھ رکھا کہا بھابھی ربابؑ سواریاں جا رہی ہیں کیا کربلا نہ چلو گی تو کہا شاہزادیؑ میری بچی قید

خانے کے اندھیرے میں اکیلی ہے ارے سکینہؑ کے پاس کون رہے گا تو زینبؑ کیا کرتیں کہا ربابؑ علی اصغرؑ بلا رہا ہے چلو بچے کی قبر پہ چلو۔ کیا کربلا نہ چلو گی۔

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

مجلسِ ہشتم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''ساری تعریف اللہ کے لیے درود اور سلام محمدؐ اور آل محمدؐ پر''

عشرہ چہلم کی آٹھویں تقریر آپ حضرات سماعت فرما رہے ہیں عنوان یہاں کا ''امام اور اُمّت'' ہے اور ہر عہد کے امام کی امامت پر ہم گفتگو کر رہے ہیں آج جس معصوم کی امامت پر گفتگو ہے وہ ہمارا اور آپ کا ساتواں امام ہے۔ جس کا نام موسیٰ کاظم ہے۔ لقب کاظمؑ ہے۔ یہاں نام بھی اگر رکھے جاتے ہیں حکم پروردگار سے تو اس میں بھی کچھ راز ہی ہوتا ہے اکثر میں نے اپنی تقریروں میں کہا ہے کہ عرب میں نام رکھنے کا دستور یہ تھا کہ بچہ پیدا ہوا جیسے ہی سنا کہ بچہ پیدا ہوا ہے تو خاندان کا کوئی فرد باہر نکلا سب سے پہلے جس چیز پر نظر پڑ گئی اسی کے نام پر بچہ کا نام رکھ دیا اب پہاڑ پر نظر جائے، بکری پر نظر پڑ جائے بھیڑ پر نظر پڑ جائے، لومڑی پر، جس چیز پر نظر گئی وہی نام ہو گیا حصین نام رکھ دیا عربی میں لومڑی کو کہتے ہیں کُتّے پر نظر پڑ گئی تو وہی نام رکھ دیا اور کُتیا پر نظر پڑ گئی تو وہ نام رکھ دیا۔

لیکن یہ امامت کا گھرانا ہے، اُمت کو نام رکھنے کے بھی آداب سکھائے، پہلا امام علیؑ۔ علیؑ جس سے اعلیٰ کوئی نہ ہو جس سے بلند کوئی نہ ہو، دوسرے امام حسنؑ، سب سے بہترین جس سے زیادہ خوبصورت کوئی نہ ہو تو شجرے میں حسنؑ ولادت میں حسنؑ، بچپن

میں حسنؑ، جوانی میں حسنؑ، صلح میں حسنؑ، میدان جنگ میں حسنؑ، جس سے زیادہ بہتر کوئی نہ ہو۔ حسینؑ یعنی۔ احسان، تو ہر شئے پر احسان، انسانیت پر احسان، امت پر احسان، دین پر احسان، کلمے پر احسان، نبیؐ پر احسان، خدا پر احسان، اب دستور یہ بنا کہ یہ پانچ تن ہیں محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ، اب جو امام آئے گا نام یہی دُھرائے جائیں گے۔ صرف دو ناموں کا اضافہ ہوگا ایک جعفرؑ ایک موسیٰؑ کل انشاء اللہ عرض کروں گا اب چوتھا امام آیا تو علیؑ نام رکھا گیا۔ پنجتنؑ کے ناموں سے نام لیا گیا پانچویں کا محمدؐ نام رکھا گیا۔ چھٹے کا نام جعفرؑ، ساتویں کا نام موسیٰؑ آٹھواں آیا پھر علیؑ، نواں آیا پھر محمدؐ، دسواں آیا پھر علیؑ گیارہواں آیا نام وہیں سے حسنؑ عسکری بارہواں آیا پھر ''محمدؐ'' پورے تسلسل میں معصومین اور ہمارے آئمہؑ میں چار علیؑ اور چار محمدؐ دو حسن ایک جعفرؑ ایک موسیٰؑ بھئی سارے نام دہرائے گئے علیؑ بار بار رکھا گیا محمدؐ بار بار رکھا گیا اور پھر گیارہویں کا نام حسنؑ پھر سے رکھ دیا گیا پورے سلسلے میں حسینؑ ایک ہے کیا تھا بعد میں کسی معصوم کا نام حسینؑ بھی رکھ دیا جاتا۔ لیکن احتیاطِ پروردگار ہے کہ اب دوسرا حسینؑ نہیں اس لیے کہ دوسرا حسینؑ آئے تو دوسری کربلا بنے اور جو ناممکن ہے ایسا نہیں ہو سکتا۔ جعفرؑ ایک ایسی جنت کی نہر جس کا پانی سلسبیل و کوثر سے بھی زیادہ میٹھا ہے کچھ وہ ہیں جو کوثر سے پیئں گے کچھ وہ ہیں جو سلسبیل سے پیئں گے وہ کتنے خوش نصیب ہوں گے جو جعفرؑ کے قریب جائیں گے۔ نہر جاری ہوتی ہے پیاسوں کو سیراب کرتی ہے تو جس نے علوم سے کائنات کو سیراب کیا ہو اس کا نام خدا نے جعفرؑ رکھا، امامت کے اِس عہد میں بنی اُمیّہ اور بنی عباس آپس میں لڑ رہے تھے، خاندانِ رسالت سے ان کی توجہ ہٹ گئی تھی۔ واحد امام ہے آپ کا جعفرؑ صادق کل جس پر میری تقریر تھی جس کا سنِ رسولؐ سے بھی زیادہ ہوا علیؑ سے بھی زیادہ ہر امام سے زیادہ زندہ رہا۔ ۶۵ اور ۷۰ کے درمیان اتنا کوئی

امام جیا نہیں یہ آپ کا امام ششم ہے جس نے سب سے زیادہ سِن پایا کیوں یہ سب سے زیادہ سِن کیسے مل گیا۔ آئمہؑ کو جو قتل کرتے تھے وہ بنی امیہ تھے یا بنی عباس وہ دونوں آپس میں لڑ رہے تھے قتل کرنا بھی بھول گئے یہ میرے الفاظ نہیں ہیں۔ تحقیق یہ ہے کہ معصوم کو اگر قتل نہ کیا جائے تو مر نہیں سکتا۔ دلیل دوں۔ مولائے کائنات فرماتے ہیں۔ موت کیوں آتی ہے؟ موت اس لیے آتی ہے کہ انسان راہِ اعتدال سے ہٹ جاتا ہے اگر انسان میں اعتدال قائم رہے تو بڑھاپا نہیں آسکتا اعتدال کیا ہے وقت کے ساتھ کھانا، چلنا پھرنا، ہر چیز میں انسان اگر اعتدال برتے تو بوڑھا نہیں ہو سکتا انسانی جسم کا زوال ہی غذا کے ذریعے سے ہوتا ہے اسی سے نشوونما ہے اسی سے زوال ہے۔ مولائے کائنات نے فرمایا ''امام اعتدال کی راہ سے نہیں ہٹ سکتا اس لیے اس کو زوال نہیں ہو سکتا اور جب زوال نہیں ہوگا تو اسے موت نہیں آسکتی جب تک اسے قتل نہ کیا جائے''

جب اُمّت کے بادشاہوں اور خلفا نے چاہا قتل کر دیا زندگی کا چراغ گل ہو گیا جب توجہ ہٹ گئی تو زندہ رہ گیا امت کی توجہ ایسی ہٹ گئی کہ چودہ سو سال کا ہو گیا امام ثبوت آپ کے سامنے ہے مولا نے فرمایا اب اگر امت کے ہاتھ لگ گئے ہوتے تو کب کے مر گئے ہوتے قدرت نے اُمّت سے بچا کر دکھایا کہ دیکھو امام ایسے جیتا ہے اگر ہم چاہتے تو پہلے سے لے کر گیارہ تک سب کو اسی طرح زندہ رکھتے جیسے ایک جی رہا ہے زندہ ہے قتل نہ کیا جائے تو زندہ رہے، امام جعفر صادقؑ کی طرف سے توجہ ہٹ گئی بنی امیہ کی بھی بنو عباس کی بھی سن بڑھ گیا، موقع مل گیا، علوم کے دریا بہا دیئے اور جیسا کہ مسلسل عرض کر رہا ہوں کہ جانے سے پہلے امام بتائے کہ میرے بعد کون امام ہوگا، امام جعفر صادقؑ علیہ السلام کا بڑا بیٹا اسماعیلؑ ہے امت سمجھتی رہی کہ یہ امام ہوگا لیکن امامؑ کی

زندگی میں بیٹے نے انتقال کیا تو راستے میں سات مقامات پر جنازے کو روک کر چہرے سے چادر ہٹا کر بار بار لوگوں سے کہا کہ دیکھو یہ مر گیا، اسماعیلؑ مر گیا لیکن اس کے باوجود اسماعیلی فرقہ بن گیا، ان کو اسماعیلی فرقہ سمجھتا رہا کہ زندہ ہیں اور وہی مہدی ہیں، یہ وہ دور ہے کہ جب فرقے بننے شروع ہوئے اور فرقوں کا سحر اُمّت پر چھانے لگا، باطل عقیدے جادو بن کرامت کے سامنے آ گئے، ضرورت تھی اب اس سحر کے ماحول میں موسیٰؑ کو بھیجا جائے تاکہ جادو کو باطل کرے اس لیے آپ کے ساتویں امام کا نام موسیٰؑ ہے۔ حضرت موسیٰؑ پیغمبر بڑے ہیبت والے تھے بڑے جلالی تھے جلال بہت جلدی آ جاتا تھا، پروردگار نے کہا ایک موسیٰؑ نبوت میں تھا ایک موسیٰؑ امامت میں بھیج رہے ہیں وہاں جلال تھا لیکن اب ''کاظمین الغیظ'' جو اپنے غصے کو پی جائے یہ وہ موسیٰؑ ہے جو کاظمؑ ہے غصے کو ضبط کرنے والا ہے امت فرقوں میں بٹتی جائے امام کو جلال نہیں آئے گا لیکن اب لقب کاظمؑ مل گیا ہے۔ جس طرح اس نے ضبط کیا کوئی ضبط نہ کر سکا اس لیے کاظم لقب پڑ گیا بچپن میں معصوم نے چاہا کہ امت کو بتا دیں غلط فہمی میں نہ رہنا کہ بڑا ہی بیٹا امام ہوتا ہے۔ نہیں ایسا نہیں ہے لوگ جو کہتے ہیں کہ شاہی میں بھی تسلسل ہے بادشاہ گیا اپنے بڑے بیٹے کو خلیفہ بنا گیا تو آپ کے ہاں امامت میں بھی ایسا ہی ہے لیکن نہیں آپ نے غور نہیں کیا علیؑ امام پھر حسنؑ امام تو اب امامت جائے حسنؑ کے بیٹے کے پاس، ایسا نہیں ہوا حسنؑ کا بیٹا امام نہیں بلکہ حسنؑ کا چھوٹا بھائی حسینؑ امام ہوگا یعنی خاندانی ورثہ نہیں ہے امامت، جہاں علم ہے وہاں ہے امامت، اگر دو بھائی امام بن سکتے ہیں تو چھوٹا بیٹا بھی امام بن سکتا ہے۔ یہ اس دور میں آ کر پتا چلا۔

ایک دن ابو حنیفہ آ گئے خدمت، میں بیٹھ گئے امام ششم حضرت امام جعفر صادقؑ کے سامنے ابھی سوال کیا تھا کہ بندے جو کچھ کر۔تے ہیں ان کے افعال خدا کی طرف سے

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

ہوتے ہیں وہ خود مختار نہیں ہیں کہ پانچ سال کا بچہ حجرے سے نکل کر آ گیا امام صادقؑ نے آواز دی قریب آ کر بیٹھ گیا امام موسیٰؑ کاظم تھے انھوں نے کہا سنو میں جواب دیتا ہوں تمہارے سوال کا، مسلمان امت ہو، خدا کے سارے بندے ہوں ان کے افعال و اعمال تین حالتوں سے خالی نہیں۔ بچہ بول رہا ہے۔ تین حالتوں سے خالی نہیں۔ یا تو وہ جو کچھ کرتے ہیں سب خدا کرواتا ہے یا آدھے افعال ان کے اپنے ہوتے ہیں آدھے میں خدا شریک ہے۔ یا انسان خود سارے اعمال بجالاتا ہے بندہ خود مختار ہے، خدا اس میں شریک نہیں چوتھی کوئی حالت نہیں ہے اور سنو اگر پہلی حالت ہے کہ تمام بندوں کے افعال بھی خدا کی طرف سے ہیں تو سزا نہیں دے سکتا اس لیے کہ ذمہ دار خود ہے سارے گناہ خدا کی طرف سے ہیں تو سزا کس کو دے گا کس بات کی سزا دے گا اور اگر آدھے کا شریک تب بھی سزا نہیں دے سکتا کون سا فعل خدا کا ہے کون سا بندے کا ہے بندوں کو نہیں معلوم اس لئے سزا نہیں مل سکتی ہے۔ اب ایک حالت بچی کہ بندہ خود مختار ہے اللہ سزا دے گا جو فعل انجام دیتا ہے خود بندہ انجام دیتا ہے، پوری فقہ سے جو لوگ واقف ہیں اور جن کا مطالعہ ہے وہ زیادہ لطف لیں گے کہ وہاں خود مختاری کی بحث نہیں ہے، کمسن امام نے بچپن میں مسئلے کو حل کر کے بتایا کہ آنے والے عہد کے امام کو پہچانو، اس گھرانے میں تسلسل ہے خاندان کا ابراہیمؑ کی امامت کا اس کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے ہر قدم پر کہ امام کی ماں جس خاندان سے آئے اس خاندان کو بھی پرکھا جائے، شجروں کو جانچا گیا، نسلوں کو پرکھا گیا دو امامؑ حسنؑ و حسینؑ معصومہ کے بیٹے ہیں، علیؑ، فاطمہؑ بنت اسد کے بیٹے ہیں اسد فاطمہؑ کے والد عبدالمطلبؑ کے بھائی ہیں ابوطالبؑ کے چچا کی بیٹی دونوں ہاشمی ہیں ایک خاندان ایک شجرہ وہی شجرہ طیبہ وہاں بھی وہی شجرہ طیبہ یہاں بھی۔ حسنؑ و حسینؑ کی ماں کائنات کی عظیم ترین بی بیؑ جس سے افضل کوئی نہیں

سیّد الساجدینؑ کی ماں شہر بانوؑ۔ نوحؑ کے تین بیٹے تھے سام، حام اور یافث۔ سامؑ کی اولاد میں ختمی مرتبتؐ، علیؑ اور حسینؑ، حامؑ کی اولاد میں نوشیروان عادل ایران کا بادشاہ، نوشیروان کا بیٹا خسرو پرویز، خسرو پرویز کا بیٹا یزدوجرد، یزدوجرد کی بیٹی شہر بانوؑ۔

یافث کی اولاد میں شاہ حبش، شاہ حبش کی بیٹی فضہؑ۔ نوح کے تینوں بیٹوں کی اولاد میں سے عظیم اشخاص کو چن کر ایک گھر میں جمع کیا۔ حسینؑ سامؑ کے بیٹے، شہر بانوؑ حامؑ کی بیٹی، فضہؑ یافثؑ کی بیٹی۔ سیّد الساجدینؑ ظاہر ہوئے۔ نوحؑ کی تینوں نسلوں کو ملا دیا۔ ماں شہر بانوؑ، باپ حسینؑ، آغوش فضہؑ کی، اسی لیے آدمِ ثانیؑ کا لقب ملا اسی لیے نوح ثانی کا لقب ملا عرض کر چکا کہ حسینؑ کا بیٹا علی ابن الحسینؑ سیّد الساجدینؑ اور امام حسنؑ کی بیٹی فاطمہؑ بنت حسنؑ وہی گھرانہ وہی شجرہ محمد باقرؑ کے نانا حسنؑ، دادا حسینؑ ماں حسنؑ کی بیٹی۔ باپ حسینؑ کا بیٹا، شجرے پاکیزہ جا رہے ہیں آمنہؑ اور فاطمہؑ بنت اسد سے لے کر یہاں تک، شہر بانوؑ جب آئیں تو امیر المومنینؑ کا عہد تھا اور حریث جو مدائن کا گورنر تھا جب بادشاہ یزدوجرد بھاگا ایران سے تو اس کی نسل افغانستان چلی گئی بیٹا ایک تھا فیروز۔ فیروز کی نسل میں محمود غزنوی آیا۔ یزدوجرد کی بیٹیاں تین تھیں بڑی شہر بانو پھر گیہان بانو پھر ماہ بانو۔ ایک بیٹی ماہ بانو ہندوستان چلی گئی اور ہندوستان کے بادشاہ سے شادی ہوئی۔ کرنل جیمز ناڈ نے ''قدیم تاریخ راجستھان'' میں لکھا ہے کہ ماہ بانو، رانا اودے پور کو بیاہی تھی جو چندر بھان (چندر بھوگا) کے نام سے معروف تھا اور دو بیٹیاں خدمتِ علیؑ میں آئیں۔ حسینؑ کو دیکھ کر شہر بانوؑ نے کہا خواب میں، میں نے یہی چہرہ دیکھا ہے اور مسلمانوں کے نبیؐ نے ان کے ساتھ عقد پڑھایا ہے میرے خواب میں، امام حسینؑ نے چادر ڈال دی دوسری بہن پہلو میں کھڑی تھی۔ اشارہ کیا محمد ابن ابی بکر کو امیر المومنین نے کہ تم ان پر چادر ڈال دو۔ محمد ابن ابی بکر جنہیں یہ کہہ کر علیؑ نے پالا تھا کہ صلب ابی بکر

سے ہے لیکن میرا بیٹا ہے۔ علیؑ کسی کو اپنا بیٹا کہہ دیں اس وقت دنیا نہیں سمجھی کہ اسما بنت عُمیس کی آغوش میں پلنے والا بچہ علیؑ کی گود میں کیوں آ گیا کیوں پالا تو اس وقت کے اجتہاد کی منزلِ کمال پر پہنچے ہوئے محمد ابن ابی بکرؓ کا بیٹا قاسمؒ ہوا نانا کون شاہ ایران جو سیّد الساجدینؑ کے نانا وہی قاسمؒ بن محمد بن ابی بکر کا نانا۔ ننھیال دونوں کی ایک سیّد الساجدینؑ اور قاسمؒ سگے خالہ زاد بھائی اور قاسم کی بیٹی اُم فروہؑ، اُم فروہؑ کا عقد محمد باقرؑ سے ہوا تو جعفر صادقؑ پیدا ہوئے۔ یہ صادق ہے، امامت میں صادق، قول میں صادق، حدیث میں صادق، دنیا کے ہر علم میں صادق، جہاں صداقت ہے وہیں ساری چیزیں پہنچیں تا کہ اس پر مہر لگ جائے اور علیؑ کے علم کی چھاپ لگ جائے ہم نے پالا صدیق اب بنا نسل میں صدیقیت اب آئی تو ننھیال وہ ہے دادھیال یہ ہے۔

امام موسیٰ کاظم کی والدہ اسپین کی شہزادی حمیدہؑ خاتون خدمت میں آئیں اور عقد ہوا امام جعفر صادقؑ سے تو موسیٰ کاظمؑ کا ظہور ہوا۔ وہی شجرہ وہی نسب ہے جو نرجس خاتون کا ہے اور آخری تقریر میں تفصیل سے عرض کروں گا کہ پہلا امام مکّے میں ظاہر ہوا اس کے بعد سب مدینے میں لیکن یہ آپ کا ساتواں امام ابوا میں ظاہری پیکرِ نور میں آیا۔ ابوا وہ مقام ہے جہاں جناب آمنہؑ کی قبر ہے۔ شام کا وقت تھا اور قبر آمنہؑ پر حمیدہ خاتون دعا مانگ رہیں تھیں کہ ''میں نے بزرگوں سے سنا ہے کہ جس بچہ کو انوارِ الٰہی میں لیے ہوں یہ دنیا کا عظیم ترین امام بننے والا ہے اے نبیؐ کی عظیم ماں میری مشکل کو حل کر دیجیے''

امام کی ماں نے بتایا کہ آئی ہوں اسپین سے، امام کی زوجہ ہوں، امام کی ماں بننے والی ہوں، دنیا نبیؐ کی قبر پر وسیلے کو برا کہے گی میں اس کی ماں کا وسیلہ دے رہی ہوں تا کہ عظمتِ نبوت بڑھ جائے اور آمنہؑ بی بی کی عظمت معلوم ہو، تو ایسی مائیں جو نبیؐ کی

ماں کی عظمت کو سمجھتی ہوں جب ہی اماموں کی مائیں بنیں۔

حمیدہ خاتونؒ کی گود میں بچہ آیا، بچپن کا ایک واقعہ آپ نے سنا۔ ۳۵ سال امامت کا دور ہے، چھٹے امام کی وفات کے بعد ۳۵ سال زندہ رہے لیکن مرزا دبیرؔ نے کہا تھا کہ:-

مولا پہ انتہائے اسیری گزر گئی
زندان میں جوانی و پیری گزر گئی

یہ واحد امام ہے جس کی پوری زندگی قید میں گزر گئی۔ لیکن جب تک منصور رہا بغداد کو تعمیر کرتا رہا اس کے بعد مہدی آیا پھر ہادی پھر ہارون رشید خلیفہ ہوا۔ بغداد کی تعمیر مکمل ہو گئی۔ اب توجہ ہوئی اس گھرانے کی طرف اور اب اندازہ ہوا کہ کتنے علوم دنیا میں پھیل گئے ہم حکومت کر رہے تھے لیکن دولت کے ذریعے وہ نہ کر سکے جو انہوں نے بغیر دولت کے کر دیا تو اب ہر چیز پر نظر ہے کہ اُمّت میں کہاں پر جا کر مجمع میں شریک ہو جائیں کہ عزت کو حاصل کر لیں۔ شاہی خزانے کھلے ہوئے ہیں جاہ و حشم ہے رعب ہے تخت و تاج ہے سجا ہوا بغداد کا شہر دارالسلطنت ہے۔ لیکن عزت نہیں ہے۔ ایک سال ہارون رشید نے اعلان کیا کہ حج میں سب سے پہلے ہم طواف کریں گے کوئی نہ جائے، حجر اسود پر سب سے پہلے ہم بوسہ دیں گے کوئی بوسہ نہ دے، مقام ابراہیمؑ پر سب سے پہلے ہم نماز پڑھیں گے کوئی نہ پڑھے۔ اعلان ہو گیا۔ ہارون رشید سپاہیوں کے ساتھ خانۂ کعبہ میں داخل ہوا لیکن ابھی آگے بڑھا بھی نہ تھا کہ ایک جوان تیزی سے آیا اس نے طواف کیا اس کو اس کے پیچھے طواف کرنا پڑا اس نے چاہا کہ آگے بڑھ کر حجر اسود کو بوسہ دے مگر اس کے ہاتھ سے پہلے اس جوان کا ہاتھ حجر اسود پر پڑا۔ ہارون کا غصہ بڑھتا جا رہا ہے، چاہا کہ مقام ابراہیمی پر جا کر پہلے نماز بڑھے، لیکن اس جوان نے آگے بڑھ کر پہلے نماز ادا کی حج کے ہر رکن کو ہارون یہ چاہتا تھا کہ میں پہلے کروں لیکن

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

وہ، جوان آگے بڑھ جاتا تھا، ہارون رشید نے ایک بار آگے بڑھ کر کہا کہ تو کون ہے۔ پھر سپاہیوں نے کہا تجھے خیال نہیں کہ یہ بادشاہِ وقت ہے، اس جوان نے کہا میں نہیں جانتا کہ یہ بادشاہِ وقت ہے، ایک سپاہی نے کہا کہ باشاہِ وقت سے اسی طرح گفتگو کرتے ہیں، امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا ہوگا تو بادشاہ میں بھی باشاہ ہوں۔ ہارون رشید نے کہا تم کیسے باشاہ ہو، کہا بس یہ فرق ہے کہ تو جسموں کا بادشاہ ہے میں قلوب کا بادشاہ ہوں، ہارون نے نام پوچھا، کہا موسیٰ ابنِ جعفر، ہارون نے کہا اچھا۔ جب نام پتہ چل گیا تو اب کہا تمہیں مجھ پر افضیلت کیسے حاصل ہے، امام نے کہا جیسے روح کو جسم پر، ہارون نے کہا بڑی فضیلتیں تم بیان کرتے ہو کہ رسولؐ کی اولاد ہو لیکن تمہیں یہ نہیں معلوم کہ ایک چچا کی اولاد ہم ہیں ایک کی اولاد تم ہو تمہیں افضیلت کیسے ہے عباس کی اولاد میں ہوں ابوطالبؑ کی اولاد تم ہو، امام موسیٰ کاظمؑ نے کہا ہاں ابھی اگر رسولؐ آئیں اور آکر تجھ سے کہیں کہ ہارون رشید اپنی بیٹی کا عقد مجھ سے کر دے تو تو کیا کرے گا، ہارون نے کہا کہ فوراً عقد کر دوں گا میرے لیے باعثِ شرف ہے، امام نے فرمایا تیرے لیے باعثِ شرف ہے اگر مجھ سے رسولؐ کہیں تو میری بیٹی رسولؐ پر حرام ہے اس لیے کہ میں ان کا بیٹا ہوں مجھ سے نہیں کہہ سکتے تجھ سے کہہ بھی سکتے ہیں اور تو کر بھی سکتا ہے، ہارون نے کہا آپ بیٹے کیسے ہو گئے رسولؐ کے۔ بیٹی کا بھی بیٹا کہیں بیٹا ہوتا ہے، امام نے کہا ابراہیمؑ کی نسل جب خدا نے گنائی کیا تو نے قرآن کی یہ آیت نہیں پڑھی:-

"وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ كُلاً هَدَيْنَا وَنُوحاً هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَ أَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسٰى وَهٰرُوْنَ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ o وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَإِلْيَاسَ

كُلٌّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ" (سورۂ انعام آیت ۸۴ سے ۸۵ تک)

"اور ہم نے ابراہیمؑ کو اسحاق و یعقوب دیئے اور سب کو ہدایت بھی دی اور اس کے پہلے نوحؑ کو ہدایت دی اور پھر ابراہیمؑ کی اولاد میں داؤدؑ، سلیمانؑ، ایوبؑ، یوسفؑ، موسیٰؑ اور ہارونؑ قرار دیئے اور ہم اسی طرح نیک عمل کرنے والوں کو جزا دیتے ہیں اور زکریاؑ، یحییٰؑ، عیسیٰؑ اور الیاسؑ کو بھی رکھا جو سب کے سب نیک کرداروں میں تھے۔ اور اسماعیلؑ، الیسعؑ، یونسؑ اور لوطؑ بھی بنائے اور سب کو عالمین سے افضل و بہتر بنایا۔

ابراہیمؑ کی نسل میں اسماعیلؑ بھی تھے، اسحاقؑ بھی تھے، یعقوبؑ بھی تھے، یوسفؑ بھی تھے، ایوبؑ بھی تھے، داؤدؑ بھی تھے، سلیمانؑ بھی تھے، موسیٰؑ بھی تھے، ہارونؑ بھی تو یہ بھی کہا کہ عیسیٰؑ بھی تھے، یہ عیسیٰؑ ابراہیمؑ کی نسل میں کیسے ہو گئے مریمؑ کے بیٹے ہیں باپ تو تھا ہی نہیں، بات آگے بڑھاؤں۔ درمیان میں بات آگئی تو عرض کر دوں کہ کبھی آپ نے اس پر غور کیا ہے کہ اللہ نے بنی اسرائیل کی نبوت کو عیسیٰؑ پر تمام کیا اور عیسیٰؑ کو زندہ اٹھا لیا گیا کسی بھی نبی پر نبوت کو تمام کر سکتا تھا اور جس کو چاہتا اسے زندہ رکھتا۔ دیکھیے اس سے بڑی امامت کی دلیل میں آپ کو نہیں دے سکتا عیسیٰؑ کو زندہ اس لیے رکھا کہ جب امام آئے دو عالم کا مالک تو میں عیسیٰؑ کو بھیجوں۔ کیوں؟ جب ایک امام دنیا سے جائے تو دوسرا امام اس کی امامت کی گواہی دے تیسرا تصدیق کرے معصوم ہونا لازم ہے، علیؑ جائیں تو حسنؑ و حسینؑ رہیں، حسنؑ جائیں تو حسینؑ اور سیّدالساجدینؑ رہیں کربلا میں حسینؑ جائیں تو سیّدالساجدینؑ اور محمد باقرؑ رہیں یہ نزاکتیں ہیں امامت میں اُمّت ان باتوں کو سمجھ نہ سکی اس لیے امامت کو پہچان نہ سکی تو اب جب آخری امام آئے تو امامت کا گواہ عیسیٰؑ جیسا پیغمبر ہو، عیسیٰؑ کو کیوں زندہ رکھا اور عیسیٰؑ کو کیوں بھیجے گا اس لیے کہ جھگڑا یہی تھا اُمّت میں کہ بیٹی کا بیٹا امام نہیں ہو سکتا وارث نہیں ہو سکتا اس کو آسمان پر اُٹھایا

جس نے نبوت ماں سے پائی تھی۔ بیٹی کی نسل والا نبی، بیٹی کی نسل والے امام کی گواہی دے گا جب عیسیٰؑ آ جائیں اور دنیا یہ کہے کہ فاطمہؑ کا بیٹا وارث کیسے ہو سکتا ہے تو حضرت عیسیٰؑ کہیں گے جیسے میں مریمؑ کا وارث اس طرح مہدی فاطمہؑ کا وارث ہے، اس لیے حضرت عیسیٰؑ کو زندہ رکھا اور حضرت عیسیٰؑ کو بغیر باپ کے پیدا کیا، ورنہ پلٹ کر کوئی کہتا کہ تم نے نبوت باپ سے پائی ہے۔

امام نے کہاں پر لا کر ہارون رشید کو خاموش کر دیا لیکن شاہی بھی جہاں تک چاہتی تھی مقابلہ کرتی تھی باطل بھی اپنے آخری دم تک اکڑا رہتا تھا ہارون نے کہا آپ کیسے بیٹے ہو سکتے ہیں امام نے فرمایا کہ اللہ نے قرآن میں ارشاد فرمایا

"فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَ وَاَبْنَاءَكُمْ" (سورۂ آل عمران آیت ۶۱)

"نبی اپنے بیٹوں کو لاؤ۔ ہارون مباہلے میں بیٹے کون آئے ہارون نے جواب دیا، کہا حسنؑ اور حسینؑ امام نے کہا انہی کا بیٹا ہوں میں فاطمہؑ کا بیٹا ہوں"۔

یہ مسائل جب اُٹھے تو ہارون کی توجہ ہو گئی فرقے بننے لگے اگر قید میں نہ ڈالا جاتا تو اس دور میں جتنے فرقے بنے، نہ بنتے۔ امام کو قید خانے کے اندھیروں میں لے جا کر ڈال دیا اُمّت کے مزاج کو امام ہی سمجھ سکتا تھا۔ اگر شاہی قید میں نہ ڈالتی تو اُمّت اتنے حصوں میں نہ بٹ جاتی ادھر مسلمان ٹکڑوں میں بٹ رہے تھے ادھر عیسائی حملہ کرتا جا رہا تھا، یہی عہد ہے جب عیسائی بڑھتے جا رہے تھے، اسلام کی طرف اور اس طرح بڑھ رہے تھے کہ مسند پر آ کر کہتے تھے ہم سے مناظرہ کر کے دیکھو مسلمان گھبرا جاتے تھے لیکن جب عیسائی معصوم کے سامنے آ جاتے تھے تو شکست کھا کر خاموش ہو جاتے تھے۔

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کی خدمت میں ایک عیسائی راہب آیا کہا ہم آپ سے

مناظرہ کرنا چاہتے ہیں امام نے کہا، مناظرہ بعد میں کرنا پہلے یہ بتاؤ کہ بڑے راہب ہو، انجیل پر بڑا عبور ہے مریمؑ کی ماں کا کیا نام تھا اور یہ بتاؤ کہ عیسیٰؑ شکمِ مادر میں کس وقت آئے، کس ساعت پر آئے، کس دن آئے، جس دن پیدا ہوئے، اس وقت، وقت کیا تھا، کہاں پیدا ہوئے، گھبرا گیا کہا کیسے سوال آپ کر رہے ہیں ان میں سے کوئی بات مجھے نہیں معلوم، کہا۔ پھر عیسائیت کا دعویٰ کیوں کرتا ہے امام کے علاوہ کون تھا جو آگے بڑھ کر عیسائیت کے اس حملے کو روک سکتا وہ مناظرہ کرنے آیا تھا، چہرہ زرد ہو گیا، پریشان ہو گیا، کہا مجھے نہیں معلوم امام نے کہا مجھ سے سُن۔

مریمؑ کی ماں کا نام یونانی زبان میں مرثا جس کا ترجمہ عربی میں ملیہ ہوگا۔ عیسیٰؑ شکمِ مادر میں جمعہ کے روز ظہر کے وقت آئے۔ تیسرے روز عیسیٰؑ کی ولادت اس وقت ہوئی جب ساڑھے چار گھنٹے دن چڑھ چکا تھا ولادت فرات کے کنارے ہوئی اس لیے اللہ نے فرات کے پانی میں برکت رکھ دی، انجیل کے عالم کو جواب مل گئے۔ لیکن ابھی کہا تھا میں نے کہ باطل آخری دم تک لڑنا چاہتا ہے عیسائی راہب نے کہا میری ماں کا نام بتا دیجئے وہ سمجھ رہا تھا کہ شاید پڑھ لیا ہوگا کہیں کتابوں میں، ابھی معرفتِ امام تو ہوئی نہیں کہ یہ علمِ لدنّی لے کر آتے ہیں، ان کو پڑھنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ تو اب ایسا سوال کیا کہ یہ کہاں پڑھا ہوگا۔ کہا میری ماں کا نام بتایئے امام نے کہا۔ یونانی زبان میں تیری ماں کا نام انقالیہ ہے راہب نے کہا ٹھیک کہا، امام نے فرمایا سن، تیرے باپ کا نام عبدالمسیح ہے لیکن اس کا نام عبداللہ ہونا چاہیے تھا اس لیے کہ مسیح کا بندہ نہیں ہوتا اور سُن تیرا نام عبدالصلیب ہے تیرا نام بھی عبداللہ ہونا چاہیے صلیب کا بندہ نہیں ہوتا۔ نانا کا تیرے نام جبرئیل تھا فرشتوں کے ناموں پر نام نہیں رکھے جاتے اس کا نام عبدالرحمٰن ہونا چاہیے راہب نے حضرت امام موسیٰ کاظم صلوٰۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

بیعت کی اور کلمہ پڑھا۔ یہ واقعہ سن تو لیا آپ نے یہ ایک راہب نہیں مسلمان ہوا پوری قوم مسلمان ہوئی پُوری قوم مسلمان ہوئی ہے۔ چند علمی جملوں میں اس طرح بتایا کہ امامت کس کو کہتے ہیں۔ تخت پر بیٹھنا اور حکومت کرنا اور ہے ملک کا نظام چلانا اور ہے۔ عیاشیاں کرنا اور ہے۔ امامت کے مزاج کو سمجھنا اور ہے۔ وہاں آسانی یہ تھی کہ دولت کے انبار تھے پردے پڑے تھے بغداد کے قصر تھے عوام کو پتا نہیں چلتا تھا کہ کیا ہو رہا ہے لیکن وہ اتنے بے خبر تھے کہ تاریخ جیسے بڑھتی جائے گی ویسے ویسے اُمّت کو بتاتی جائے گی کہ یہ کیسے حکومت کر گئے۔ آج بغداد کے قصر کی داستانیں تاریخ میں عام ہو چکی ہیں۔ یہ شاہی تھی وہ امامت تھی۔

کون سی رات تھی جو اس طرح نہیں گزری ایک رات دو عورتیں لائی گئیں ہارون رشید کی فرمائش پر دونوں سگی بہنیں تھیں، ایک بیوہ تھی ایک باکرہ تھی دونوں سامنے بٹھادی گئیں بڑی دیر ہوگئی ہارون انتخاب نہ کرسکا کہ شاہوں کا مزاج ہے بتا کر آگے نکل جاؤں۔ انتخاب نہیں کر پا رہا اور اُمّت کس منزل پر پہنچی ہے علم کی تو بڑی ترقی ہوگئی ہے نا غور کیجئے گا اس پر۔ رات کس کے ساتھ گزرے انتخاب مشکل ہے جس میں فرق نہیں کیا کرے آخر میں جو بیوہ تھی وہ بولی کہ بادشاہِ وقت انتخاب کر لیجیے نا ہم میں اور اس میں ایک ہی رات کا تو پردہ ہے کل صبح یہ بھی میری جیسی ہو جائے گی فرق کیا ہے اس نے کہا، بات تو بڑی اچھی کہی۔ لیکن دوسری بولی۔ ''لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ خَیۡرٌ مِنۡ اَلۡفِ شَہۡرٍ'' وہی ایک رات تو ہزار مہینوں سے بہتر ہے کہا وہ رات مجھ سے چھینا چاہتی ہو، غور نہیں کیا آپ نے علم نے ترقی کی ہے ایسی شب میں قرآن کی آیتیں پڑھی جا رہی ہیں یہ ہے شاہی وہ ہے امامت تاریخ نے بتایا جہاں قرآن کا مذاق اس طرح اُڑایا جا رہا تھا کون تھا جو اُمّت کو جہنم کے دھانے سے ہٹا کر صراط مستقیم پر لے جاتا یہ امامت تھی جو

ہر عہد میں اُمّت کو بچا رہی تھی شاہی کے ابروؤں پر بل پڑ جاتے تھے بس نہیں تھا کہ کیا کرے شاہی۔

دوسرے سال حج کا موقع آیا اور پھر وہی جوان سامنے آ گیا شاہی کے۔ ہارون رشید نے کہا تم پھر آ گئے امام نے کہا خانۂ خدا میں ہمیں آنے سے کون روک سکتا ہے۔ خانۂ کعبہ میں جو پیدا ہوا ہے اس کی نسل میں وراثتاً جائے گی امامت، محافظ وہی رہے گا گھرانا جو اہلِ بیتؑ ہیں۔ بیت کے مالک ہیں وہی اس گھرانے کے مالک رہیں گے، ہارون نے کہا اچھا یہاں بیٹھو ہم تم سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ امام بیٹھ گئے۔ وہ بھی بیٹھ گیا، ہارون نے کہا ذرا یہ تو بتایئے کہ واجبات شرعی کتنے ہیں، امام نے فرمایا کہ بحثیت شاگرد پوچھ رہا ہے یا امتحان لے رہا ہے۔ ہارون نے کہا بحثیت شاگرد، استفادہ کے لیے، امام نے کہا تو پھر مودّب ہو کر اس طرح بیٹھ جس طرح شاگرد استاد کے سامنے بیٹھتا ہے، دیکھئے کیسے امامت شاہی کو جھکاتی ہے، ہارون دوزانو ہو کر بیٹھ گیا ادب سے امام نے کہا اب پوچھ، ہارون نے کہا واجبات شرعی کتنے ہیں۔ امام نے فرمایا ایک، پانچ، سترہ، چونتیس، چورانوے، ایک سو ترپن، بارہ میں ایک، چالیس میں ایک، دو سو میں پانچ، عمر میں ایک، ایک کے بدلے ایک، کہنے لگا میں آپ سے واجبات شرعی پوچھ رہا ہوں آپ مجھے حساب بتا رہے ہیں، امام نے فرمایا۔ یہ پوری دنیا حساب پر قائم ہے اور اختتام بھی یوم حساب پر ہے۔ کہا تو تشریح بھی کر دیجئے، کہا سُن لے،

ایک دین اسلام ہے واجب، پانچ۔ پانچ وقت کی نمازیں، سترہ۔ سترہ رکعتیں نماز کی ہیں، چونتیس سجدے، چورانوے تکبریں، ایک سو ترپن تسبیحات، بارہ میں ایک، سال کے بارہ مہینوں میں ایک مہینے کے روزے واجب ہیں، چالیس میں ایک چالیس دینار پر ایک دینار کی زکواۃ ہے، دو سو میں پانچ جب پورے سال کے خرچ سے دو سو

درہم بچ جائیں تو اس پر پانچ درہم زکوٰۃ ہے، عمر میں ایک حج ہے، اور ایک کے بدلے ایک، اگر ایک قتل کر دے تو اس کے بدلے ایک ہی قتل ہوگا، یہ ہیں کل واجبات شرعی۔

غور کر رہے ہیں آپ یہ ہے امامت اور وہ ہے شاہی اور جب قید میں ڈال دیا اس کے بعد بھی جو کوئی مسئلہ آتا تھا تو دربار میں بلاتا تھا۔

قید خانے سے ایک دن ہارون نے بلایا۔ کہا کہ یہ بتایئے کہ یہ نماز سے پہلے سات تکبیریں کیسی ہیں۔ امام نے فرمایا کب سے نماز پڑھ رہا ہے اور مفہوم نماز نہیں جانتا۔ تاریخ لکھوائی ہے سوال تم کرو تاریخ ہم لکھوائیں گے کہ شاہی کو نماز سے کوئی تعلق نہیں تھا تجھے اب تک مفہومِ نماز نہیں معلوم۔

اچھا سن جب میرے جد رسولؐ خدا معراج پر گئے پہلے آسمان کو پار کیا تکبیر کہی دوسرے آسمان سے گزرے تکبیر کہی، جب ساتوں آسمان تمام ہوئے تو سات تکبیریں ہو چکی تھیں ایک بار جلالت و ربوبیت کے پردے ہٹنے لگے جیسے ہی پہلا پردہ ہٹا میرا جد رکوع میں گیا اور کہا ''سُبحانَ ربّی العظیمُ وُبحمدہ'' جیسے ہی یہ کہا ایک اور ربوبیت کا پردہ ہٹا پردے کا ہٹنا تھا کہ سجدے میں گئے اور کہا ''سُبحانَ رَبّی الاعلٰی و بحمدہ'' اور جب واپس آئے یہی عمل نماز بن چکا تھا، یہ تو امامؑ کی فکر تھی اگلا جملہ میں دے دوں چونکہ تحفہ تھا معراج کا اس لیے مومن کی معراج بن گئی نماز، معراجِ بشر بن گئی نماز تو معصوم نے بتایا کہ پڑھتا ہو یا نہ پڑھتا ہو۔ عظمتِ نماز کو جب تو نہیں جانتا تو اُمّت کیا سمجھے گی۔

اور اِدھر حلم کا یہ عالم، زہد کا یہ عالم، عبادت کا یہ عالم، صبر کا یہ عالم کہ لوگ آ کر کہیں کہ حاکمِ مدینہ علیؑ کو گالیاں دیتا ہے، امام نے کہا، تم کیا کرو گے رہنے دو، اصحاب نے کہا، اسے قتل کر دیں گے۔ امام نے کہا نہیں ایسا نہ کرنا۔ ہم دیکھ لیں گے، ایک دن

گھوڑے پر سوار ہوئے اور وہاں تشریف لے گئے جہاں اس کی زراعت تھی اور وہ اپنے کھیتوں کے کنارے بیٹھا ہوا معائنہ کر رہا تھا فصل بڑھ رہی تھی وہ دیکھ رہا تھا اور خوش ہو رہا تھا، امام ایک بار گھوڑے کو تیز دوڑاتے ہوئے کھیتوں میں داخل ہوئے اور گھوڑے کو کھیتوں میں دوڑانا شروع کیا اب اس کے غصے کا عالم کیا ہوگا آپ سوچئے، اپنی فصل کو دیکھ کر ہر ایک خوش ہوتا ہے فصل تباہ ہو رہی تھی گھوڑا دوڑ رہا تھا جب خوب اچھی طرح سے زمین پر گھوڑے کو دوڑالیا تو قریب آئے وہ گالیاں بک رہا تھا پہچان گیا تھا۔ فرمایا غصہ بہت آتا ہوگا تجھے، حاکمِ مدینہ نے کہا یہ آپ نے کیا کیا فصل تباہ کر دی، امام نے کہا اس فصل پر تیرا کتنا خرچ ہوا تھا کہا دو سو دینار، کہا اور جب فصل پکتی تو کتنا فائدہ ہوتا، کہا دو سو دینار نکالے کہا یہ لے رکھ لے، پیسہ سامنے آیا ہاتھ چوم لیے تو جب ہاتھ چوم لیے تو امام نے کہا کہ دیکھ غور سے دیکھ لے کہ جہاں جہاں میرے گھوڑے نے سُم رکھے ہیں یہاں ایسی فصل اُگے گی کہ تیرے کھیت میں ایسی فصل کبھی نہیں اُگی ہوگی، بس میں اپنے موضوع پر آ گیا چونکہ بعدِ مجلس ذوالجناح برآمد ہوگا اس لیے اسی راہ سے آپ کو آگے لے چلوں۔

مولانا ذوالفقار صاحب یہاں موجود ہیں مسجد زین میں نماز پڑھاتے ہیں۔ یہ تقریر کر رہے تھے وہاں ''علیؑ ولی اللہ'' کے حوالے سے اس کی اہمیت پر گفتگو کر رہے تھے۔ تو دس بارہ لڑکوں نے ان سے جھگڑا کیا اور مار پیٹ ہوگئی ''علیؑ ولی اللہ'' پر۔ کہنے کی بات صرف یہ ہے کہ جب کبھی بھی علیؑ کو برا کہا گیا۔ معیار دے رہا ہوں آپ کو۔ جہاں کہیں علیؑ کو برا کہا جائے سمجھ لیجئے اس کو مال چاہیے۔ اور مال دے کر کہلوایا گیا چالیس برس پورے ملک میں ستر ہزار منبروں سے سب و شتم ہوتا رہا، رسم بند نہیں ہو رہی تھی اور اگر کوئی برا کہنا بھول جائے تو دعائے توبہ پڑھ کے پھر برا کہتا تھا۔ رقم بٹ رہی تھی علیؑ کو

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

گالیاں دی جارہی تھیں۔ایسے میں علیؑ کے بھائی عقیلؑ بھی پہنچ گئے وہاں پر اور جاکر دربار میں بیٹھ گئے۔ کشتیاں بجی ہوئی زر و جواہر کی آ گئیں ۔حاکمِ شام نے کہا عقیلؑ ہم دولت جب دیتے ہیں جب علیؑ پر لعنت کرو۔ عقیلؑ نے کہا اچھا، حاکم شام نے کہا یہاں بیٹھ کر نہیں منبر پر جاکر (نعوذ باللہ) علیؑ پر لعنت کرو تو یہ پوری کشتی زر و جواہر کی تمہاری۔ ابوطالبؑ کا بیٹا۔ ختمی مرتبتؐ کے سگے چچازاد بھائی علیؑ کے بڑے بھائی علیؑ سے بیس سال بڑے تھے۔ مسلم بن عقیلؑ کے پدر گرامی۔ منبر پر گئے۔بھئی زمانہ اپنی سازشیں کررہا تھا۔سوسنار کی ایک لوہار کی عقیلؑ منبر پر گئے۔کہا ابھی ابھی اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں علیؑ پر لعنت کروں تو بس خدا اسی پر لعنت کرے اور کہہ کر منبر سے اُتر آئے۔کہا عقیل سمجھ میں نہیں آیا تم نے لعنت کس پر کی۔اچھا لعنت جب ہوگئی تو خاموش رہتے بولنے سے پتہ چلا کہ دل میں کوئی کانٹا گڑ گیا، جواب سنیں گے ابوطالبؑ کے شیر کا عقیل نے کہا تجھے کیا تشویش ہے؟ کس بات کی پریشانی ہے حضور ختمی مرتبتؐ نے فرمایا کہ ''جب لعنت زبان سے نکل جاتی ہے تو جو مستحق ہوتا ہے لعنت اسے تلاش کرلیتی ہے'' تجھے کیا تشویش ہے زبان سے نکل گئی ہے جو مستحق ہوگا اس تک پہنچ جائے گی۔ تجھے کیا پریشانی ہے۔تو طے کردیا ابوطالبؑ کے بیٹے نے کہ جو مستحق ہوتا ہے اس تک لعنت جاتی ہے اور فیصلہ ابوطالبؑ نے کیا تھا اپنے عہد میں مکّے میں جب کسی کے یہاں بچہ پیدا ہوتا تھا اژدھا سونگھ کر فیصلہ کرتا تھا، جب بھی بچہ پیدا ہوا وہ اژدھا چلا اور اس نے بچّے کو سونگھا قریب پہنچا اگر حلالی ہے تو نہیں ڈستا تھا اور اگر حرامی ہے تو ڈس لیتا تھا چلا آرہا تھا ایک طریقہ اُس اژدھے کو کہتے تھے ''معیار الولد'' وہ اژدھا ولدیت کا فیصلہ کرتا تھا تو جھولے میں فاطمہؑ بنت اسدؑ کا لال بھی لیٹا تھا اور وہ اژدھا آ گیا، تو جو اس کا حشر ہوا وہ آپ کو معلوم ہے۔ فاطمہؑ بنتِ اسد کے لال نے کلّۂ اژدر کو چیر دیا حالانکہ ماں

ریشم کی ڈوریوں میں بچے کو باندھ دیتی تھی کہ بچہ جھولے سے نہ گر جائے۔ڈوریاں توڑ چکا تھا ابوطالبؑ کا شیر ڈوریاں توڑ کر کلّۂ اژدر کو چیر دیا علیؑ نے، ابوجہل نے شور مچادیا کہ معیار الولد کو ابوطالبؑ کے بیٹے نے مارڈالا اب کون بتائے گا کہ کون حلالی ہے اور کون حرامی ہے، کون بتائے گا، شور ہوگیا سب آ گئے ابوطالبؑ کے پاس۔کہا پریشانی کی کیا بات ہے، وہ حیوان تھا اس سے معیار لیتے ہوا شرف کا۔اب یہ بچہ بتائے گا کون حلالی ہے اور کون حرامی ہے مکّے کے کافروں نے کہا یہ بچہ کیسے بتائے گا ابوطالبؑ نے کہا اس طرح کہ جو اس سے محبت کرے گا وہ حلالی ہے جو اس سے بغض رکھے گا وہ حرامی ہے۔تو اب اگر کوئی ''علیؑ ولی اللہ'' کے خلاف ہے جھگڑا کرنے کی ضرورت نہیں ہے اپنا شجرہ بتارہا ہے تو اسے اپنا شجرہ بتانے دیں۔وہ اپنی آغوش بتارہا ہے وہ اپنی ولادت کی نجاست بتارہا ہے تعارف کروارہا ہے تو طہارت کی پہچان ہی یہ ہے کہ علیؑ کو ولی مانو اور یہی پہچان ایسی پہچان ہے اسلام میں کہ انسان تو انسان حیوان پہچانتا تھا کہ یہ ولی ہے یہ امام ہے اور جب جانور پہچان لیتا تھا تو اس کے قدموں کی اتنی برکت مل جاتی تھی کہ اگر کھیت میں سُم رکھ دے تو وہاں سبزہ لہلہانے لگے۔

ساتویں امام نے کہا اب دیکھنا کیسی فصل ہوگی۔ رسولؐ اللہ کی ساتویں نسل میں فرزند کے گھوڑے کے سُموں کی عظمت یہ ہے تو وہ گھوڑا جو رسولؐ کی سواری کا گھوڑا ہے اس کے سموں کی عظمت کیا ہوگی۔عبدالمطلبؑ شاہ یمن کے دربار سے رُخصت ہورہے ہیں اور ایک بار اس نے ہاتھ باندھ کر کہا یہ کچھ تحفے ہیں ساتھ لے جائیں۔ کچھ گھوڑے ہیں، نیزے ہیں، ناقے ہیں، چادریں ہیں اور یہ آپ کو اس لیے دے رہا ہوں کہ میں نے انجیل میں پڑھا ہے کہ مکّے میں ایک نبیؐ آئے گا جب اس کا ظہو ہوجائے۔اس کو میرا اسلام کہیے گا اور یہ تحفے دیجیے گا۔عبدالمطلبؑ مسکرائے اور کہا شاہ یمن وہ تو ظہور کر

بھی چکا، کہا، کون ہے، کہا وہ میرا پوتا ہے آٹھ سال کا اس کا نام محمدؐ ہے مسلمان اجدادِ رسولؐ کے ایمان پر بحث کررہے ہیں جب وہ بچہ ہے دادا جانتا ہے نبیؐ ہے۔خوش ہوگیا بادشاہ نے کہا میرا اسلام کہیے گا اور یہ گھوڑے دنیا کے چنے ہوئے گھوڑے ہیں بڑی حفاظت ان کی ہوئی ہے جناب ابراہیمؑ کے گھوڑوں کی نسل میں یہ گھوڑے ہیں۔ گھوڑوں کے شجرے عرب میں محفوظ رکھے جاتے تھے۔یہ مرتجز ہے یہ عقاب ہے یہ میمون ہے یہ ذوالجناح ہے، چار گھوڑے عبدالمطلبؑ لائے، تمام اسلامی کتب میں یہ ہے کہ جس گھوڑے پر نبیؐ بیٹھ جائیں اس کی عمر طویل ہوجاتی تھی تا حیات آنکھ کی روشنی نہیں جاتی تھی۔ دانت نہیں گرتے تھے، چاروں گھوڑوں پر رسولؐ نے سواری کی اور کربلا میں جب صبحِ عاشور آتی تو حسینؑ نے فیصلہ کیا کہا عباسؑ یہ مرتجز سرخ رنگ کا گھوڑا سب سے طویل القامت۔ یہ تمہارے لیے۔اس کا نام مرتجز اس لیے ہے کہ مرتجز رجز سے ہے۔رجز کے معنی ہیں بجلی کی کڑک اور بادل کی گرج جب چلتا تھا گھوڑا ایسا لگتا تھا کہ بادل اُڑ رہا ہے اور بادلوں میں بجلی چمکتی جارہی ہے۔عباسؑ یہ تمہارا گھوڑا ہے۔

عقاب۔جب میدان میں آئے تو لگے کہ آسمان پر پرواز کررہا ہے اور شکار کی طرف جارہا ہے۔کہا علی اکبرؑ یہ تمہارے لیے۔

میمون۔سبزی مائل، میمون یعنی جس کے قدم اتنے مبارک ہوں کہ میدان سے فتح کرکے آئے اور اشاروں پر سوار کے ایسے چلے کہ دشمن کا گھوڑا سامنے آئے تو سوار کا اشارہ پاکر اپنے سُموں کو دشمن کے گھوڑے کے سر تک پہنچادے۔قاسمؑ یہ تمہارے لیے تمہیں ازرق سے لڑنا ہے نا۔

اور کہا عباسؑ وعلی اکبرؑ وقاسمؑ یہ میرے نانا کا گھوڑا ذوالجناح میرے لیے ہے۔امام حسینؑ چھوٹے سے تھے پانچ سال کے۔مسجد میں جب وراثت کا مسئلہ پیش ہوا عباس

بن عبدالمطلبؑ کے ساتھ تو زِرہ پہن کر کمر میں ذوالفقار لگا کر علیؑ اس گھوڑے پر سوار ہوئے اور عباس بن عبدالمطلب کو بتایا کہ معصوم کی سواری پر دوسرا نہیں بیٹھ سکتا۔معصوم کی تلوار دوسرا نہیں اُٹھا سکتا، معصوم کا لباس کوئی اور نہیں پہن سکتا۔اب عظمت پہچانیے عباسؑ وقاسمؑ وعلی اکبرؑ کی کہ معصوم کے گھوڑے پر بیٹھ رہے ہیں جب کہ امام یہ کہہ رہا ہے کہ معصوم کے علاوہ غیر معصوم نہیں بیٹھ سکتا نبیؐ کی سواری کے گھوڑے پر۔

اور پانچ سال کے حسینؑ جب اس گھوڑے کی طرف بڑھے تو تاریخ میں ہے کہ حسینؑ کو آتا دیکھ کر ذوالجناح نے اپنے چاروں ہاتھ پاؤں زمین پر ٹیک دیے آپ سوار ہوئے ذوالجناح آہستہ آہستہ اُٹھا۔اور صحنِ مسجد میں کاوا کیا اور حسینؑ کو سنبھالے رہا جب اترنا چاہا پھر اپنے گھٹنوں کو ٹیک کر بیٹھ گیا آپ اُتر گئے۔بچپن سے حسینؑ کے ساتھ رہا امامت کے مزاج کو سمجھتا ہے اسی لیے میر انیسؔ نے کہا تھا:-

دعویٰ کہ میں براق کی توقیر پائے ہوں
ناز اس پہ ہے کہ بارِ امامت اٹھائے ہوں

ذوالجناح نے بارِ رسالت اور بارِ امامت اُٹھایا ہے اور ایسا گھوڑا پیاسا ہے تو شکوہ پانی کا نہیں کرتا شکوہ گر ہوتا تو ہر لاش پر حسینؑ کے ساتھ نہ جاتا۔حرؑ نے حسینؑ کو پکارا تو گیا، حبیبؑ نے پکارا تو گیا۔عباسؑ نے پکارا تو گیا، زہیرؑ نے پکارا تو گیا، ہلالؑ نے پکارا تو گیا، فرات تک گیا علی اکبرؑ کے لاشے پر گیا اور پھر جب شہادت کے لئے تیار ہوکر بہن سے رخصت ہوکر خیمے سے برآمد ہوئے کوئی سواری کو لانے والا نہ تھا جب حسینؑ سوار ہوتے کبھی غلام لجام فرس کو تھامے یا عباسؑ لجام کو تھامیں۔عباسؑ گھوڑے کو حسینؑ کے قریب لائیں، رکاب کو تھامیں تو حسینؑ رکاب میں پیر رکھ کر پشتِ زین پر بلند ہو جائیں۔لیکن ذوالجناح اتنا مزاج شناس ہے کہ اب جو حسینؑ پردہ ہٹا کر خیمے سے نکلے تو

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

سمجھ گیا کہ اب کون ہے جو لجام کو تھامے گا تو سر کو جھکائے ہوئے خود چلتا ہوا خیمے کے قریب آ گیا جانتا ہے کہ اب کون رکاب تھامنے والا ہے۔ خیمے سے دور مجھے نہیں رہنا ہے اور جب حسینؑ نے کہا۔ کہاں ہو حبیبؓ کہاں ہو زہیرؓ کون مجھے سوار کرے۔ زینبؑ کی آواز آئی، آج ماں جائی رکاب کو تھامے گی، یہ ذوالجناح کا شرف ہے کہ فاطمہؑ کی بیٹی نے اس کی رکاب تو تھام کر بھائی کو سوار کیا ذوالجناح گھر والوں کو پہچانتا ہے حسینؑ سوار ہوئے ذوالجناح نے آگے قدم نہیں بڑھایا۔ اے اسپِ وفادار یہ حسینؑ کی آخری سواری ہے۔ بس مقتل تک پہنچادے اب تیری زحمتوں کا خاتمہ ہو رہا ہے ذوالجناح نے اپنے قدموں کی طرف گردن سے اشارہ کیا۔

حسینؑ نے جھک کر دیکھا تو سُموں سے سکینہؑ لپٹی تھی۔

زبانِ حال سے کہہ رہا تھا کہ آقا کیسے آگے بڑھ جاؤں آقا زادی سموں سے لپٹی ہے۔ حسینؑ گھوڑے سے اُترے سکینہؑ کو سینے سے لگایا۔ زینبؑ کے حوالے کیا سوار ہوئے میدان میں آئے۔ بہن بھائی کی لڑائی دیکھ رہی تھی وہ جنگ کی کہ میسرے کو میمنہ پر اُلٹا میمنے میں ڈوبے تو میسرے سے نکلے میسرہ میں ڈوبے تو قلبِ لشکر میں نکلے اور سارے لشکر کو بھگا کر درِ کوفہ تک بھگا کر واپس آتے تھے اور پھر حملہ کرتے تھے سات حملے ایسے کیے کہ لشکر دُہائی دینے لگا۔

ذوالجناح حسینؑ کے ساتھ ہے اس لڑائی میں اور ایک بار ذوالجناح نے دیکھا کر چاروں طرف سے تیر چلے، تلواریں پڑنے لگیں، نیزے والے بڑھنے لگے، ایک بار س نے دیکھا کہ اس کے آقا نے دونوں ہاتھ اس کی گردن میں ڈال دیئے اور اس کے کان میں کہا وہ جگہ جو تجھے دکھائی تھی دوسری محرم کو وہاں پہنچادے بس یہ آخری خدمت ہے ذوالجناح بس وہاں نشیب میں پہنچادے۔ ذوالجناح حسینؑ کو سنبھال کر اس طرح

چلا کہ سواروں کے ہتھیاروں کے درمیان سے اپنے سوار کو بچاتا چلا۔ اور کچھ دور جا کر رک گیا منزل تو نہیں آئی تو رکا کیوں اشارہ کیا گردن سے تو اب جھک کر زخمی حسینؑ نے دیکھا تو علی اکبرؑ کی لاش پر رکا تھا۔ چاہتا تھا کہ ایک بار پھر اپنے آقا کو بیٹے کی زیارت کروادوں محبتوں کا پتہ تھا ایسا امامت کا مزاج شناس جانور۔

چلا اور نشیب میں اترنے لگا اب یہاں مقتل میں تین روایتیں ہیں اور تینوں عرض کر رہا ہوں ایک روایت یہ ہے کہ زمین سے دو ہاتھ بلند ہوئے اور معصوم کے ارشاد کے مطابق وہ فاطمہ زہراؑ کے ہاتھ تھے جنہوں نے حسینؑ کو سنبھالا۔ میں شہادت کبھی نہیں پڑھتا علمائے نے منع کیا ہے شہادت پڑھنے سے خنجر اور شمر کے ذکر کی ضرورت نہیں۔

دوسری روایت یہ ہے کہ اللہ نے جبرئیل سے کہا کہ زمین کو بلند کرو اور پشتِ فرس سے ملا دو مقتل کی زمین کو تاکہ حسینؑ کو زحمت نہ ہو۔

تیسری روایت یہ ہے کہ شاید ذوالجناح کو مسجد نبوی کا بچپن کا واقعہ یاد آ گیا اور ایک بار آہستہ آہستہ بہت سبک روی سے اپنے ہاتھ اور پیروں کو گھٹنوں کو موڑنا شروع کیا اور کس مقام پر جہاں ایک چھوٹا سا ریت کا ٹیلہ تھا اس مقام پر بیٹھ کر آہستہ سے اپنی پشت کو جنبش دی۔

غور کیا آپ نے زمین پر نہیں اتارا کسی پہاڑی پر نہیں اتارا اُسے معلوم ہے کہ تیر پیوست ہیں جسم میں اگر سخت زمین پر اُتاروں گا تو تیر جسم نازنیں میں پیوست ہو جائیں گے، میرے آقا کو تکلیف نہ ہو، آقا کو اُتار کر ایک بار لشکر کی طرف غیظ کی نگاہ سے دیکھا لشکر یہ سمجھا کہ بس اب فتح ہو گئی اور بڑھ کر حسینؑ کو شہید کر دو لشکر بڑھا غیظ میں۔

ذوالجناح نے حسینؑ کا طواف شروع کیا طواف کرتا جاتا ہے اور لجام کو دانتوں سے پکڑ کر حسینؑ کے ہاتھ پر رکھا کہ آقا لشکر قریب آ گیا تلوار دور تھی تلوار کو کھینچ کر دانتوں

سے لایا اور دستے کو حسینؑ کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

اور اس کے بعد ذوالجناح نے دانتوں سے ایک ایک تیر کو کھینچنا شروع کیا۔ سلام ایسے جانور پر کہ انسان تیر چلائے اور ذوالجناح حسینؑ کے جسم سے تیر کو کھینچے۔

مجلسِ نہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ساری تعریف اللہ کے لیے درود اور سلام محمدؐ و آل محمدؐ پر

عشرہ چہلم کی نویں تقریر آپ حضرات سماعت فرما رہے ہیں۔ کل اس عشرے کی دسویں اور آخری تقریر ہے۔ آج ہم ''امام اور اُمّت'' کے ذیل میں اپنے عنوان کو آگے بڑھاتے ہوئے نویں اور دسویں امام کی امامت پر گفتگو کریں گے۔

امام اُمّت کے لیے کتنا لازمی ہے ہادی اُمّت کے لیے کتنا ضروری ہے اس کا اندازہ لگائیں کہ جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو پہلے انسان تھے اور اکیلے انسان۔ لیکن پروردگار کو یہ معلوم تھا کہ انسان کو کتنی چیزوں کی ضرورت پڑے گی۔ اس نے وہ چیزیں پہلے بنائیں انسان کو بعد میں بنایا اس کو معلوم تھا کہ انسان کو پانی کی ضرورت رہے گی۔ پانی پہلے تخلیق کیا آدم کو بعد میں، مٹی کو پہلے خلق کیا آدم کو بعد میں، روشنی کو پہلے خلق کیا اور آدم کو بعد میں، یہ مادی چیزیں تھیں سب سے پہلے انسان کو ہدایت کی ضرورت تھی اور آدم پہلے انسان ہیں جب ہر شے پہلے بن جائے آدم کی آسانی کے لیے ہادی پہلے بنے گا اس لیے پہلے اس نور کو خلق کیا جو آدم کا امام تھا آدم کا ہادی تھا۔ ہادی پہلے بنایا امت کو بعد میں بنایا۔ کتنا اہم ہے امام اور ہادی، جب آدمؑ کے لیے امام اور ہادی ضروری ہے، ہر امت کے عہد میں ضروری ہے کہ ہادی رہے امام رہے، کسی زمانے کو ہم نے امام سے خالی نہیں رکھا اور سُنتِ الٰہی کبھی تبدیل نہیں ہوتی اگر ہر عہد میں ہر

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

اُمّت کے لیے امام رہے کتنی صدیاں گزر گئیں زمانے سے پوچھیے کہ آپ کا امام کہاں ہے جب وہ یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ ہم نے کسی عہد کو ہادی سے خالی نہیں رکھا آج امت سے پوچھیے اس عہد میں ہادی کون ہے، کون ہے امام، خدا کی قسم کائنات کا کوئی انسان یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ ہمارے پاس ہادی ہے، کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا، سوا اس سلسلے کے جس کا کوئی عہد امام سے خالی نہیں رہا۔ کائنات کا مطالعہ کیجئے۔ ہر دین و مذہب کو دیکھیے ہر فرقے کو دیکھیے اور تسلسل سے دیکھیے کہ یہاں امامت کا تسلسل کبھی ٹوٹا نہیں ایک گیا تو دوسرا آ گیا دوسرا گیا تو تیسرا آ گیا یہ تسلسل ہم نے کہیں نہیں پایا اور دنیا کے بڑے بڑے مورخین، دانشور، فلسفی، حیران ہیں کہ کسی ایک عظیم خاندان میں۔ کسی ایک خاندان میں اگر ساری صفات موجود ہوں ساری عظمتیں موجود ہوں تو دنیا کا ہر دانشور یہ لکھتا ہے کہ سات پشتوں سے زیادہ وہ صفات آگے نہیں بڑھ سکتیں۔ کائنات کا یہ واحد خاندان ہے رسولؐ کا خاندان جیسا پہلا تھا ویسا بارھواں ہے۔ بارہ پشتوں تک ایک صفات، کون کہے گا۔ تین پشتوں میں کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کسی ایک چیز کے لیے کہ ہم سب برابر ہیں۔ یہ واحد سلسلہ ہے جس میں ہر ایک پکار کر کہے گا کہ یوں تو ہر چیز میں برابر ہیں لیکن تین چیزوں میں ہم سب برابر ہیں نہ کوئی کم ہے نہ کوئی زیادہ۔ جو پہلے نے کہا وہی دوسرے نے کہا وہی چھٹے نے کہا۔ وہی آٹھویں نے کہا وہی آخری نے کہا تین چیزوں میں ہم سب برابر ہیں ایک علم دوسرے عبادت تیسرے، شجاعت۔ کائنات کی ہر شے تینوں چیزوں میں سمٹ آئی۔ اس لیے کہ زبانِ امامت سے لفظ نکلے ہیں۔

علم میں ہم سب برابر ہیں، جو علیؑ کا علم وہی حسنؑ کا علم، جوان کا علم ہے وہی حسینؑ کا وہی چھٹے کا وہی ساتویں کا وہی آٹھویں کا۔ جو علیؑ کی عبادت وہی گیارہ آئمہؑ کی عبادت، جو علیؑ کی شجاعت وہی گیارہ آئمہؑ کی شجاعت۔ نہ کوئی کم ہے نہ کوئی زیادہ ہے۔ اب اگر

کوئی یہ چاہے کہ تاریخ سے دلیلیں دے دے وہ فاتح خیبر تھے وہ فاتح بدر و حنین تھے بعد والوں نے کون سے میدان سر کیے تو ہم کیسے سمجھائیں کہ آپ شجاعت کے معنی کب سمجھے، آپ صرف میدان جنگ میں لڑنے کو شجاعت سمجھتے رہے۔ قرآن شجاعت کے معنی کچھ اور کہہ رہا ہے نبیؐ کچھ اور بتا رہا ہے۔ امامت کچھ اور مفہوم سمجھا رہی ہے وہ سمجھ لیجئے تو پھر شجاعت کو دیکھیے اور اِسی طرح مفہوم عبادت کو آپ سمجھ لیں تو پہچانیں کہ سجدے برابر۔ تکبیریں برابر۔ تسبیح و تقدیس برابر۔ اور علم تو سمجھ میں دنیا کے اب تک نہ آیا لیکن جتنا بھی سمجھ میں آیا دنیا کہنے پر مجبور ہو گئی کہ علم ہم نے اسی ایک گھرانے میں پایا۔ بس پھر ہم کو کہیں علم نظر نہ آیا۔ ساری کائنات سر بہ سجود ہے صرف اس آستانے پر اس لیے کہ یہ علم کا دروازہ ہے تو دروازہ ہر عہد میں کھلا رہا۔ سجاوٹیں بدلتیں رہیں دروازہ کھلا رہا۔ شہرِ علم کا دروازہ بند نہیں ہوا اور آج بھی کھلا ہوا ہے امت کے لیے دنیا کے لیے۔ کائنات کے لیے اور علم کا یہ عالم کہ یہ جھولے میں ہوں تو وہی علم قدموں سے چلیں تو وہی علم یہ جوان ہوں تو وہی علم، ضعف نہیں ہوتا بڑھاپے میں جو جوانی کا عالم ذہن کا وہی بڑھاپے میں وہاں یکساں ہے پیری و جوانی اور دنیا نے دیکھ لیا کہ ہم نے ذرا سا بھی فرق نہ پایا خطابات نے القابات نے بتایا کہ وہ اگر رضاؑ ہیں تو یہ کاظمؑ ہیں۔ یہ تقیؑ ہیں، دنیا تقویٰ کے لیے ترستی رہے یہ امام المتقینؑ بن جائیں اور اس منزل پر پہنچیں جو تقویٰ کی آخری حد ہے تو تقیؑ بن جائیں اور جب خالص نفیس نفاست کو لیے ہوئے اور پروردگار کی نزدیکی کو لیے ہوئے آئیں تو اتنے خالص کے نقی بن جائیں وہ تقیؑ ہیں تو یہ نقیؑ ہیں وہ باپ ہے یہ بیٹا ہے اور پورے سلسلۂ امامت میں واحد امام حضرت امام محمد تقی ہیں جن کا سن کل پچیس برس کا ہوا۔ کیا ہوتا ہے پچیس برس کا سن آج اس دور میں تو پچیس برس کے لڑکے کو شعور بھی نہیں ہوتا پچیس برس کا لڑکا انٹر اور بی اے میں

پڑھ رہا ہوتا ہے لڑکا کہلاتا ہے وہاں سند امامت پر فائز۔ اور اسی سن میں شہادت ہو گئی خدمت کرنے کے بعد پچیس برس جیا ہے آپ کا یہ امام کیا دیکھا دنیا میں۔ لیکن علوم سے کائنات کو بھر دیا۔ سات سال کے سن میں مسند امامت پر بیٹھے۔ باپ نے وفات پائی شہادت ہوئی اور آپ امامت کی مسند پر آ گئے تو ایسا نہیں کہ جوان ہوں گے تو امامت کا آغاز ہو گا، نہیں یہ بچپن میں بھی امام ہیں۔ مامون نے حضرت امام علی رضاؑ کو ولی عہد بنایا تھا راز چھپ نہ سکا کہ زہر دے کر قتل کر دیا۔ داغ ایسا لگا کہ کانوں تک آواز آ گئی۔ دنیا پکار رہی تھی کہ مامون نے ولی عہدی دے کر داماد بنا کر قتل کر دیا۔ اس لیے حضرت امام علی رضاؑ کے کمسن بیٹے کو مدینے سے بلوایا تا کہ پھر وہی کھیل کھیلے جو کھیل چکا ہے امت کے ساتھ ہم نے سادات کو یہ عزت دی ہم نے آل محمدؐ کو سر پہ چڑھا کر رکھا ہے، امام آئے اور دارالحکومت میں خاموشی سے ایک مکان کرائے پر لے کر اپنی والدہ گرامی کے ساتھ قیام کیا، والدہ کا نام سبیکہؑ خاتون ہے شہزادی ہیں۔ جس ملک سے آنے والی ایک بی بی کا نام ہے ماریہ قبطیہؓ جو ختمی مرتبتؐ کی آخری زوجہ ہیں اور جس سے گود آباد ہوئی۔ ابراہیمؑ جیسا فرزند پیدا ہوا، ان کی نسل میں ہیں سبیکہ خاتونؑ یعنی مصر کے بادشاہ کا خاندان تو یہاں انتخاب بھی قدرت خود کرتی ہے کہ کون سی اس وقت کائنات میں عظیم عورت ہے جو اِیک امام کی ماں بن جائے۔ کئی آئمہؑ نے پہلے ہی حدیثیں بیان کر دی تھیں اور حضورؐ نے کہا تھا ماریہؓ سے کہ تمہاری نسل میں آنے والی ایک عورت اس کی گود میں میرا نواں فرزند آئے گا۔ اس کا نام سبیکہؑ ہو گا، سبیکہ خاتون کے فرزند ہیں امام محمد تقیؑ۔

امت پہچانے یا نہ پہچانے امام کو لیکن بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے خواہ کسی یہودی یا عیسائی گھرانے میں پیدا ہو ماں باپ اس کو کافر یا مشرک یا مسلم بناتے ہیں۔

جب تک بچہ سنِ بلوغ کو نہ پہنچے تب تک وہ فطرتِ اسلام پر ہے تو اس کا جھکاؤ اسلام کی طرف ہو گا اور صرف اسلام کی طرف نہیں بلکہ حقیقی اسلام کی طرف جہاں اس کو سرچشمہ نظر آئے گا وہ تلاش کر لے گا اپنے امام کو، امت نے نہیں پہچانا اس سات سال کے امام کو، لیکن جیسے ہی دارالحکومت کی شاہراہ پر حضرت امام محمد تقیؑ آئے چھوٹے چھوٹے بچے دوڑ کر آئے اور امام کو گھیر لیا مجمع بڑھتا چلا بچے ساتھ ساتھ چلے خاک قدم اٹھاتے ہوئے یہ بچے فطرتِ اسلامی پر تھے، ان بچوں نے اپنے امام کو پہچان لیا امام سے دینی مسائل پوچھتے تھے ایسا لگتا ہے کہ فطرت پکار کر کہہ رہی تھی یہ ہے تمہارا امام۔ جوانوں نے نہیں پہچانا، بوڑھوں نے نہیں پہچانا، شاہی نے نہیں پہچانا، فطرت اسلامی نے پہچان لیا بڑھ کر بچے فطرتِ اسلامی پر تھے، بچوں نے پہچان لیا شاہراہ پر بچوں کا مجمع ہو گیا۔ ایسے میں مامون کی سواری جاہ و حشم رعب و دبدبہ کے ساتھ شاہی تزک و احتشام کے ساتھ بمعہ لشکر برآمد ہوئی۔ بادشاہ کی سواری آ رہی تھی بچے ڈر کر بھاگ گئے سواری قریب آ گئی وہ جہاں کھڑے تھے وہیں کھڑے رہے امامت بھی کہیں فرار اختیار کرتی ہے۔ بدر سے پوچھو احد سے پوچھو خیبر سے پوچھو وہ جوانی تھی یہ بچپن۔ بچپن ہو یا جوانی یہ میدان نہیں چھوڑتے یہ امام ہیں۔ امام محمد تقیؑ کھڑے ہوئے ہیں بچے بھاگ گئے وہ اپنی جگہ پہ قائم ہیں سواری قریب آ گئی۔ بادشاہ نے بچوں کو بھاگتے ہوئے دیکھا لیکن امام کی شجاعت بھی دیکھی ان کا قیام بھی دیکھا۔ سواری کو رکنا ہی تھا امامت کھڑی ہوئی تھی راہ میں، اب شاہی کو رکنا تھا مامون نے کہا کہ تم کیوں نہیں گئے۔ بنی ہاشم کی فصاحت و بلاغت کے ساتھ اب امامت بولے کہ پہچان، امامت زبان کھولتی ہے تو تعارف کرواتی ہے، امام نے کہا تین حالتیں ہیں یا تو میں تجھ سے خوف زدہ ہوتا اس لیے ڈر کر بھاگ جاتا یا راستہ تنگ ہوتا تو میں تیرا راستہ چھوڑ کر ہٹ جاتا اور یا تیرے ظلم

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

سے ڈر جاتا تجھے ظالم سمجھتا بتا تین حالتوں میں سے کس حالت کو پسند کرے گا۔ میں تجھ سے ڈرتا نہیں کہ بھاگ جاؤں۔ راستہ تنگ نہیں کہ ہٹ جاؤں تیری سواری گزرنے کا راستہ باقی ہے چلا جا۔ اب رہ گئی ایک صورت اگر تجھے ظالم سمجھ لوں تو چلا جاؤں۔ کہاں پر لاکر بات روکی ہے۔ کیا جواب دے مامون رشید۔ بہت پڑھا لکھا ہے بڑا عالم ہے۔ لیکن کیا کرے ان دو حالتوں میں ہاں کر نہیں سکتا۔ یہاں بھی مجبوری ہے جواب نہیں اس لیے سر جھکا کر چلا جائے اور پھر سوچتا ہوا جائے کون ہے یہ بچہ۔ سوچتا رہے کون ہے یہ بچہ۔ جا رہا تھا شکار پر۔ شکار کھیلنے نکلا تھا ہاتھ پر باز بیٹھا ہوا تھا، عرب کے بادشاہوں کا دستور تھا کہ باز یعنی شکرے کو ہاتھ پر بٹھا کر شکار کو جاتے تھے۔ شکرے کو فضا میں چھوڑتے تھے وہ جا کر شکار کرتا تھا اور شکار لے آتا تھا۔ کیا شکار میں دل لگتا۔ شکرا تو اُڑ گیا۔ یہاں ذہن اس میں الجھا رہا کہ ہمارا دماغ شکار ہو گیا ہے ہم کیا شکار کریں اتنی دیر میں میں شکرا آ بھی گیا اب جو آیا تو پنجوں میں مچھلی لایا۔ اب دیکھیے کہ شاہی سازشیں کیسے تیار کرتی ہے لیکن امامت کا کام ہے کہ سازشوں کے جالوں کو توڑ کر پھینک دے۔ بچے پھر واپس آ گئے امام کے گرد جمع ہو گئے وہ شکار کھیل کر چلا۔ وہ شکرا جو مچھلی لایا تھا اس کو مٹھی میں رکھ کر چلا سواری پھر آئی بچے پھر بھاگ گئے امام پھر اپنی جگہ کھڑے رہے۔ اب مامون کی سواری قریب آ گئی دیکھا اسی طرح کھڑے ہوئے ہیں۔ مامون نے کہا، یہ بتائیے کہ یہ میرے ہاتھ میں کیا ہے، یہ میری مٹھی میں کیا ہے، سوال بہت چھوٹا سا تھا بتا دیتے تیری مٹھی میں کیا ہے علم غیب رکھتے ہیں اس نے کہا مٹھی میں کیا ہے۔ امام نے کہا، بادشاہ شکار پر نکلتے ہیں اپنے باز فضاؤں میں چھوڑتے ہیں جب سمندروں سے بادل اُٹھتے ہیں تو اکثر ننھی ننھی مچھلیاں بادلوں میں رہ جاتی ہیں شکرے بادلوں سے ان کو شکار کر کے بادشاہ کے ہاتھ پر رکھ دیتے ہیں۔ بادشاہ مٹھی بند

کرتا ہے اور امامت کا امتحان لیتا ہے۔ مٹھی کھول دے، پوچھیے امام سے کہ سوال چھوٹا سا تھا جواب طویل کیوں دیا کہا یہ بتانے کے لیے کہ شاہی شکار کھیلتی رہے عیش و عشرت میں رہے۔ امام فضاؤں کی خبر لا کر شاہی کو سنا دے۔ تم زمین پر ہو ہمیں آسمانوں کی خبر ہے۔ ہم بچے ہیں تو کیا ہوا۔ ہاتھ کو کھول دے ہاتھ میں مچھلی ہے۔ مامون نے کہا، شاہزادے پہچانا نہیں امام نے کہا جس کو مدینے سے بلا کر ولی عہد بنایا تھا اس کا بیٹا ہوں تو نے مجھے بلایا ہے۔ اور اب تک مہمانی کے فرائض ادا نہیں کیے، مامون نے کہا۔ شاہزادے گھر نہیں جانے دیں گے اب چلیے قصر میں محل میں لے آیا اور ایک بار اعلان کیا کہ اپنی بیٹی ام الفضل کا عقد ہم ان سے کریں گے۔ عباسی ناراض ہو گئے کہ کیا عباسی شہزادے نہیں ہیں جو اس کمسن لڑکے سے آپ بیٹی کی شادی کریں گے۔ کہا نہیں ہم نے طے کر لیا۔ دیکھیے جب علم سے نہ جیتے۔ جب رسولؐ خدا نے طے کر لیا کہ قولو لا الٰہ ہم کہیں گے تو مکّے کے کافروں نے ابو طالبؑ سے آ کر کہا تھا خزانے ہیں لے جائیں، ہمارے سرداروں کی بیٹیاں ہیں عقد کریں۔ علم سے نہیں جیتے قرآن سے نہیں جیتے تو بیٹیاں پیش کرنے لگے۔ علم میں ہارا تو کہا بیٹی دیں گے تو قدرت بھی دیکھتی تھی کہاں کس نے بیٹی دی ہے کسی نے رسولؐ کو بیٹی دی کسی نے امام حسنؑ کو بیٹی دی تو یہاں مامون بھی یہی چاہتا ہے، کسی نے پوچھا کہ اُمّ الفضل اتنی خوبصورت اور حسین شاہزادی کی شادی تو نے اس لڑکے سے کیوں کر دی۔ کہا کہ بس ایک تمنا ہے کہ ایک ایسا نواسا پیدا ہو جائے کہ رسولؐ کے خاندان کے لڑکے کا میں نانا بن جاؤں قدرت نے کہا کہ حسرت نکلنے نہ دیں گے جب ہم نے رسولؐ کے سسرالیوں کو کسی کا نانا نہ بننے دیا تو محمد تقیؑ کے بچے کا نانا تجھے کیسے بننے دیں گے۔ وہاں عرب کے قبیلے تڑپ کر رہ گئے سگے تو نہ بن سکے سوتیلے بن گئے اور سوتیلے تو کئی لاکھ کے نانا بنے اب یہ تو نواسوں سے

پوچھیے کہ نانا کے ساتھ نواسوں کا رویہ کیا ہے یہ امت بتائے گی سگے بنتے تو شاید کوئی اور بات ہوتی۔ مامون کے دل میں یہی حسرت تھی کہ ہم نانا بن جائیں اور علیؑ کے گھر کا چشم و چراغ ہمیں نانا کہہ کر پکارے ہم اُمّ الفضل کی شادی محمد تقی جوادؑ سے کریں گے سب عباسی بگڑ گئے ناراض ہو گئے تاریخ میں یہ ہے کہ عرب کی تاریخ میں ایسی شادی نہ ہوئی تھی۔ سونے کی کشتیوں میں توڑے رکھ کر اور اس میں زعفران کی گولیاں بنا کر کاغذ رکھے گئے تھے یعنی لاٹری رکھی گئی تھی جس کے نام جو زمین، عمارت، قصر، باغ، کھیت نکل آئے وہ اس کا ہو گیا اس شادی کی خوشی میں ہو وہ گولیاں لٹائی گئیں جو لوٹ لے کھول کر زعفرانی گولی کو دیکھے جو چیز نکلے وہ لے جائے پورا عرب، پورا ایران، پورا عراق زیر نگیں تھا دولت کی کمی نہیں ہے ہزاروں درہم و دینار اس شادی پر خرچ ہوے، عقد ہو گیا امام نے خود خطبہ پڑھا، مامون کی طرف سے یحییٰ بن اکثم سب سے بڑے درباری عالم نے خطبہ پڑھا۔ جب عقد ہو گیا تو مامون نے کہا کہ آپ کے لیے ایک قصر ہم نے مقرر کیا ہے آپ کو نذر کرتے ہیں، کہا نہیں ہم تو اپنے اسی مکان میں رہیں گے۔ جہاں ہماری والدہ گرامی ہیں۔ شاہی کی عاجزی دیکھیے اور امامت کا وقار دیکھیے مامون نے کہا، اچھا ایک رات کے لیے آج ٹھہر جائیں۔ امام نے کہا، روک سکتا ہے تو روک لے، اب کیا کرے جب اُٹھنے لگا تو مامون کے دربار کا سب سے مشہور گانے والا۔ اس نے کہا ہم روکیں گے طنبورہ بجا کر ہم خوش گلو ہیں گانا گا کر روکیں گے۔ مامون نے کہا ٹھیک ہے رباب کے تار چھڑے، سارنگیاں بجنے لگیں شاہی کے دربار میں بدعت کی آواز اُٹھنے لگی گانا ہونے لگا۔ فضا معمور ہو گئی سوز و ساز اور رنگینی سے لیکن امام نے مڑ کر نہیں دیکھا کیا ہو رہا ہے جب کافی دیر ہو گئی بے وقت کی راگنی کو تو ایک بار مڑ کر گوئیے سے کہا او بے ڈول شرم نہیں آتی اتنی بڑی داڑھی ہے اور طنبورہ بجاتا

ہے۔ امام کی آواز سُنتے ہی بے ہوش ہو کر گر گیا۔ امت میں ایسی داڑھیاں بھی تھیں اور طنبورے بجاتے تھے داڑھیاں بھی رکھی جاتی تھیں اور سارنگیاں بجتی تھیں، امت نے داڑھیاں ہمیشہ رکھیں ہیں آپ کون سا کارنامہ داڑھی رکھ کر کرتے ہیں کب داڑھی نہیں رکھی گئی سارے خلفا کے داڑھیاں تھیں سب کے داڑھیاں تھیں دیکھنا یہ ہے کہ کون سی داڑھی ہے کہ جو زہراؑ کا گھر جلا رہی ہے۔ وہ جو رسولؐ کو قلم و کاغذ نہیں دے رہی ہے وہ بھی داڑھی ہے۔ جو کربلا میں حسینؑ کا سر کاٹ رہی ہے وہ بھی داڑھی ہے۔ تو داڑھی رکھ لینا کمال نہیں ہے۔ کمال ہے انسان کو انسانیت سکھانا، تہذیبِ اسلامی سکھانا وہ سکھا لیا ہو آپ نے تو داڑھیاں رکھوائیے داڑھی رکھ کر اگر تمیز نہ آئے بزرگوں سے بات کرنے کی، سلام کے لیے ہاتھ نہ اُٹھیں جوانوں کے۔ تو ایسی داڑھی کا کیا ثواب ہے۔ ایسی داڑھیاں بہت تھیں شاہوں کے دربار میں جو طنبورے چھیڑتی تھیں۔ امام کا یہ کہنا تھا کہ جسم میں لرزہ آیا اور ایسا لرزہ آیا کہ ساری عمر جسم میں رعشہ رہا اس وقت بیہوش ہو گیا امام اُٹھے اور چلے گئے۔ امام نے بتایا کہ یہ تیرے زمانے کی رنگینیاں امامت کے قدم نہیں روک سکتیں۔ بلکہ ہم یہ بتا کہ جائیں گے کہ اسلامی تہذیب کیا ہے امام تقیؑ جواد اُٹھ کر اپنے اسی کچے مکان میں آ گئے جہاں قیام تھا اور جب عباسی وزرا آئے آ کر مامون کو گھیرا کہ تو نے کس کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی کر دی ہے جس کو شاہی آداب نہیں آتے۔ مامون نے بگڑ کر کہا کہ دارالحکومت میں تیری نظر میں جتنے علماً ہوں سب کو بلا کر لا یہ بچہ سب سے بات کرے گا۔ انتخاب ہونے لگا ہفتوں لگ گئے کہ شاہی کہہ رہی تھی کہ سب سے بڑا عالم لاؤ تو یحییٰ بن اکثم کو جو اس وقت کا سب سے بڑا مفتی و عالم تھا اور اس کو اپنے علم پر ناز تھا وہ وفد کو لے کر آیا اور ادھر آپ کے امام آ کر مامون کے پہلو میں جو مسند بچھی تھی تشریف فرما ہوئے تخت پر، سامنے یحییٰ ابن اکثم ہے۔ مامون سے کہنے لگا

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

کہ یہ مجھ سے سوال کریں گے یا میں ان سے سوال کروں مامون نے کہا تجھے ادب بھی نہیں آتا جس سے سوال کرنا ہے اس سے اجازت لے۔ مخاطب ہوا امام سے۔ ظاہر ہے اس کے غرور پر گراں گزر رہا تھا، کہ بچے سے میں مخاطب ہو جاؤں اس لیے شاہی سے مخاطب ہوا تھا شاہی نے علم کا رخ موڑ دیا۔ کہا جدھر منبع ہے ادھر دیکھ شاہی بھی اُسی کو پکار رہی ہے۔

یحییٰ بن اکثم نے کہا میں آپ سے سوال کروں یا آپ مجھ سے سوال کریں گے۔ امام نے کہا پوچھو۔ سلونی کی تو عادت ہے نا یہاں گیارہ سال کا سن ہو یا پچیس ۲۵ سال کا امام نے کہا کیا پوچھنا چاہتا ہے۔ یحییٰ بن اکثم نے کہا چھوٹا سا سوال ہے، امام نے کہا پوچھ یحییٰ بن اکثم نے کہا حالتِ احرام میں اگر کوئی شکار کھیلے تو کفارہ کیا ہے۔ دیکھیے شکار سے آغاز ہو رہا ہے امامت کے تعارف کا۔ تو اب شکار میں ہی عالم بھی الجھا، شاہی الجھ چکی، امامت اگر شکار پر آجائے تو شاہی کا شکار بھی دھرارہ جائے گا اور عالم وقت کا شکار بھی دھرارہ جائے گا۔ حملہ اُدھر سے ہوا ہے۔

یحییٰ بن اکثم تم نے کہا۔ حالت احرام میں اگر کوئی شکار کھیلے تو کفارہ کیا ہے۔

امام نے کہا۔ سوال ہی تیرا مہمل ہے۔

یحییٰ بن اکثم نے کہا۔ کیوں میں نے تو چھوٹا سا سوال کیا ہے۔ کہا۔ سوال کرنے سے پہلے ماحول اور وقت دیکھا جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ سوال کرنے کا طریقہ بھی معلوم ہو۔ کیا پتہ تیرے ذہن میں کیا ہے دیکھ تیرے سوال کی ۲۲ حالتیں ہیں ان میں سے کون سی حالت پوچھنا چاہتا ہے۔ دیکھیے اب شکار ہو رہا ہے۔ شکار کا سوال کیا تھا شکار ہوتا چلا

یحییٰ بن اکثم نے کہا۔ میں سمجھا نہیں۔

امام نے فرمایا۔ یہ بتا کہ شکار کھیلنے والا وقت شکار حل میں تھا یا حرم میں اگر حرم میں تھا

تو کفارہ اور ہے اور اگر حل میں ہے تو کفارہ اور ہے۔ شکار کھیلنے والے نے پہلی بار شکار کھیلا یا مکرر۔ پہلی بار کا کفارہ اور ہے دوسری بار کا کفارہ اور ہے۔ دن کو شکار کھیلا یا رات کو۔ دن کا کفارہ اور ہے، رات کا کفارہ اور۔ شکاری کافر تھا یا مسلمان۔ اگر کافر تھا، کفارہ اور ہے، مسلمان تھا کفارہ اور ہے۔ آزاد ہے یا غلام، آزاد کا کفارہ اور ہے، غلام کا کفارہ الگ۔ مجنوں تھا یا عاقل، مجنوں کا کفارہ اور ہے، عاقل کا کفارہ اور ہے، کون سی حالت پوچھی ہے۔ یہ بائیس حالتیں ہیں، یحییٰ بن اکثم کیسا شکار ہوا، کہا آپ ہی سمجھا دیں، دیوانہ ہو گیا آج پتہ چلا کہ شریعت محمدیؐ کیا ہوتی ہے اور کس کو حق ہے کہ بیٹھ کر فتوے دے اس مسند پر، اس لیے کہ حالت کے مطابق فتویٰ بدلتا جاتا ہے۔ اسی لیے تو سب سے بڑے عالم کو اعلم کہتے ہیں۔ سب کو نہیں۔ بس ایک ہی کہلاتا ہے اس لیے کہ جب ماحول بدلے گا تو فتوے کا تقاضا کچھ اور ہوگا لیکن اب اعلم کا کمال یہ ہے کہ قیاس نہیں کرسکتا جو فتویٰ دے گا وہ معصوم کی حدیث کی روشنی میں ہونا چاہیے۔ دیکھیے اعلم کا کتنا بڑا امتحان ہے۔ ساتویں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی حدیث ہے کہ بس پانچ وقت کی نماز واجب ہے تو امام مالک نے سنا، کہا یہ کیا فتویٰ دیا ہے پانچ وقت ہی کی نماز واجب ہوتی ہے ہر مسلمان پر۔ بات گزر گئی صدیاں گزر گئیں ایک شخص نے آقائے محسن الحکیم سے فتویٰ پوچھا کہ میں کراچی سے چلا مصر تو جب میں جہاز پر بیٹھ رہا تھا تو نماز صبح کا وقت تھا تو میں نماز پڑھ چکا اب کیا مصر پہنچ کر بھی پڑھوں جواب دیا کہ ہر مسلمان پر پانچ ہی وقت کی نماز فرض ہے امام ہفتم نے فرمایا۔ اعلم فتویٰ دے۔ چاند پر انسان پہنچ گیا زمین پر رہنے والا سجدہ سوئے کعبہ رخ کر کے کرتا ہے، چاند والا سجدہ کدھر کرے گا۔ فتویٰ کیا دیا جائے۔

ہر سیارہ کا قبلہ یہ زمین قرار پا چکی۔ مولائے کائنات نے فرمایا کہ اگر یہ زمین ہر

سیارے کا قبلہ نہ ہوتی تو کبھی آلِ محمدؐ کو یہاں نہ بھیجا جاتا زمین پر سجدے کرے تو کون سی بڑی بات ہے ملک آتا ہے اس زمین پر سجدہ کرنے۔

تو فتویٰ حالات اور ماحول کو دیکھ کر دیا جاتا ہے۔ اعلم فتویٰ دے علم کی روشنی میں۔ امام تقی جوادؑ نے فرمایا۔ اگر چھوٹا پرندہ ہے تو اس کا کفارہ شتر مرغ ہے اور اگر ہرن کا شکار کیا ہے تو ایک بکری کفارہ ہے۔ جوں جوں شکار کا وزن بڑھتا جائے گا کفارہ بھی اونٹ تک پہنچتا جائے گا۔

اگر پہلی بار شکار کھیلا ہے تو معاف کر دیا جائے گا اگر مکرر ہے تو کفارہ واجب ہے۔ اگر حدود حرم میں کھیلا ہے تو حرم میں ہی کفارہ دے گا اور اگر حل میں ہے تو کفارہ منیٰ میں دے گا۔

اگر غلام ہے یا آقا تو خانہ کعبہ میں جا کر دونوں برابر ہو جاتے ہیں اس لیے کفارہ برابر ہوگا۔ عاقل پر کفارہ ہے مجنوں پر کفارہ نہیں ہے ہر حالت سمجھائی۔

یحییٰ بن اکثم کا سر جھکا ہوا ہے خاموش بیٹھا ہے سب کچھ سن کر شاہی کا عالم یہ ہے کہ امامت کے سامنے پسینے میں غرق ہے، حضرت امام تقیؑ نے ماحول بدلنے کے لیے کہا تو پوچھ چکا اب میں بھی ایک سوال پوچھ لوں۔ وہ جتنا باہر تھا اور دھنس گیا ہوگا زمین میں۔ کہا پوچھ لیجیے اگر جواب ذہن میں نہیں آیا تو آپ ہی سے پوچھ لوں گا۔ امام نے فرمایا ذرا بتا تو سہی کہ صبح سے ذرا پہلے ایک شخص کی کنیز بام پر کھڑی تھی ایک اور شخص باہر نکلا اس کی نظر اس کنیز پر پڑی تو وہ کنیز اس پر حرام تھی نماز صبح ہو چکی تو وہ کنیز اس پر حلال ہو گئی ظہر کا وقت آیا تو پھر حرام ہو گئی۔ عصر کا وقت آیا تو پھر حلال ہو گئی، مغرب کے وقت پھر حرام ہو گئی، عشا کے وقت پھر حلال ہو گئی۔ عشا کے بعد پھر حرام ہو گئی صبح کو پھر حلال ہو گئی لیجیے یحییٰ بن اکثم حلال ہو گیا وہ خود حلال ہو گیا۔ پچھتا رہا ہوگا کہ شکار کا مسئلہ کیوں

پوچھ لیا۔ خود ہی شکار ہو گیا۔ کہا آپ ہی ارشاد فرمائیے۔ میں کیا جانوں آپ نے کیا پوچھ لیا۔ تو شریعت نبیؐ کو جو سمجھا نہیں وہ مسندِ علم پر کیسے بیٹھا ہے۔ امام بتائے۔ بچپن میں سات سال کے سن میں بتایا۔

امامؑ نے فرمایا وہ کنیز دوسرے کی تھی حرام تھی، خرید لی صبح کے بعد حلال ہو گئی، ظہر کے وقت آزاد کر دیا حرام ہو گئی، عصر میں نکاح کر لیا حلال ہو گئی، مغرب میں ظہار کیا حرام ہو گئی، ''ظہار'' کہ اگر یہ کہہ دے کہ تیری پشت میری ماں کی پشت کی طرح ہے یہ ''ظہار'' ہے، عشا میں ظہار کا کفارہ دے دیا حلال ہو گئی۔ رات گزری طلاق رجعی دے دی حرام ہو گئی صبح کو رجوع کر لیا پھر حلال ہو گئی۔ ایک سوال میں شریعت کا مکمل باب سمجھا دیا۔ مثال کے ذریعے سمجھایا، قرآن میں اللہ نے مثالوں کے ذریعے سمجھایا ہے، جیسے ''پاکیزہ درخت کی مثال'' یا ''کوکبِ دُرّی'' کی مثال یا ''بھاگتے گدھوں کی مثال'' یہ ہے آپ کا نواں امام، سن کیا ہے سات اور گیارہ کے درمیان بس پچیس سال تو امامت کرنا ہے اور اس میں سارا علم امت تک پہنچا دیں گے۔ یہ ہے آپ کا نواں امام پچیس سال کے سن میں دنیا سے چلا جائے اور جو سن ان کا تھا امامت ملنے کا وہی بیٹے کا سن۔ علی نقیؑ کا سن بھی پانچ سال۔

راوی کہتا ہے آپ مدینہ میں تھے محمد تقیؑ کی شہادت بغداد میں ہوئی اور کاظمین میں دادا کے پہلو میں دفن کیے گئے حضرت امام علی نقی علیہ السلام اپنے والد کی شہادت کے وقت مدینے میں تھے۔ آپ اس وقت لوح دیکھ رہے تھے صحابی کہتا ہے میں نے دیکھا کہ پانچ سال کا بچہ لوح کو دیکھ کر روتا ہوا اٹھا کہا میرے بابا نے شہادت پائی میں بابا کو غسل و کفن دینے مدینے سے جا رہا ہوں راوی کہتا ہے کہ ہم نے امام زمانہ کو پہچان لیا اور ہم نے اپنے دسویں امام کو پہچان کر چاہنے والوں کو بتا دیا کہ یہ ہے ہمارا امام۔ ان کا

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

دور مامون رشید کا دور ہے۔اس کے بعد معتصم باللہ آیا اور اس کے زہر سے امام محمد تقیؑ جواد شہید ہوئے۔ معتصم کے بعد جب متوکل آیا تو یہ آپ کے دسویں امام کا دور ہے اور تمام معصومینؑ میں جتنی تکالیف اس امام کو پہنچائی گئیں اس کی وجہ صرف متوکل ہے اس لیے کہ یہ اتنا ظالم و جابر ہے اتنا دشمن ہے کہ امام کو چین نہیں لینے دیا مدینے میں، فوجی بھیجے قید کر کے مدینے سے لے آؤ۔ ہم نے سنا ہے کہ وہ بیعت لے رہے ہیں۔ ہتھیار جمع کر رہے ہیں ہم سے لڑنا چاہتے ہیں، لیکن گھر کی تلاشی سے کچھ نہ ملا۔ متوکل کے سپاہی امام علی نقیؑ کو لے کر مدینے سے چلے تو آپ چاہتے ہیں کہ یہ بتا دیں کہ امامت کی شان کیا ہے، گرمی اتنی تیز کے زمین پر دانہ گرے تو بُھن جائے۔ لیکن جب چلے تو سامان سردیوں کا ساتھ لیا۔ لحاف، کمبل، گرم کپڑے، پورے لشکر میں صرف ایک امام کا چاہنے والا تھا اور راستے بھر فوج اس کا مذاق اُڑاتی آئی۔ یعنی امت اس منزل پر پہنچی تھی کہ کوئی ایک بھی امام کا چاہنے والا ہوگا تو ہم اس کا مذاق اُڑائیں گے لیکن امامت نے طے کیا کہ ہم اس کی عزت بچائیں گے، کیسے؟ یہ امامت کی شان دیکھئے۔ سردیوں کا سامان لے کر چلے ایک چٹیل میدان میں راہ میں ٹھہرے خیمے لگے جب رات آئی تو خیموں میں گفتگو شروع ہوئی تو سب نے ہنس کر اس امام کے چاہنے والے سے کہا کہ تمہارے امام علیؑ کا قول یہ ہے کہ ایک قبر سے ستر (۷۰) مردے اٹھیں گے کوئی جگہ زمین پر ایسی نہیں جہاں قبر نہ ہو مُحبّ امام نے کہا، ہاں ایسا ہے مخالفین نے کہا یہ اتنا بڑا میدان ہے یہاں تو کوئی قبر نہیں ہے امام کا محبّ چپ ہو گیا۔ مخالفین نے پھر مذاق اُڑایا کہ اتنی دیر میں گرمی ہو گئی اور بادل چھانے لگے، بادل چھائے بجلی کڑکی بارش شروع ہوئی اور اولے برسنے لگے اولے جو برسے تو دانت بجنے لگے۔ سردی اتنی پڑی کہ پچاس آدمی اس سردی کو بر[illegible]ت نہ کر کے مر گئے امام کا چاہنے والا کہتا ہے کہ کچھ دیر

کے بعد میں نے دیکھا کہ امام علی نقی علیہ السلام کا غلام میرے خیمے میں آیا۔ کمبل اور لحاف لیے ہوئے کہ مجھے سردی لگ رہی ہوگی چاہنے والے تک یہ کمبل اور لحاف پہنچا دو اور یہ جتنے زائد ہیں یہ سارے سپاہیوں کو بانٹ دو۔ صبح ہوئی وہی امام کے دیے ہوئی گرم کپڑوں سے سردی دُور ہوئی۔ صبح ہوئی تو امام باہر آئے۔ کہا، ان پچاس افراد کی قبریں تو یہاں بنا دو قبریں بنا کر قافلہ آگے بڑھ گیا، علیؑ کا قول سچا تھا، مذاق اُڑایا تھا قبریں اپنے ہاتھ سے بنانی پڑیں راستے ہی میں امامؑ کو پہچان لیا۔ خاموشی کے تالے لگ گئے زبانوں پر اب سوچیے کہ جب دار الحکومت میں پہنچیں گے تو کیا عالم ہوگا۔ اور جب پہنچے ہیں تو وہاں یہ مسئلہ درپیش تھا کہ ایک عورت نے دعویٰ کیا تھا کہ میں زینب بنت علیؑ ہوں۔ وہی زینب جو کربلا میں تھیں اور میرے لیے دعا تھی رسولؐ کی کہ میں قیامت تک جوان رہوں۔ خلافت بھی عاجز شاہی بھی عاجز امت بھی عاجز ایسے میں امام کی سواری پہنچ گئی امام علی نقیؑ سے حاکمِ وقت نے کہا، یہ آپ کے خاندان کا مسئلہ ہے اس عورت نے دعویٰ کیا ہے امام نے فرمایا پریشانی کی کیا بات ہے تجھ کو نہیں معلوم کہ درندوں پر ہم سادات کا خون اور گوشت حرام ہے پتہ چل جائے گا کہ علیؑ کی بیٹی ہے کہ نہیں شیروں کے پنجرے میں ڈلوا دے۔

متوکل نے کہا پکڑ لاؤ اس کو اور شیروں کے پنجرے میں ڈال دو عورت نے کانپ کر کہا کہ میں نے جھوٹا دعویٰ کیا تھا عزت اور وقار بنانے کے لیے میں نے ایسا کیا تھا۔ عورت تو چلی گئی وزرا نے بھڑکایا کہ یہ دعویٰ ان کا سچا ہے تو یہ خود شیروں کے غار میں جا کر دکھائیں اور اگر نہ جائیں تو زبردستی "برکۃ السباع" یعنی شیر خانے میں پھینک دیا جائے اب امام بتائیں گے کہ زبان سے جب لفظ نکلے تو دلیل عملی پیش کیا کرتے ہیں اس لیے کہ قرآن نے اعلان کر دیا کہ اگر یعقوبؑ اپنے بیٹوں سے پوچھیں کہ

یوسفؑ کو کہاں چھوڑ آئے نادان بھائی یہ کہیں کہ بھیڑیا کھا گیا یعقوبؑ یہ چاہیں کہ عملی دلیل دیں۔ جنگل میں جا کر پکاریں کنعان کے بھیڑیوں کو، بھیڑیے آئیں بھیڑیے کے سردار سے پوچھیں کہ کیا تو نے میرے بیٹے کو کھایا ہے تو بھیڑیا کہے کہ یا نبی اللہ نبی اور اس کے وصی کی اولاد کا خون اور گوشت ہم پر حرام ہے۔ یعقوبؑ کا دور وہ تھا اور یہ امام علی نقیؑ کا دور ہے۔ وہ نبوت ہے یہ امامت ہے متوکل نے کہا شیر کے کٹہرے میں ڈال دیا جائے متوکل خود خوف کے مارے بام پر بیٹھ گیا امام شیروں کے کٹہرے میں پہنچے منظر جو دیکھا تو غش کھا گیا۔ جیسے ہی داخل ہوئے کٹہرے میں تو قبا کی لانبی آستینوں کو ہلاتے ہوئے چلے اور وہ شیر دوڑے اور آستین سے سروں کو ملنے لگے اور اپنے منہ سے قدم بوسی کرنے لگے اور مڑ مڑ کر متوکل کی طرف دیکھتے جاتے تھے شاید زبانِ بے زبانی سے کہہ رہے تھے ارے یہ تو نے کس کو بھیج دیا زیارت تو ہو گئی امامؑ کے قدم کے بوسے تو لے لیے وہ شیر جو انسانی خون کے پیاسے تھے جب خلیفہ کسی پر ناراض ہو تو سزا دینے کے لیے شیروں کے کٹہرے میں مجرم کو ڈال دے اور اس کا پتہ نہ چلے آج انہی درندوں کے درمیان امت کی امامت کھڑی ہوئی بتا رہی تھی کہ یہ امت کے درندے نہیں پہچانتے، لیکن قدرت کے بنائے درندے ہماری عظمت کو سمجھتے ہیں کہ امام وقت کون ہے، اب امت اس وقت تو پہچانتی یہ امام کی امامت کا آغاز تھا دار الحکومت میں۔

کیا کروں دامن وقت میں گنجائش نہیں تشنگی رہ گئی مگر جو بیان ہو گیا وہ غنیمت ہے اب دور مسلسل زوال پذیر ہے آگے یہ بھی نہ ہوگا۔ اسی لیے زور دے رہا ہوں ریکارڈ پر کہ سنتے رہنا اور سمجھتے رہنا کہ کیسے کیسے عنوان رکھ کر یہ چاہا کہ ہمارا دین، ہماری ملت ہماری تہذیب کا شعار سمجھ میں آ جائے اس دور میں جب علم ناپید ہوتا جا رہا ہے اور

کوشش یہ کی کہ ہر امام کا عملی کارنامہ سناؤں کہ زمانے کو علم کا شعور کیسے عطا کیا کیسے علم دیا اور اس ماحول میں علم دیا جہاں ظلم کا یہ عالم ہے کہ متوکل نے کربلا میں حسینؑ کی قبر پر ہل چلایا یہ وہی دور ہے اور آپ کا دسواں امام سامرے میں قید سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ سپاہیوں کے درمیان چاروں طرف مکان کے سپاہیوں کا پہرا ہے۔ اور اس کے بعد بھی متوکل چاہتا تھا کہ ان کو متاثر کریں اور پہاڑی پر لے جا کر پورے لشکر سے کہا کہ میدان میں صف آرا ہو جاؤ اور جب پورا لشکر پہنچ گیا تو مڑ کر کہا آپ نے دیکھا میرے لشکر کو یہ ہے میرا لشکر، یہ ہے میرا رعب و دبدبہ امام نے کہا، دکھا چکا اپنا لشکر اب ذرا آسمان کی طرف دیکھ، اب جو نگاہ اُٹھائی تو سپاہیوں کو اُترتے ہوئے دیکھا کہ یہ اگر لاکھ تھا وہ کروڑ کا لشکر آ رہا تھا۔ ملائکہ نور کے حربے لیے ہوئے آ رہے تھے، آسمان سے لشکر اُترتا چلا آ رہا ہے، امام نے کہا میرا لشکر دیکھا بیہوش ہو کر گر گیا ایسا لشکر کا ہے کو دیکھا تھا۔ آنکھ کھلی تھی کچھ نہیں تھا کانپ رہا تھا تھرا رہا تھا اسی لیے امام علی نقیؑ کا اور انکے بیٹے امام حسن عسکریؑ دونوں کا لقب عسکری ہو گیا۔ لشکر والے امام نے اپنا رعب دکھایا اب تاریخ نے یہ لکھ دیا کہ چونکہ عسکری علاقے میں رہتے تھے اس لیے عسکری ہو گئے ہیں۔ لشکر دکھایا تھا عسکر دکھایا تھا۔ اس لیے عسکری کہلائے بیٹے نے بھی اپنا لشکر اسی طرح بعد کے خلیفہ کو دِکھایا تھا۔ اس لیے یہ بھی عسکری وہ بھی عسکری۔ یہاں لقب جس پر رکھ دیجئے۔ بالکل اس پر صادق آئے گا۔ کوئی حرج نہیں یہ بھی مرتضیٰ وہ بھی مرتضیٰ یہ بھی مجتبیٰ وہ بھی مجتبیٰ یہ بھی رضا وہ بھی رضاؑ سب برابر ہیں تو شان دکھائی لیکن اس کے باوجود صبر کا یہ عالم کہ سن رہے ہیں کہ قبرِ حسینؑ پر ہل چلایا جا رہا ہے لیکن اطمینان ہے کہ امام کی قبر ہے بادشاہ کی قبر نہ سمجھ لینا۔ چند ہفتوں بعد نشان مٹ جاتے ہیں صدیوں بعد امت کی نسلیں ڈھونڈتی پھریں گی کہ مامون کی قبر کہاں ہے، معتصم کی قبر کہاں ہے، یزید کی قبر

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

کہاں ہے، معاویہ کی قبر کہا ہے، عبدالملک کی قبر کہاں ہے۔ مردان کی قبر کہاں ہے، ایک کی بھی قبر اُمت نے آنکھوں سے خاک لگانے کو نہ پائی تاریخ تلاش کر کے بتائے کہ وہ جن کے رعب سے اُمّت کانپتی تھی آج ان کی قبروں کے نشان کہاں ہیں لیکن آؤ پہلے سے لے کر گیارہ تک سب کی قبروں کا نقشہ پوچھ لو۔ اگر مسمار ہوگئی ہے تب بھی نور برس رہا ہے اگر سایہ نہیں ہے تب بھی چاندنی نے سایہ کیا ہوا ہے۔ پرندے بیٹھے ہیں بقیع کے چاروں طرف اور اس طرح قبر کے چاروں طرف دانہ چگتے پھرتے ہیں جیسے فرشتے قبر کا طواف کر رہے ہوں۔ لیکن قبر پر نہ چڑھتے ہیں نہ وہاں سے اُڑتے ہیں پرندے بتا رہے ہیں کہ جاہ وحشم ہے زہراؑ کی قبر کا اور ان کے بیٹوں کی قبر کا۔ سایہ نہیں ہے لیکن عظمت ظاہر ہے اسی طرح ہر امام کی عظمت دیکھیں جا کر، سامرے میں دیکھیں، بغداد میں دیکھیں، خراسان میں دیکھیں، نجف میں دیکھیں، کربلا میں دیکھیں ساتویں امام موسیٰ کاظم اور نویں امام محمد تقیؑ کاظمین میں، دسویں امام علی نقی اور گیارھویں امام حسن عسکریؑ سامرے میں ہیں۔ سامرہ دارالحکومت قرار پایا تھا۔ عباسی دور میں بہت بڑا شہر اور وہیں سے متوکل اپنے ظلم کے طوفان کو بھیج رہا تھا اور رخ تھا کربلا کی طرف قبرِ حسینؑ پر ہل چلایا جائے ہل چلایا گیا۔ بیل چاروں طرف چل رہے تھے مگر قبر پر قدم رکھنے کو تیار نہ ہوئے۔ بہت بیلوں کو مارا گیا۔ بیل مر گئے مگر آگے نہ بڑھے۔ کہا اچھا اگر ہل نہیں چل رہا جانور قبر کو روندنے سے منکر ہیں تو فرات کو کاٹ کر لاؤ۔ پانی کی نہر قبر پر سے گزارو۔ نہر کھدنے لگی قدرت بھی چاہتی تھی کہ محنت کرے امت اور جب محنت تمام ہو جائے تو ہم ساری محنت کو بیکار کر دیں، کتنی محنت کی ہے مزدوروں نے بادشاہ کے حکم سے نہر کھودنے میں اور بنانے میں، متوکل چاہتا ہے کہ سیلاب آجائے پانی آیا دریائے فرات کا چلا کہ قبر کو بہالے جائے لیکن وہ پانی قبر کو کیا بہاتا جو شرمندہ تھا

حسینؑ سے جب اس وقت دریائے فرات نہ پانی علی اصغرؑ کو دے سکا تو آج قبر کو نمی کیسے دیتا۔ قیامت تک شرمندہ ہے ابھی آپ نے سنا۔ اے وائے نہرِ علقمہ۔

تو ابھی تک پانی شرمندہ ہے پانی آیا سات بار حسینؑ کی قبر کا پانی نے طواف کیا اور پھر رُخ کو بدل دیا قبر پہ پانی نہیں آیا۔ قبر سلامت رہی متوکل کے ظالم سپاہیوں نے دیکھا نہ ہل چل رہا ہے نہ فرات کا پانی قبر کو بہا رہا ہے اب متوکل نے طے کیا کہ کسی کو نہیں جانے دیں گے زیارت کے لیے اور اگر کوئی جائے گا تو ٹیکس دے گا، امام حسینؑ سے محبت کرنے والی قوم فاقے کرتی ہے اور پیسے جمع کرتی ہے تاکہ ٹیکس ادا کرے اور زیارتِ قبرِ حسینؑ کو چلی جائے۔ ہزاروں نے اسی طرح اپنی روزی بچا کر پیٹ کاٹ کر ٹیکس ادا کیا اور زیارت کو گئے متوکل نے کہا اچھا اب بھی نہیں مانتے ہاتھ کاٹا جائے گا۔ پیر قطع کیے جائیں گے۔ لیکن ایک بوڑھی عورت نے کہا ہاتھ کاٹو یا پیر ہم تو زمین پر کروٹیں لیتے ہوئے جائیں گے اور اس عالم میں ہاتھوں پیروں کو کٹوا کر چلی لیکن ابھی کچھ دور گئی تھی کہ کوئی گھوڑے سوار قریب آ کر رُکا، ٹاپوں کی آواز اس کے کانوں میں آئی کہا گیا آنکھوں کو بند کر ہم تیرے امام کے پاس تجھے پہنچا دیں گے۔ کچھ دیر کے بعد آواز آئی اب آنکھوں کو کھول دے اب تو حسینؑ کی قبر پر ہے، مومنہ نے کہا میری مدد کرنے والے ذرا ہاتھ تو دے تیرے ہاتھوں کو بوسے تو دوں آواز آئی اے میرے آقا کی چاہنے والی ہاتھ تو عاشور کو کٹ چکے۔

مدد اس طرح ہو رہی تھی چاہنے والوں کی لیجئے تقریر ختم ہوئی چاہنے والے ہاتھ اور پیر کٹوا کر قبرِ حسینؑ پر پہنچ جائیں تو ذرا سوچئے چہلم کے روز چاہنے والی بہن پہنچی ہوگی تو کیا عالم ہوگا۔ جب شیعوں کا یہ عالم ہے۔ تو وہ بہن جو بے گور و کفن لاشہ چھوڑ کر گئی تھی وہ آرہی ہے۔ چہلم کا روز تمام ہوا، وہ روز اربعین کا روز تھا اور رسولؐ کا بوڑھا صحابی جابر

بن عبداللہ انصاری مدینے سے تڑپ کر چلا تھا یہ سُن کر کہ میرا شاہزادہ مارا گیا۔ غلام سے کہا مجھ کو کربلا تک پہنچا دے اور جب کربلا کی زمین آجائے تو مجھ کو بتا دینا کہا عراق آگیا کہا پہلے مجھے فرات کے کنارے لے چل غلام جابرؓ کو فرات کے کنارے لے گیا فرات میں غسل کیا سفید لباس پہنا اب جو چلے تو غلام نے نعلین سامنے رکھ دی۔ غلام سے کہا اس کو سامنے سے ہٹا لے میں پاپیادہ چلوں گا ارے جانے کہاں کہاں زہراؑ کا شیر گرا ہے میں نعلین نہ پہنوں گا ہاں مجھے بتاتا ہوا چلے میں نابینا ہوں جب قبر قریب آجائے تو پکار کر کہنا کہ شاہزادے کی قبر آگئی ایک بار غلام نے کہا آقا قبر آگئی شاہزادے کی، یہ سننا تھا کہ کھڑے قد سے اپنے آپ کو گرایا قبر پر دونوں ہاتھوں سے قبر کے پائے تھامے اور ایک بار آواز دی اے میرے شاہزادے کاندھے پر بٹھایا ہے گودیوں میں کھلایا ہے پیچھے پیچھے پھرا ہوں مجھے یاد ہے جب جابرؓ نے سلام کیا ہمیشہ آپ نے سلام کا جواب دیا اے میرے آقازادے جابر سلام کرتا ہے غلام کو جواب دیں ایک بار سلام کا جواب آیا قبر سے دور ہٹو۔ زینبؑ کی سواری آرہی ہے۔ اُمِ لیلیٰؑ آرہی ہے جابر۔ ربابؑ آرہی ہے۔

جابرؓ دور ہٹو بس یہ کانوں میں صدا آئی، کسی بی بیؑ نے ناقے سے اپنے آپ کو حسینؑ کی قبر پر گرایا اور آواز دی بھیا زینبؑ آئی ہے دربار میں ہو کر آئی ہے بازار میں ہو کر آئی ہے۔

اے بھیا تم نے سکینہؑ کو میرے حوالے کیا تھا لیکن کیا کروں بھیا تم خواب میں آکے بچیؑ کو لے گئے، میں سکینہؑ کو ساتھ نہ لا سکی۔

مجلسِ دہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"ساری تعریف اللہ کے لیے درود اور سلام محمدؐ اور آلِ محمدؐ پر"

عشرۂ چہلم کی دسویں اور آخری تقریر آپ حضرت سماعت فرما رہے ہیں۔

"امام اور امت" کے عنوان پر آج ہماری یہ آخری کڑی ہے جس میں ہم آخر کے دو معصوموں کا ذکر کر رہے ہیں جہاں امامت تمام ہو جاتی ہے۔

کلام پاک میں یہ آیت:

"یاایھاالذین آمنو اطیعو اللہ واطیعو الرسولؐ واولی الامر منکم"

انہی معصومین کی شان میں نازل ہوئی اور اس آیت کی تفسیر میں ختمی مرتبتؐ نے انہی بارہ اماموں کے نام اسی وقت بتائے کہ کتنے اولی الامر آئیں گے جن کی تمہیں اطاعت کرنی ہے تو بارہ کی شرط لگا دی نام بتا دیئے پہچان بتا دی۔ لیکن امت کو یہ ضد تھی کہ ہم اپنا اولی الامر خود بنائیں گے اور جب بھی امت نے اپنا اولی الامر خود بنایا تو امت ہمیشہ پچھتائی۔ اس لیے کہ اللہ کی اطاعت اور رسولؐ کی اطاعت یکساں ہے جیسی اللہ کی اطاعت ویسی رسولؐ کی اطاعت اور جیسے اللہ اور رسولؐ کی اطاعت ہے اسی طرح امام کی اطاعت ہے اور جب ختمی مرتبتؐ یہ کہہ دیں کہ اولی الامر انکا پہلا بھی محمدؐ ہو اور آخر بھی محمدؐ ہو انکا اوسط بھی محمدؐ وہ سب کے سب محمدؐ ہیں اسکے معنی یہ ہیں کہ بال برابر بھی

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

فرق نہیں ذرہ برابر بھی فرق نہیں سب ایک طرح کے ہیں لیکن جب امت نے بنایا تو یہیں سے یہ دلیل ملی کہ اُمت نے جن لوگوں کا انتخاب کیا اُن میں پہلے کی سیرت دوسرے کی جیسی نہیں اور تیسرے کی سیرت پہلے کی جیسی نہیں اور جیسے جیسے مسلمان حکمراں آتے گئے ہر رنگ کے بدلتے ہوئے سانچے نظر آئے، کسی ایک بھی امت کے بنائے ہوئے اولی الامر کی سیرت یکساں نہ نظر آئی، دن گزر گئے عمر بن عبدالعزیز جب آئے تو امت نے کہا ان میں کچھ جھلک پائی جاتی ہے پہلے والے کی تو جہاں درمیان میں یزید آ چکا ہو اور عبدالملک بن مروان موجود ہو تو اس کو بھی اولی الامر کہا امت نے اور جب خلفائے بنی امیہ اور خلفائے بنی عباس کا سلسلہ ختم ہوا تو آلِ ترک و تا تار آلِ عثمان خلفاء کا سلسلہ شروع ہوا تو سب اولی الامر کہلائے نماز جمعہ میں اُن کا نام پکارا جائے اور انکی اطاعت کو واجب قرار دیا تو جہاں مروان اور آل مروان، یزید جیسے اولی الامر آئے اور دیکھتے ہی دیکھتے دنیا نے دیکھا کہ اتنے ظالم آئے کہ یزید کو بھی مات کر گئے عباسی دور شروع ہوا سفاح بھی اولی الامر، منصور دوانقی بھی اولی الامر، مہدی عباسی، ہادی عباسی، ہارون عباسی، مامون عباسی، معتصم باللہ، واثق باللہ، منتصر باللہ، معتمد باللہ، معتضد باللہ، مقتدر باللہ، متوکل، مستنصر باللہ، مستعصم باللہ اِن تمام عباسی خلفاء کو اولی الامر اُمّت نے تسلیم کیا۔ آل ترک و تا تار چنگیز اور ہلاکو کے خاندان والے بھی اولی الامر اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ سلسلہ تیمور لنگ بھی اولی الامر قرار پایا اور بابر بھی اولی الامر اور ہندوستان میں جب یہی سلسلہ آیا تو ہمایوں کا نام بھی نماز جمعہ کے خطبے میں اکبر کا نام بھی، جہانگیر کا نام بھی، شاہجہان کا نام بھی، اورنگزیب کا نام بھی اور بہادر شاہ ظفر آخری اولی الامر قرار پایا ہندوستان کا اور ترک و تا تار و آل عثمان میں عثمانی خلیفہ آخری اولی الامر قرار پایا۔ ختمی مرتبت کہہ رہے تھے کہ یہ سلسلہ قیامت تک جائے گا یہ

امت کے بنائے ہوئے سلسلے رک کیوں گئے، عرب میں بھی رک گیا ترکی میں بھی رک گیا ہندستان میں بھی رک گیا تو جب اب اولی الامر نہیں ہے تو امت کس کی اطاعت کرتی ہے اور اب آج کل مسلمانوں کا اولی الامر کون ہے؟ اب اگر یہ ترقی یافتہ دور ہے تو اُمت ہوش میں آ جائے، سارے اسلامی ملک مل کر، ساری امہ کمیٹیاں جو اس کوشش میں لگی ہیں کہ ایران و عراق کا میل کروا دیں وہ اپنا وقت اس عمل پر صرف کریں کہ سب مل کر ایک اولی الامر تو چن لیں۔ اس لئے کہ اگر اولی الامر نہیں چنیں گے تو یہ جتنے مر رہے ہیں ختمی مرتبتؐ کی حدیث کی روشنی میں کہ جس نے اپنے عہد کے امام کو نہ پہچانا وہ کفر کی موت مر گیا۔ سارے عالمِ اسلام کو آپ کفر کی حالت میں مر جانا کیوں پسند کر رہے ہیں، حالتِ کفر میں یہ ساری امت کیوں چلی جا رہی ہے۔ ایک اولی الامر چن لیا جائے اور جس کو زیادہ امیر المومنین بننے کی خواہش ہو اسکو بنا دیا جائے تاکہ مسلمان اسکی اطاعت کر کے جنت میں تو چلیں جائیں اور کوشش بھی تھی آپکے ملک میں بڑی بحث عدالت میں چلی کہ جو حکمراں ہوتا ہے وہی اولی الامر ہوتا ہے تو کم از کم آیت کا مزاج تو دیکھئے۔

اللہ اور رسولؐ کے سلسلۂ امامت سے امت منحرف کیوں ہو گئی سلسلہ اچھا تھا اگر دنیا نے کوشش کر کے دِکھا لیا تھا کہ ہم کو ان میں کچھ خامی نظر نہ آئی ہم انکی کوئی خطا تلاش نہ کر سکے خطا اگر ہوتی تو تاریخ لکھتی کہ ہم نے یہ عیب دیکھا اور معصوم کو تو جانے دیجئے خدا کی قسم خود تاریخ مسلمانوں کی اس بات کی گواہ ہے کہ کربلا کے بہتر شہداء کی حیات میں کوئی خطا نہ دکھا سکی پوری تاریخ پڑھیئے حبیبؓ کی کوئی خطا دکھائے زُہیر ابنِ قینؓ کی کوئی خطا دکھائے مسلم بن عوسجہؓ کی کوئی خطا دکھائے حد ہے کہ غلام ہے جونؓ کوئی اس کی خطا دکھائے تو جو معصومینؑ کی سیرت کے ماحول میں تربیت پاتے ہیں وہ ایسے ہوتے

ہیں تو امام کیسے ہونگے۔

وہاں خطا کا امکان ہی نہیں تھا وہ سب معصوم تھے پھر انصاف سے بتایئے جہاں خطا نظر نہ آئے اور امت خود اقرار کرے کہ ہاں ہم نے خطا نہیں پائی تو اطاعت کیوں نہ کی؟ کتنا اہم سوال ہے۔ پھر اطاعت کیوں نہ کی حیرت نہیں ہو رہی آپ کو۔ اگر اطاعت کر لیتے تو آج اتنے فرقے تو نہ بنتے اتنے اختلافات تو نہ ہوتے مسلمان اتنا پریشان تو نہ ہوتے مسلمان رہنمائی کے لئے کسی کو تلاش تو نہ کر رہے ہوتے کیوں ہوا ایسا اسکا جواب بہت سیدھا سادہ ہے سامنے کا جواب ہے، چار کتابیں اس نے نازل کیں، ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاءؑ بھیجے اور ہر نبیؑ اپنی امت سے یہ وعدہ کر رہا تھا کہ ہماری راہ پر چلو گے تو یہاں بھی کامیاب وہاں بھی کامیاب ہر کتاب آج تک یہ کہہ رہی ہے کہ نیکی کی راہ پر چلو گے تو جنت پاؤ گے اسکے باوجود ہر دور کی امت شیطان کے پیچھے چلنا پسند کرتی تھی لیکن کتاب کی باتیں نہیں مانتی تھی کیوں؟ پروردگار نے یہی کہا۔ ہم نے تم سے وعدہ کیا ہے تم یہ کرو گے تو ہم یہ دیں گے ہم جنت میں قصر دیں گے ہم کوثر کا پانی تمہیں پلائیں گے ہم حوریں عطا کریں گے وعدے ہم نے کئے ہیں لیکن ہماری راہ پر چلنا پسند نہیں کرتے اور شیطان کوئی وعدہ نہیں کر رہا پھر بھی اُس کے بلانے پر چلے جاتے ہیں وہ اشارہ کرتا ہے تو تم اسکے پیچھے چلے جاتے ہو کوئی وعدہ نہیں کر رہا ہے، شیطان یہ نہیں کہہ رہا کہ تم میرے کہنے پر چلو تو یہ دوں گا، یہ دونگا، تو جس نے خدا کی بات نہ سمجھی ہو شیطان کے مقابلے میں تو وہ امت یزید کے مقابلے میں حسینؑ کی راہ پر کیسے چلتی، پھر وہ متوکل کو دیکھ کر امامؑ علی نقیؑ کے پیچھے کیسے جاتی، پھر وہ معتمد کو دیکھ کر حسن عسکریؑ کے پیچھے کیسے جاتی، نگاہوں پر پردے پڑ گئے تھے، دلوں پر مہر لگ گئی تھی تو پروردگار نے کہا کہ ہم نے عقل جیسا ہادی دیا تھا۔ اور کائنات میں اتنی بڑی کوئی نعمت

تمہیں نہیں دی جس کا نام عقل ہے سب سے بڑی نعمت لیکن اس سے تم نے کام نہیں لیا تم اسکی ہدایت سے ہٹے ہم نے دل پر مہریں لگا دیں۔ آنکھوں پر پردے ڈال دیئے۔ تمہیں گونگا بنا دیا تمہیں بہرہ بنا دیا اور جہنم کا مستحق قرار دیا۔ اب یہ شکوہ نہ کرنا ہم سے کہ تو چاہتا تو ہم ہدایت پا جاتے ہم نے بڑی کوشش کی کہ تم ہدایت پا جاؤ اب یہ تو ہم نہیں کر سکتے تھے کہ بالجبر تم کو مومن بنا دیتے کیا تم یہ چاہتے تھے کہ ہم یہ کرتے۔ جب فرعون کی گردن پکڑتا ملک الموت اور کہتا کلمہ پڑھ اور موسیٰؑ پر ایمان لا کیسے نہ لاتا، نمرود کے گلے میں آگ کا طوق ڈال دیتے اور کہہ دیتے کہ ابراہیمؑ کا کلمہ پڑھ تو ہمارے لئے کیا مشکل تھا۔ بڑے بڑے سرکش حکمراں تھے، ہم ان کے سر جھکا دیتے کروڑوں انسان ہیں تو ہم نے اس سے دس گناہ فرشتے بنائے ہیں اگر ہم ہر انسان پر دو دو فرشتے مقرر کر سکتے ہیں دائیں جانب اور ایک بائیں جانب ساتھ چلتے ہیں تو ایک ایک فرشتہ اور پیچھے لگا دیتے اور اسکا کام یہ ہوتا کہ صبح آئی اور وہ فرشتہ سرہانے کھڑا ہوا گردن پر ہاتھ رکھتا اور کہتا صبح کی نماز پڑھو ورنہ گلا دبا دیں گے کیسے نہ پڑھتے۔ اب کاروبار پر بیٹھے ہوئے ہیں ظہر کا وقت آ گیا فرشتہ آ گیا اٹھو یعنی لاکھوں کا نقصان ہوتا ہے ہو مگر پڑھو ظہر ورنہ گردن دباتے ہیں۔ تم نے سامان غصب کر لیا واپس کرو ورنہ ابھی گردن دباتے ہیں جہاں موت کی دھمکیاں ملتی جاتیں اسلام پھیلتا جاتا ساری دنیا مسلمان ہوتی لیکن وہ عادل نہ کہلاتا جابر کہلاتا۔

اس نے اپنے عدل کو برقرار رکھا اس لیے کہ اوّل توحید دوسرے عدل تیسرے نبوت، چوتھے امامت اور پانچویں قیامت اور پانچوں چیزوں کو غیب میں ڈال دیا۔ مسلمانوں کا سارا عقیدہ غیب ہے۔ نہ خدا نظر آیا نہ عدل نظر آیا نبیؐ گئے کسی نے نہیں دیکھا کب گئے۔ امام سارے غیب میں، قیامت غیب میں۔ تو یقین ہے کہ آئے گی تو

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

اگر قیامت سے پہلے امامت کو نہ مانا تب قیامت ہے اسی لئے پروردگار نے ہر چیز کو غیب میں رکھا پہلا بھی غیب آخری بھی غیب توحید بھی غیب قیامت بھی غیب اور آج ہماری تقریر اسی عنوان پر اختتام پذیر ہوگئی۔

امامت کی گیارہویں منزل پر نام خدا نے حسنؑ رکھا۔ یہ گیارہویں امام کا نام حسنؑ کیوں رکھا گیا؟ یہاں ہر کام حکمتوں سے ہوتا ہے سیاستِ الٰہیہ مدنظر رہتی ہے کسی کا نام علیؑ رکھا کسی کا نام محمدؐ رکھا کسی کا نام موسیٰؑ رکھا کسی کا نام جعفرؑ رکھا لیکن اب گیارہویں کا نام حسنؑ رکھا۔ کیوں؟

ایک حسنؑ تمہارے سامنے آچکا اس نے صلح کی تھی تو تم نے اس پر الزام لگادیا کہ باطل سے دب گیا ڈر گیا لشکروں سے ڈرا نہیں تھا۔ مہلت دی تھی۔ دس سال کی مہلت حسنؑ نے دی تھی کہ اب بھی نہیں مانے تو انقلاب آئے گا۔ کربلا کی جنگ ہوگی یہاں بھی پروردگار نے گیارہویں منزل پر حسنؑ نام رکھ کر بتایا کہ مہلت دی ہے نہیں مانو گے تو اسکے بعد انقلاب آئے گا۔ وہاں بھی حسنؑ کے بعد انقلاب اور یہاں بھی حسنؑ کے بعد انقلاب۔ اور انقلاب ایسا آیا تھا کہ پھر مہلت پہ مہلت دے دی اب جو انقلاب آئے گا مہلت کو کوئی نفع نہ ملے گا۔ پھر جو آجائے گا انقلاب سے بچ نہ سکو گے اس لئے گیارہویں امام کا نام حسنؑ رکھا کہ وہ حسنؑ انقلاب کی خبر دے رہا تھا اور اُسی حسنؑ کی طرح سادگی سے خاموشی کی زندگی گزار رہا تھا مدینے میں آپکا گیا ہواں 'امام حسنؑ ہے، لقب عسکریؑ ہے والدہ گرامی کا نام سلیلؑ خاتون ہے یہ بھی روم کے ایک رئیس کی بیٹی ہیں دسویں امام کے صاحبزادے اور حضرت حجت علیہ السلام کے والد گرامی اور کُل سن امامت کا اٹھائیس (۲۸) سال اتنا مختصر سن ہے لیکن کتنا کام رہ گیا تھا امت کے فائدے کا وہ سب کام کر کے گئے ساری کتابیں انکے عہد میں لکھیں گئیں۔ یہی عہد ہے

کہ لوگ حدیث کا مفہوم سمجھنے لگے امام بخاری کا بھی یہی دور ہے۔ استخارہ دیکھ دیکھ کر صحیح حدیثیں چھانٹیں گئیں تو استخارہ بھی سمجھ میں آیا اور صحیح حدیث بھی سمجھ میں آئی صحیح بخاری ترتیب پائی۔ لیکن ہماری کتابیں بے شمار تفاسیر، حدیثیں امامؑ نے لکھوادیں یہ ساری زیارتیں امام نے لکھوائیں دستور بتایا معصومؑ کو سلام کرنے کا طریقہ بتایا اور پھر امامت کا انداز یہ کہ بار بار یہ جملہ کہا ہے کہ یہاں بچپن بھی امامت ہے اور جوانی بھی امامت۔ کمسن ہیں چھوٹے سے ہیں شاہراہ پر کھڑے رو رہے ہیں بہلولِ دانا آگئے اس سے پہلے کہ میں امام حسن عسکریؑ کے بچپن کا یہ انداز پیش کروں، بہلول کا تعارف کروادوں۔ بہلول ہارون رشید کا سگا چھوٹا بھائی حقدار خلافت ہے ہارون نے یہ چاہا کہ یہ اتنا جینئیس اور ذہین اور عقلمند ہے کہ ہم اسکو وزیر اعظم بنادیں۔ لیکن گھٹی میں امامت کی محبت پڑ چکی تھی، کہاں سے آئی یہ نہیں معلوم تاریخ نہیں بتاتی کہ ماں کی طرف سے آئی یا استاد کی طرف سے آئی لیکن آلِ محمدؐ کی محبت دل میں آگئی اس سے پہلے کہ وزارت کے عہدے کو قبول کرتے بہلول نے آپکے ساتویں امام کو خط لکھا اور ایک ہی وقت میں تین چاہنے والوں کو منصب کی پیشکش ہوئی تینوں نے ایک ساتھ خط لکھا۔ امامؑ قید میں تھے خط نہیں لکھ سکتے تھے اب یہ امامت کے راز ہیں اور امامت کے یہ راز۔ چاہنے والوں میں اس طرح گئے کہ ایران میں جب پر آشوب دور تھا سختی کا دور تھا تو آپس میں اگر خط لکھتے تھے تو دو کامے بناتے تھے داؤ کی طرح "،" اُلٹے۔ تو اسی زمانے سے یہ ایجاد ہوا دو واؤ۔ واؤ کے عدد آپکو پتہ ہیں کہ کیا ہیں ابجد میں چھ (۶) ہیں اور دو واؤ کے بارہ ۱۲۔ پہچان لیتے تھے کہ بارہ والا یعنی اثنا عشری ہے ایک دوسرے کا خط پہچانتے تھے آج تک دنیا کی ہر زبان میں یہ واؤ آپکو نظر آئیں گے۔ ایجاد کر دیتے تھے یہ سب معصوم کی بتائی ہوئی باتوں کی روشنی میں بے شمار ایسی مثالیں ہیں جو تاریخ

شیعیت میں ہم انچولی کے عشرے میں ۲۷ صفر سے پیش کریں گے، عجیب و غریب چیزیں ہیں عجائبات آپکے سامنے تاریخ کے آئیں گے۔ یہاں ہم وہ چیزیں پیش نہ کر سکے حالانکہ موضوع یہاں بھی وہی تھا۔

امام نے پرچہ پر جیم لکھ دیا۔ تینوں کے خطوں کے جواب میں جیم "ج" لکھ دیا تینوں کو الگ الگ پرچے ملے یہ ذہانت کا کمال تھا محبت کی معراج تھی کہ ایک نے "ج" سے مطلب یہ لیا کہ جلاوطن ہو جاؤ وہ وطن چھوڑ کر چلا گیا، ایک نے مراد لیا جبل پہاڑوں پہ چلے جاؤ بہلول نے مراد لیا جنون یعنی دیوانے بن جاؤ یا تو سیرت کی روشنی کی کرن اتنی کامل تھی کہ ہر جگہ وہی مطلب لیا گیا جو انکے لئے معصوم چاہتا تھا۔ دیوانے بن گئے منصب نہیں لیا۔ معصومؑ نے بتانا چاہا کہ دنیا کی یہ شاہی کی وزارت کو تول لو یہ جنون تاریخ کا باب بن جائے گا ورنہ وزیر تو نہ جانے کتنے آئے تاریخ میں نام نہیں باقی رہے۔ بہلول دیوانے بنے تو اسکی دیوانگی تاریخ اسلام کا ایک باب بن گئی۔ دیوانے بن گئے اب ظاہر ہے کہ خلیفۂ وقت کا بھائی ہے قصر میں جانے سے کون روکے گا دیوانے تو ہو ہی گئے تھے جا کر خلیفہ کے تخت پر بیٹھ گئے دیکھا امراء و وزراء نے کہ بہلول تخت پر بیٹھے ہیں تازیانے مارنے شروع کئے بے ادبی کرتے ہو۔ جیسے جیسے تازیانے پڑتے جاتے قہقہے بڑھتے جاتے ہارون آگیا کہا کہ چھوڑ دو اس کو، چھوڑ دیا گیا تو ہارون نے کہا کہ ہنس کیوں رہے تھے کیا چوٹ نہیں لگ رہی تھی، جواب دیا کہ اپنے اوپر نہیں ہنس رہا تھا تجھ پر ہنس رہا تھا۔ کہا کیوں؟، کہا۔ چند لمحے جو اس مسند پر بیٹھ گیا اتنے تازیانے پڑے جو ساری زندگی بیٹھا ہے کتنے تازیانے اسکے حشر میں لگائے جائینگے۔ میں اس پر ہنس رہا تھا کہ تیرا کیا انجام ہوگا۔

بہلول ایک دن راستے میں بیٹھے ہوئے تھے اُدھر سے ہارون رشید کی سواری نکلی

ساتھ ملکہ زبیدہ بھی تھی سواری قریب آئی ہارون اور زبیدہ نے دیکھا کہ بہلول مٹی کے گھروندے بنا رہے ہیں دو گھروندے بنائے ہیں یعنی کچے مکان، بچوں کا کھیل تو زبیدہ نے پوچھا بہلول کیا کر رہے ہو جواب دیا۔ جنت میں مکان بنا رہا ہوں۔ زبیدہ نے کہا بیچو گے۔ کہا۔ ہاں بیچیں گے۔ دو سو دینار میں۔ زبیدہ نے دو سو دینار دے دیئے۔ بہلول نے گھروندے مٹا دیئے سواری چلی گئی۔ رات کو ہارون نے خواب دیکھا کہ دو بڑے بڑے قصر ہیں زبیدہ در پر کھڑی مسکرا رہی ہے ہارون نے باہر کھڑے کھڑے کہا زبیدہ یہ اتنے بڑے بڑے خوبصورت قصر کیسے ہیں۔ کہا یہ دونوں وہ قصر ہیں جو بہلول سے ہم نے خریدے ہیں جنت میں مل گئے۔

صبح کو ہارون اٹھا زبیدہ سے کہنے لگا اسی راہ سے آج سواری جائیگی زبیدہ نے پوچھا کیوں؟ کہا میں نے یہ خواب دیکھا ہے راستے میں ہارون نے دیکھا بہلول پھر بیٹھے ہوئے دو مکان بنا رہے ہیں ہارون رشید نے کہا بہلول یہ دونوں مکان ہمارے ہاتھ بیچو گے۔ تو بہلول نے دونوں مکان مٹا کر کہا دیکھا بھالا سودا نہیں کرتے ہم۔ ایسا ہوتا ہے اس گھرانے کا دیوانہ، خواب دیکھے شاہی، دیوانے کو پتا ہے تو امام کا کیا عالم ہوگا ایک لمحے کی خبر ہوگی جب دیوانہ ایسا ہے، بہلول ایسا ہے۔

جا رہا تھا کوئی شخص اس نے کہا بہلول یہ بڑا درہم و دینار کا ذخیرہ ہے ہمارے پاس ہم تجارت کے لیے کچھ سامان خریدنا چاہتے ہیں۔ اے بہلول دانا کیا خریدیں ہم۔ کہا لوہا اور روئی خرید لو، خرید لیا بڑا فائدہ ہوا بازار میں بک گیا لوہا بھی اور روئی بھی۔ تھوڑے دنوں بعد پھر ملاقات ہوئی تو اس نے پھر کہا کہ میں پھر سامان خریدنے جا رہا ہوں اے بہلول دیوانے میں کیا خریدوں کہنے لگے، پیاز خرید لو اور تربوز خرید لو اس نے منوں کے حساب سے پیاز اور تربوز خرید لیا سب سڑ گیا کچھ نہیں بکا ایک دن پکڑ لیا

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

راستے میں بہلول کو اور کہا کیسا مشورہ دیا تم نے پہلے تو لوہا اور روئی کا مشورہ دیا تھا اب پیاز اور تربوز کا مشورہ دیا، نقصان ہوگیا سڑ گیا، بہلول کہنے لگے جیسا نام لو گے ویسا مشورہ ملے گا۔ پہلے دانا کہا تھا بعد میں دیوانہ کہا تھا تو یہ عالم ہے بہلول کا۔

قبرستان میں قبر میں پیر لٹکائے بیٹھے تھے۔ لوگ ادھر سے گزرے کہنے لگے بہلول یہ سناٹے قبرستان میں بیٹھے ہوئے ہو۔ جاؤ شہر کی رنگینیاں دیکھو، یہ کوئی بیٹھنے کی جگہ ہے۔ کہنے لگے کیا کریں سب اِدھر ہی چلے آرہے ہیں۔ سب کو اِدھر آنا ہے اور پھر کتنے اچھے لوگ ہیں، ہم آتے ہیں تو ہماری راہ نہیں روکتے۔ کسی کی غیبت نہیں کرتے کسی کی برائی نہیں کرتے، اتنے پرسکون اور خاموش لوگ ہیں نہ کوئی جرائم نہ کوئی بدمعاشی اتنی وسعت قلب والے ایسے لوگ کہاں ہیں تمہاری دنیا میں جو آئیں۔

تو معرفت کے وہ کلمات کہ اپنی دیوانگی میں معرفت امام سمجھا دی اور پیغام امام کو اس طرح چٹکلوں میں سنا دیا۔ یہ ہے درِ اہلِ بیتؑ کا ایک دیوانہ اور بہلول نے امام کا بچپن دیکھا ہے، امام حسن عسکری علیہ السلام کو دیکھا کھڑے رو رہے ہیں۔ کہاں آپ کیوں رو رہے ہیں، کہا خوف الٰہی میں، کہا آپ تو ابھی چھوٹے ہیں۔ ''غور کریں دیوانہ ایسا تھا تو امام کیسا ہوگا بچپن میں''۔ کہا کیا کریں بہلول جب میری ماں آگ روشن کرتی ہیں تو اس میں چھوٹی لکڑیاں پہلے ڈالتی ہیں وہ جل جاتی ہیں تو بڑی لکڑیاں جلتی ہیں میں چھوٹا ہوں تو کیا ہوا۔ سمجھایا کہ خوف الٰہی کا مزاج بنتا کب سے ہے۔ تربیت بچپن سے ہوتی ہے جوانی میں تربیت نہیں ہوتی کہ عمریں ہوگئیں تو آپ اب فقہ سمجھایئے کہ ایسے غسل کرو۔ ایسے یہ کرو ایسے وہ کرو تو وہ جو عمر گزر گئی اسکا کیا ہوگا تو آپ سب کو جاہل سمجھ رہے ہیں کسی کو کچھ آتا ہی نہیں آپ فقہ نافذ کریں گے تو جب ہوگی نہیں یہ مزاج بنتا ہی بچپن میں ہے، اگر بچپن میں نہیں بنا تو لاکھ کوشش کیجئے گا نہیں بنے

گا۔ یہ بنا بنایا مزاج ہے اور اسی طرح بنتا آیا ہے، یہ زبردستی کی باتیں ہیں، یہ ڈھونگ ہے میں اسے ڈھونگ سمجھتا ہوں اس لیے کہ یہ ابتدا کی تعلیم ہوتی ہے۔ پہلی کلاس میں بچہ پڑھتا ہے پھر دوسری میں۔ مجلس جو ہے وہ نہ پہلی کلاس ہے نہ دوسری نہ تیسری یہ پی۔ایچ۔ڈی (Phd) کی کلاس ہے اور Phd میں یہ نہیں پڑھایا جاتا کہ بیٹا اس طرح نہایا کرو اور اس طرح وضو کیا کرو اور اس طرح غسل کیا کرو جہالت کی انتہا ہے یہ سب سیکھ چکے یہ سب ماں سکھا دیتی ہے باپ سکھا دیتا ہے بغیر سیکھے اس کلاس تک نہیں پہنچے، ساری کلاسیں کیں پھر یہاں تک پہنچے۔ آپ وہ درس دے کر یہ بتا رہے ہیں کہ آپ پانچویں کلاس کے ٹیچر ہیں تو آپ سے زیادہ پڑھے لکھے یہ عوام ہیں جو نیچے بیٹھے ہیں اور یہ کیوں سنیں گے۔ اس لئے ذرا عقل سے کام لیجئے کہ جو درس معصومین نے دئیے ہیں عمر کے ساتھ ساتھ بچپن تھا تو بتایا کہ بچہ کو کیسا ہونا چاہئے اور جب جوانی آئے گی تو بتائیں گے کہ جوانی میں کیا ہوتا ہے۔

حضرت امام حسن عسکریؑ کی بزم میں شاگرد بیٹھے ہوئے تھے اب بچپن کی باتیں نہیں کہا کہ وہ اسحاق کندی اسلام کا بہت بڑا فلسفی، دانشور، ماہر علم النجوم، فقہ جاننے والا بہت بڑا عالم مشہور ہے تاریخ میں۔ اس نے طے کیا کہ قرآن کی آتیوں میں جو خامیاں ہیں تضاد ہے۔ گرامر کی غلطیاں ہیں ان سب کو جمع کر کے ایک کتاب چھاپے۔

کتاب لکھنی شروع کی اور آیتوں کے تضادات ایک جگہ جمع کئے۔ اسحٰق کندی کا ایک شاگرد بھی امامؑ کی خدمت میں آتا تھا تو امام نے ایک دن کہا کہ تم اپنے استاد کو اس کام سے منع کیوں نہیں کرتے۔ کہا استاد ہے ہم کیسے منع کریں۔

یقین کیجئے کہ اگر وہ کتاب اسحٰق کندی کی تصنیف ہو جاتی تو اس پر کتنی کتابیں تصنیف ہوگئی ہوتیں۔ جو جملے کہنے جا رہا ہوں اسے محفوظ کیجئے کہ جب کبھی کربلا

کے خلاف کوئی کتاب لکھی گئی معصومؑ نے کوئی ایکشن نہیں لیا اور جب پہلی لکھ دی گئی۔ ابن تیمیہ، غزالی۔ اور ابنِ اثیر، ابنِ کثیر نے سب کچھ لکھ دیا۔ معصومینؑ سے دشمنی کا ثبوت دیا لیکن کسی نے اُن کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ انکو دیکھ کر پھر تسلسل قائم ہوگیا۔ یہاں تک کہ ہندوستان میں مرزا حیرت دہلوی نے کہہ دیا کہ کوئی واقعہ کربلا ہوا ہی نہیں۔ افسانہ ہے۔ انکو دیکھ کر عبدالشکور نے لکھ دیا اور انکو دیکھ کر محمود احمد عباسی نے لکھ دیا ان سب کو دیکھ کر جب لکھنے کا دور ختم ہوا تو زبانی آپکے ایک سابق اسمبلی کے ممبر ہیں انہوں نے کہہ دیا کہ کچھ ہوا ہی نہیں۔ تو ایک تسلسل ہے لیکن کسی عہد میں کسی امامؑ نے کسی کے خلاف کوئی ایکشن نہیں لیا۔ لیکن قرآن کا مسئلہ جب آیا۔ کیوں جان رہے تھے کہ یہاں تم کچھ بھی کرلو تمہیں خود جواب مل جائے گا لیکن قرآن کے خلاف اگر ایک کتاب آگئی اور سلسلہ شروع ہوگیا تو گمراہ ہو جاؤ گے اس لیے چاہا کہ معاملے کو قابو میں کرلیں اب سیاست الٰہی مدنظر ہے امام نے کہا۔ تم روکتے کیوں نہیں۔ شاگرد نے کہا کیسے روکیں استاد ہے۔ تو فرمایا ''اچھا اب جانا تم اپنے استاد کے پاس اور باتوں ہی باتوں میں ایک دن یہ کہنا کہ آپ نے جو قرآن کے معنی لئے ہیں وہ آپ نے اپنے دل سے لئے ہیں یا وہ معنی لئے ہیں جو خدا نے بیان کئے ہیں اگر خدا کے بیان کئے ہوئے معنی آپ نے لیے ہیں تو یہ بتایئے کہ خدا کب آیا آپ کو معنی بتانے، اور ظاہر ہے کہ نہیں آیا۔ تو آپ نے اپنے دل سے معنی لئے ہیں اور جو دل سے معنی لئے ہیں تو کیا پتا یہ خدا کا مطلب تھا یا نہیں تو آپ کی کتاب مستند کیسے بنے گی'' شاگرد نے جا کر خدمت کی اور ایک دن کہا استاد یہ تو بتایئے کہ یہ جو آیتوں کے معنی لے رہے آپ لفظوں کے کیا خدا نے بتا دیا ہے آپ کو کہ اسکے یہی معنی ہیں یا آپ اپنے دل سے معنی لے رہے ہیں جواب نہیں دیا گھور کر دیکھنے لگا کہا یہ بتاؤ یہ بات تم خود کہہ رہے ہو یا کسی نے تم سے کہی

ہے۔ عالم تھا جملوں کا مزاج سمجھ گیا امامت اسے کہتے ہیں کہ لفظ بولے۔ کہا اپنے دل سے کہہ رہے ہو یا کسی سے سنا ہے۔ آل محمدؐ کے علاوہ کون یہ فکر دے سکتا ہے شاگرد نے کہا امام حسنؑ عسکری نے بتایا ہے کہ یہی تو بات ہے آل محمدؐ کے علاوہ یہ لفظ کوئی نہیں کہہ سکتا تھا اسحاق کندی نے کہا چراغ لاؤ چراغ آیا کتاب اٹھائی چراغ کی لو پر رکھ کر جلا دی ساری محنتیں امام کے ایک جملے پر صدقے کردی جائیں علمی کارنامے صدقے کردیئے جائیں ایک ایک جملے پر، تو نہج البلاغہ کا وزن کیا ہوگا اور صحیفہ کاملہ کا وزن کیا ہوگا جہاں ایک ایک جملہ اتنا قیمتی ہو یہ عالم ہے علم کا اور شجاعت کا یہ عالم کہ خلیفہ وقت نے کوششیں کی کہ قتل کروائے عجیب عجیب ترکیبیں۔ ایک پوری درسگاہ ایسی بنادی بنی عباس نے کہ جہاں زہر پر ریسرچ ہوتی تھی یعنی ایسا لحاف ایجاد کیا گیا تھا کہ اسکو جو اوڑھ لے وہ مر جاتا تھا۔

تو اب ایک کوشش یہ کی گئی کہ سرکش ترین گھوڑا لایا گیا جس کی پشت پر کوئی سوار نہیں ہوسکتا تھا۔ جو بیٹھ جائے اس کو گرا کر روند کر مار دیتا تھا جب وہ گھوڑا آگیا قصر کے صحن میں تو معتمد عباسی نے کہا کہ بلا کے لاؤ حسن عسکریؑ کو جب آگئے تو کہا ذرا اس گھوڑے کو جا کر پکڑ کر لجام لگا دیجئے اور سوار بھی ہو جایئے۔

اور کئی لوگ قریب گئے اور بھاگ آئے منظر بھی دکھا دیا۔ امام آہستہ آہستہ گئے بیس سال کا سن ہے تاریخ کے یہ الفاظ ہیں کہ جیسے ہی پشت فرس پر ہاتھ رکھا گھوڑا تھر تھر کانپنے لگا اور پسینہ گرنے لگا دیکھ رہا ہے معتمد باللہ کہتا ہے اب لجام بھی لگا دیجئے لجام بھی لگا دی کہا زین بھی کس دیجئے۔ توہین کر رہا تھا زین بھی کس دی کہا سوار ہو کر دکھایئے سوار ہوئے سواری کر کے دکھائی کا وادیا کہا اب کیا خیال ہے کہا گھوڑا میں نے آپ کو دے دیا لے جایئے امامؑ نے بتایا میرا امتحان لے رہا ہے۔ اس سرکش جانور سے یہاں

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

ہم سوار ہو جائیں گھوڑے پر صرف سوار ہو جائیں تو خدا آواز دیتا ہے کہ

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبۡحًاۙفَالۡمُوۡرِيٰتِ قَدۡحًا ۙفَالۡمُغِيۡرٰتِ صُبۡحًا

(سورہ عادیات آیت ۱ تا ۳)

"قسم ہے ہم کو علیؑ کے تیز دوڑتے ہوئے گھوڑوں کی اور صبح دم جا کر لشکر پر حملہ کرنے کی قسم انکے سُموں سے نکلنے والی چنگاریوں کی قسم انکے منہ سے گرتے ہوئے جھاگ کی قسم"۔

ہم گھوڑے پر بیٹھ جائیں تو سورہ لے آتے ہیں تو کس کا امتحان لے رہا ہے۔ ہم صرف سوار ہو جائیں تو آیتیں نازل ہونے لگتی ہیں وہ امت والے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ۔

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

دراصل اُمّت نے اندھیروں میں گھوڑے دوڑائے ہیں ہم نے روشنیوں میں گھوڑے دوڑائے ہیں صبح دم کی قسم قرآن کہہ رہا ہے کہ صبح کو جا کر حملہ کیا ہم نے روشنیوں میں گھوڑے دوڑائے ہیں تا کہ اُمّت اندھیروں میں نہ رہ جائے آپ نے افریقہ کے جنگوں میں دوڑائے ہونگے اور تاریخ کے اندھیروں میں دوڑائے ہونگے۔

اُمّت اور ہے امام اور ہے اور گھوڑے پر مجلس پڑھ چکا امام بارگاہ علی رضاؑ میں وہ تفصیل یہاں بیان نہیں کرنا ہے۔

اس گھر میں گھوڑا کس طرح امام کو پہچانتا ہے اور عظمت سمجھتا ہے معتمد باللہ امتحان لے رہا تھا امام نے پوری تاریخ پہلے امام سے لے کر اپنے تک عمل سے سامنے رکھ دی کہ یہاں ایک جانور بھی ہمارا احترام کس طرح کرتا ہے اور اسکے بعد جس نے محبت کی وہ کسی مصیبت میں اگر پڑ گیا تو زمانے کو بتایا کہ ہماری محبت نے کبھی نقصان نہیں دیا جس نے محبت کی اس نے فائدہ اٹھایا "ابنِ عیاش" مشہور نگینہ تراش ہے جو ہری ہے

روتا ہوا آیا خدمت میں اور کہا۔ مولا غضب ہو گیا۔ خلیفۂ وقت نے مجھے ایک یاقوت دیا تھا تراشنے کے لیے انگوٹھی بنانے کے لئے میں اسے تراش رہا تھا دو ٹکڑے ہو گیا ٹوٹ گیا بیچ سے۔ قیمتی پتھر تھا اب مجھے خوف ہے کہ ابھی وہ یاقوت منگوائے گا سپاہی آئیں گے مجھے لے جائیں گے اور قتل کر دیں گے آپ سے صرف یہ کہنے آیا ہوں کہ میرے بعد میرے گھر والوں کا خیال رکھئے گا میرے بچوں کا خیال رکھیئے گا۔

امام مسکرائے ابنِ عیاش حیران ہو گیا۔ کہا مجھ پر مصیبت آئی ہے آپ مسکرا رہے ہیں فرمایا۔ ابنِ عیاش گھبراؤ مت پریشان مت ہو جاؤ گھر چلے جاؤ روتے روتے کہتا گیا مولا خیال رکھیئے گا پھر مسکرائے کہا گھبراؤ نہیں جاؤ گھر جاؤ۔ اِدھر گھر آیا اُدھر سپاہی آیا کہا چلو خلیفہ نے بلایا ہے کہا اتنی مہلت دو کہ امام کے پاس ہو لوں سپاہی کے ساتھ آیا کہا دیکھئے بلاوا آ گیا اب قتل کر دیا جاؤنگا، میرے مرنے کے بعد آپ میرے گھر کا خیال رکھیئے گا، امام پھر مسکرائے کہا ابنِ عیاش پریشان نہ ہو ہم سے تمہیں محبت ہے۔ کہا ہاں محبت ہے۔ کہا تو چلے جاؤ دربار میں ابنِ عیاش دربار میں داخل ہوا، جیسے ہی تخت کے سامنے آیا ایک بار خلیفۂ وقت نے آواز دی ابنِ عیاش اس دن ہم نے جو تمہیں یاقوت دیا تھا۔ اسکے دو ٹکڑے کر دو جب تم چلے گئے میری دونوں کنیزوں میں جھگڑا ہوا ایک کہتی تھی انگوٹھی میں لوں گی دوسری کہتی تھی انگوٹھی میں لونگی میں نے فیصلہ کیا ہے دو انگوٹھیاں بنا دو تا کہ میں دونوں کو انگوٹھی دے دوں۔ ابنِ عیاش کے اب سمجھ میں آیا کہ امامؑ کی مسکراہٹ بھی بلاؤں کو ٹالا کرتی ہے۔ مصیبتوں کو ٹالا کرتی ہے وہ صرف مسکرا دیں تو طوفان ٹل جائیں۔ کچھ نہیں کہتے صرف مسکرا دیں تو چاہنے والا بچ جایا کرتا ہے یہ ہے امامت، یہ ہے معرفتِ امامؑ، یہ ہے عظمتِ امامؑ اور پھر زندگی کا وہ اہم واقعہ امام حسن عسکریؑ کو قید میں ڈال دیا گیا اور قید میں صرف اس لئے ڈالا گیا تھا کہ یہ پتا تھا

کہ اب جو آنے والا ہے وہ آخری امام ہوگا۔

ہزاروں حدیثیں نبیؐ کی موجود تھیں کہ اب جو آخری آئے گا وہ بارہواں ہوگا اس لئے کوشش یہ ہے کہ وہ نہ آنے پائے زوجہ کے پاس نہ رہیں گھر میں نہ رہیں قید میں ڈالو۔ لیکن کیا کہنا مصلحت خداوندی کا وہاں فرعون موسیٰؑ کو نہ روک سکا وہاں نمرود ابراہیمؑ کو پیدا ہونے سے نہ روک سکا ہزاروں بچے قتل کروا دیئے فرعون و نمرود نے لیکن ابراہیمؑ بھی پیدا ہو کے رہے موسیٰؑ بھی پیدا ہو کے رہے تو یہاں بھی قدرت نے بتایا کہ تم لوگ روک نہ سکو گے جب بادشاہ مر جائیگا اور دوسرا آنے والا ہوگا تو یہ قید سے آزاد ہونگے اور اسی دور میں ہم روم سے نرجس خاتون کو لائیں گے انتظام ہو چکا تھا پھر قید میں گئے حضرت ولیٔ عصر کی کا ظہورِ نور ہو چکا تھا پھر امام حسن عسکریؑ قید میں چلے گئے اور پھر قید میں ہی رہے اور وہیں شہادت بھی ہوئی۔ لیکن قدرت نے دکھا دیا کہ ہم آخری حجت کو کس طرح زمانے میں لے آئے، جبکہ امام حسن عسکریؑ قید میں ہیں۔

جب مصیبت پڑی عیسائی راہب نکل آیا ہاتھ اٹھائے بادل آئے پانی برسنے لگا جدھر جاتا قریہ قریہ گاؤں گاؤں سامرے تک آ گیا خلیفہ کو بھی پتہ چل گیا لوگ اسلام چھوڑ کر عیسائی ہونے لگے کہ راہب تو یہ معجزہ دکھا رہا ہے بادل بلاتا ہے اور پانی برستا ہے۔ جب گھبرا گیا خلیفہ تو اب علم کا دریا یاد آیا کہا قید سے لاؤ حسنؑ بن علی کو لاؤ۔ فرمایا کیا بات ہے کہا یہ مسئلہ ہے۔ اگر شرط لگا دیتے کہ مسئلہ حل کر دونگا قید سے آزاد کر دے۔ بتایا کہ جب نانا کے دین پر مصیبت آتی ہے تو اپنا ذاتی مسئلہ نہیں پیش کیا کرتے یہ ہے امام کی پہچان۔ کوئی شرط نہیں لگائی دین ہمارا ہے ہم بچائیں گے تو ہاتھ جوڑ رہا ہے تو عاجز ہو گیا اب ہم آئیں گے اور امام کی عظمت بتائیں گے آ گئے قید سے باہر۔ فرمایا اب جو یہ راہب ہاتھ اٹھائے اسکے ہاتھ کے درمیان جو چیز ہو وہ چھین لینا

لوگ آگے بڑھے اور ہاتھ کے درمیان سے ایک ہڈی اٹھالی۔ میں پڑھ رہا تھا یہ واقعہ پچھلے سال انچولی میں تو پرچہ آ گیا تھا کہ نبیؐ کی ہڈی کیسے ہو سکتی ہے، نبیؐ کا تو پورا جسم قبر میں محفوظ ہوگا اسکی ہڈی کہاں سے راہب کو مل گئی۔

جب تاریخ کا مطالعہ نہیں ہوتا تو یہ سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

انجیل پوری کی پوری بھری پڑی ہے اور تاریخ اسلام اور خود قرآن بھی بتا رہا ہے کہ ستر ستر ہزار انبیاء بنی اسرائیل نے بعدِ موسیٰؑ قتل کئے اور ہر ایک کے قتل کا طریقہ یہ تھا کہ پوری امت مل کے جب نبی کو قتل کرتی تھی تو ہڈیاں ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھیلا دیتی صحرا میں اور بعض انبیاء میں جنکے جسم کے پور پور الگ کئے گئے ہیں۔

تو یہ بنی اسرائیل کے ان انبیاء میں سے ایک نبی کی ہڈی اسے ملی جو گرجا کے لئے لوگ تبرک کے طور پر اُٹھا لے گئے تھے۔ یہ ہے تاریخ اس لئے ایک مثال کے لئے امام کے واقعے کو باطل نہیں کر سکتے چونکہ مثال آپ کے سامنے نہیں تھی اس لئے واقعہ کو غلط سمجھ لیا، امامؑ نے فرمایا اس ہڈی کو لے جا کر احترام سے دفن کر دو۔ واقعہ نے یہ تو بتایا کہ جب نبی کی ہڈی میں ایسی رحمت ہے کہ بارش ہونے لگے تو رحمت اللعالمین کیسا ہوگا۔

معصوم امامؑ نے فرمایا کہ اب ذرا ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کرو راہب اب کیا ہاتھ اٹھاتا اور کیا دعا کرتا شعبدہ بازی ختم ہو گئی راہب کو گرفتار کر کے قید خانے میں ڈال دیا گیا اور اسکے بعد مصلّیٰ وہیں بچھا دیا دو رکعت نماز پڑھی ہاتھوں کو بلند کیا بادل آئے بادل گرجے بارش کے آثار پیدا ہوئے، لوگوں نے چاہا کہ گھر کو جائیں فرمایا گھبراؤ نہیں یہ بادل بغداد میں برسیں گے۔ کچھ دیر کے بعد پھر بادل آئے پھر لوگ چلے پھر فرمایا۔ یہ خراسان میں برسیں گے۔ پھر بادل آئے کہا یہ فلاں شہر میں برسیں گے پھر سیاہ بادل آئے کہا اب گھر چلے جاؤ لیکن جلدی نہ کرنا کہ جانے میں ٹھوکر کھاؤ اور گر جاؤ، اس مجمع

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

کا آخری شخص جب تک آخری قدم اپنے گھر میں نہیں رکھ لے گا پہلی بوند نہیں گرے گی۔
یہ ہے امامت۔ بس اب امام سے اتنا پوچھ لیجئے کہ مولاؑ اشارہ کرتے تو بادل آتے اور پانی برسنے لگتا یہ دو رکعت نماز کیوں پڑھی دیکھیں تبلیغ اس طرح ہوتی ہے اس طرح نہیں ہوتی کہ بچوں سے کہو نماز پڑھا کرو مار مار کر نہیں پڑھائی جاتی اِسی طرح سیرت سے مثالیں دی جاتی ہیں تب بات ہوتی ہے۔ حالیؔ اور میر انیسؔ میں فرق یہی ہے انیسؔ نے کھل کر تبلیغ نہیں کی شخصیتیں پیش کی اور سیرت سمجھا دی، ابتک کلام پڑھ کر ہر شخص متاثر ہو رہا ہے، حالیؔ نے براہِ راست کہا کہ تم ذلیل مسلمان ہو سب ''مسدسِ حالی'' سے بیزار ہو گئے کوئی نہیں پڑھتا۔ کلام اقبال کوئی نہیں پڑھتا جب شکوہ لکھا تھا تو اس پر عوام نے کہا کہ کافر ہو۔ لیکن انیسؔ کے کسی مرثیے پر کسی نے نہیں کہا کہ کافر ہو حالانکہ جو اقبالؔ نے تبلیغ کی تھی وہی انیسؔ نے بھی کی لیکن انیسؔ نے شخصیتیں دکھا کر تبلیغ کی ہے۔
یہی فرق تقریروں میں بھی ہوتا ہے۔ وہ تقریریں جو براہ راست ہوں کوئی نہیں مانتا اور جب سیرتوں کے نمونے پیش کر دیئے جائیں تو لوگ مان لیتے ہیں خود دل پر اثر ہو جاتا ہے۔ اشارہ کرتے بادل آتے بارش ہو جاتی پوچھئے امام سے۔ کہا نہیں تم نے نہیں دیکھا کہ آفتاب پلٹا تو فوراً میرے جد نے نماز پڑھی میں نے بادل آنے سے پہلے نماز پڑھ لی کیوں؟ اس گھر کا دستور یہ ہے جب معجزہ دکھایا جائے یا پہلے نماز پڑھی جائے یا بعد میں اس لئے کہ یہ وہ کام ہے جو امت نہیں کر سکتی ہم کو دیکھ کر کہیں دنیا ہم کو خدا نہ سمجھنے لگے اس لئے ہم نماز پڑھتے ہیں کہ ہم کو خدا نہ سمجھنا رب وہی ہے معجزہ کو اسکے لئے دکھایا ہے اپنے لئے نہیں کہ ہماری خدائی کے قائل ہو جاؤ۔ ایک جگہ ذرا سا یہ مسئلہ ہو گیا تھا شاید خدا نے یہ چاہا کہ ایک نمونہ دکھا دیں تا کہ دلیل بن جائے۔ اس دلیل کو مان لو کہ معصوم معجزہ دکھا کر یا دکھانے سے پہلے نماز کیوں پڑھتا ہے۔ تا کہ وہی رب مانا

جائے لیکن ایک جگہ نہروان کی لڑائی میں جب خارجیوں کا لشکر سامنے سے آیا تو لشکر کو دیکھ کر علیؑ نے کہا گھبراتے کیوں ہو۔ یہ نو (۹) ہزار کا لشکر ہے ان کے نو (۹) بچیں گے ہمارے نو مریں گے گھبراؤ نہیں اور اپنے جو نو مریں گے انکے نام یہ ہیں ولدیتیں یہ ہیں، قبیلے یہ ہیں اور دشمن کے جو نو (۹) بچیں گے انکے نام انکے قبیلے انکی ولدیتیں یہ ہیں۔ لڑائی شروع ہوئی خطبہ نہج البلاغہ میں موجود ہے مولا علیؑ فرماتے ہیں۔
''ہم بتائیں چہروں کو دیکھ کر کہ کہاں سے آ رہے ہو کہاں جا رہے ہو کیا کر کے آئے ہو کیا کرنے والے ہو کہو تو بتائیں'' خطبہ ہے پورا
لڑائی تمام ہوئی ابن ابی الحدید معتزلی شارح نہج البلاغہ کہتا ہے کہ
''اسکو ہم کیا کہیں تاریخ کی حقیقت ہے یا علیؑ کا معجزہ ہے، حیران ہیں ہم یہاں پر اگر علیؑ کے سارے معجزوں کا اِنکار کریں تو یہ تو تاریخ کی حقیقت ہے کہ لڑائی کے بعد ان کے نو بچے علیؑ کے لشکر کے نو مرے جو نام بتائے تھے وہی نام تھے جو ولدیتیں بتائی تھیں وہی ولدیتیں تھیں''
اور جب وہ نو جو بچ گئے تھے جب وہ ڈر کر بھاگے تو علیؑ نے ان کو پکڑ کر بلوایا تو ڈر کے مارے اس معجزے کو دیکھ کر جو نام بتائے تھے علیؑ نے وہی ہیں ہمارے نام اور لاشوں کو دیکھ کر کشتوں کو دیکھ کر جب ڈرتے، کانپتے آئے تو قدموں سے یہ کہہ کر لپٹ گئے آج پہچانا، تو ہی ہمارا رب ہے ان نو کا سردار نُصیر تھا۔ اسی نے قبیلہ چلایا تو آج پورا شام آدھا لبنان اسرائیل نُصیریوں سے بھرا پڑا ہے۔ نو بچے تھے تو لاکھ سے بھی زیادہ پائے جاتے ہیں ایک جگہ پر ذرا سے تاریخ میں ایک لمحہ آیا تو علیؑ کو خدا کہنے والے دنیا میں پھیل گئے اور عالم یہ ہے کہ آج یہاں نام علیؑ لیں تو گولیاں چلنے لگتی ہیں۔ اسلام کے دعویدار خود ہی حملے کر دیتے ہیں تو آپکے ملک میں یہ ہے نا کسی نُصیری سے ٹکرائیں تو پتا

چلے۔ بھئی یہاں تو اتحاد کا مسئلہ ہے ہم چاہتے ہیں سب بھائی بھائی رہیں قتل و غارت نہ ہو اس لئے ظاہر ہے کہ ان مسئلوں کو دبا دیتے ہیں۔ ختم کر دیتے ہیں کہ کسی طرح سے عذاب کٹے لیکن وہاں ذرا ٹکرا جائیں۔
ایک نُصیری ٹرین میں جا رہا تھا ایک صاحب گئے اور انہوں نے حلیہ دیکھا۔ کہنے لگے آپ کس مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ کہنے لگا میں نُصیری ہوں، کہنے لگے اچھا ہوا آپ مل گئے سنا تو ہے بہت کچھ جانتے نہیں نُصیری کے بارے میں ذرا کچھ اپنا تعارف کروائیے کہا تعارف کیا کروائیں یہ آپ دیکھ رہے ہیں جیب میں میرے ہاتھ ہے۔ بولے کیوں ہے جیب میں ہاتھ وہ بولا یہ پستول پر ہاتھ رکھا ہوا ہے جیسے ہی آپ قریب آنے لگے ہم نے پستول پر ہاتھ رکھ دیا۔ ہم یہی کرتے ہیں کہنے لگے کیوں۔ وہ بولا جو بھی قریب آتا ہے اگر اتفاقاً بھی اسکی زبان سے علیؑ کی برائی نکل جائے تو میرا ہاتھ چل جائے گا۔ ہم نُصیریوں کا پہلا عقیدہ یہ ہے کہ ہمارا جو بھی انجام ہو ہم گولی مار دیتے ہیں تو ذرا کبھی نُصیریوں سے ٹکراؤ جا کر ہم لوگ تو بہت سیدھے سادے لوگ ہیں ماتم کیا بس سوا دو مہینے اسکے بعد فرش اٹھایا۔ اپنے گھر کے ہوئے پھر تو کوئی خبر بھی نہیں رکھتا کہ کہاں کیا ہو رہا ہے نُصیری سے ٹکرائیں جا کر علیؑ کے دشمن تو بات ہے وہ آپ کی کیا پرواہ کریں گے آپ ان کے خدا کو برا کہہ دیں گے آپ سے کیا ہمدردی ہے۔ بچہ پیدا ہوتا ہے اس سے ہمدردی نہیں ہے دنیا اپنی اولاد سے محبت کرتی ہے کہ چشم و چراغ آ گیا اب گھر کا مالک آ گیا اور ان کے یہاں بچہ آیا پہاڑی پہ لے گئے اٹھا کر پھینک دیا یہ کہہ کر کہ اگر دنیا کے خدا کا بندہ ہے تو مر جا اور اگر ہمارے رب علیؑ کا بندہ ہے تو زندہ رہ، بچہ بچ جاتا ہے تو بچہ سے ہمدردی نہیں ہے کہ اگر تو علیؑ کا نہیں ہے تو مر جا اسی لئے یاسؔ یگانہؔ چنگیزی نے غزل میں کہا تھا۔ بڑے بڑے صوفیاء نے دعوے کئے انا الحق منصور

نے کہا تھا، تو یگانہ کہتے ہیں کہ

علیؑ کا بندہ ہو کر بندگی کی آبرو رکھ لی
یگانہؔ کے لئے کیا دور تھا منصور ہو جانا

علیؑ اگر سامنے نہ ہوتے تو نہ معلوم کتنے خدا بن گئے ہوتے تو علیؑ ولی اللہ نے دنیا کے انسانوں کو فرعون سے اور نمرود بننے سے روکا ہوا ہے آپ کیا سمجھے کہ علیؑ کی شخصیت کیا ہے۔
انار بادشاہ کے سامنے پیش کر دیا گیا کہا آپ نے دیکھا کہ تازے انار آئیں ہیں پیڑ سے اور اس پر خلفائے راشدین کے نام لکھے ہوئے ہیں اب تو ماننا ہی پڑے گا، انار میں خدائی معجزے سے نام لکھ گئے انار میں اب کیا کریں۔ استغاثہ کیا جا کر صحرا میں کہ آپ ہی آیئے اور مسئلہ حل کیجئے آ کر ورنہ ہم سب قتل کر دیئے جائیں گے انکے نام انار پر چھپ گئے ہیں دیکھئے چھپے تو کہاں چھپے انار پہ۔ استغاثہ کیا آیئے کہا جاؤ اب جب وزیر آئے تو بادشاہ کے سامنے وہ انار منگا دینا اور بادشاہ سے کہنا یہ ساری چال وزیر کی ہے اس نے سانچے بنائے اس پر نام کندہ کرائے انار جب چھوٹے تھے ان سانچوں کو انار پر چڑھا دیا جیسے جیسے انار بڑھتے گئے جہاں جہاں جگہ خالی تھی ادھر انار بڑھا نام انار پر چھپ گیا اور فلاں محل کی کوٹھری میں وہ سانچے پڑے ہیں وزیر سے کہو، جا کر انار لے آئے اور اب یہ ہمارا معجزہ ہے بادشاہ سے کہنا انار توڑے، انار ٹوٹے تو دھواں نکلا جلے ہوئے انار تھے تو صرف نام جس انار پر چھپ جائیں تو وہ انار جل جاتے ہیں۔ حالانکہ خدا کی تخلیق ہے اسکی نعمت ہے مگر اللہ نے وہ انار ہی جلا دیئے غور کیا آپ نے اس طرح ہر منزل پر مدد ہوتی ہے یہاں بھی خط گیا حسین ابن روح سے پوچھا گیا، آخری نائب سوال یہ ہے کہ حسین ابن علیؑ نبیؐ کے چہیتے نواسے تھے اور نبیؐ خدا کا محبوب تھا محبت کا ایک تسلسل ہے وہ خدا کے چہیتے یہ خدا کے چہیتے اسکے باوجود کربلا میں اتنی مصیبتیں

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

پڑیں حسینؑ پر اللہ نے اپنے نبیؐ کے چہیتے نواسے کی مدد کیوں نہیں کی کیا کیا مصیبتیں پڑ گئیں اور اللہ نے کوئی مدد نہیں کی حالانکہ ہم انبیاء کی تاریخ میں دیکھتے ہیں کہ یوسف چھوٹے سے تھے بھائیوں نے کنویں میں ڈال دیا قافلے والے لے جا کر مصر میں بیچنا چاہتے تھے راہ میں یوسفؑ ٹھہرے تو یاد آیا سامنے قبرستان میں میری ماں کی قبر ہے یوسفؑ چلے گئے سات سال کے تھے ماں کی قبر سے لپٹ کر رونے لگے سوداگر جو آیا وہ سمجھا بچہ بھاگ گیا ڈھونڈتا ہوا چلا جب قبرستان میں پہنچا تو دیکھا بچہ قبر کے پاس بیٹھا ہے غصہ میں تھا تلاش کر رہا تھا دیر سے۔ غصہ جو آیا تو یوسفؑ کا بازو پکڑ کر کھینچتا ہوا چلا اور ایک طمانچہ منہ پر مارا۔ ہونے والا ہے نبی۔ ہے نہیں۔ تو زمین ہلنے لگی طوفان کے آثار نظر آئے ایک نبیؐ کے فرزند کے منہ پر سوداگر نے طمانچہ مارا۔ لیکن یوسفؑ کے کرم سے طوفان تھم گیا آنسو پی گئے خاموش ہو گئے صبر کر گئے طوفان رک گیا یوسفؑ جیسے نبی کے اوپر ظلم ہو تو آثار طوفان آ جائیں حسینؑ تو فخرِ یوسف تھے طوفان کیوں نہیں آیا۔ دیکھئے سوال کیا عجیب ہے اور معصوم کے علاوہ کون حل کر سکتا ہے انسانی دماغ اس سوال کو نہیں حل کر سکتا تھا جواب دلیل امامت ہے کہ امام ہے۔ جواب آیا حسین ابن روح ہمارے چاہنے والوں سے کہہ دو۔ پیغام سنا دو کہ اللہ کے لئے کوئی مشکل نہیں تھا شبِ عاشور پیغام آیا تھا معبود کا ملک نے آ کر کہا تھا کہ خدا نے تمھارا مقدر قرار دیا ہے فتح کو، حسینؑ اب لقائے رب لے لو یا فتح اور قیامت تک کی زندگی پسند کر لو۔

حسینؑ نے فتح اور قیامت تک کی زندگی کی جگہ مرضیٔ رب یعنی لِقائے رب کو لے لیا مرضیٔ رب کو لے لیا اور اگر حسینؑ چاہتے تو عاشور کے دن ہر آن پیغام مبر آ رہا تھا کہ اس لئے موجود رہوں کہ حسینؑ اشارہ کریں تو زمین شق ہو جائے حسینؑ اشارہ کریں تو آسمان پھٹ کے گر پڑے فرات کے پانی سے طوفانِ نوح بلند ہو جائے ملک مقرب

انتظار میں ہے لیکن حسینؑ مڑ کر کسی ملک مقرب کی طرف نہیں دیکھتے اس کی وجہ یہ تھی کہ حسینؑ اشارہ کر دیتے تو طوفان آ جاتا زمین پھٹ جاتی سیلاب آ جاتا لیکن باپ کا واقعہ تاریخ میں محفوظ تھا جنگ نہروان کا اُمت کو پچاس سال ہوئے تھے مسلمان ہوئے سب کے ایمان کچے تھے یہ سب اپنی جان بچانے کے لئے سوچتے جب طوفان کو دیکھتے کہ حسینؑ کی طرف طوفان آ رہا ہے تو اس صحرا میں کوئی مددگار نہیں تھا جان بچانے کے لئے حسینؑ سے معجزہ دیکھ کر قدموں سے لپٹ کر کہتے آج پہچان گئے تو ہی خدا ہے بچا لے تو ہی رب ہے تو اس دن پورا اسلام وہاں پر موجود تھا۔ حسینؑ کو خدا مان لیا جاتا تو پھر وہ رب نہ ہوتا حسینؑ رب ہوتے نزاکت پر غور کیجئے کہ اگر حسینؑ کو اس دن کُلِ کفر خدا مان لیتا پھر کون سا دین ہوتا حسینؑ نے بتایا جو ملتی ہوئی خدائی کو ٹھکرا دے وہ یزید کی شاہی لے کر کیا کرے گا ہم نے تو خدائی ٹھکرائی ہے اور یہ کہہ ٹھکرایا ہے میرے بعد گھر نہ رہے تو نہ رہے تیرا نام رہے حسینؑ نے امت کے لئے جتنی بڑی قربانیاں دی ہیں قیامت تک امت احسان نہیں اتار سکتی اگر ان کی یاد میں یہ چند لمحے گزارے جاتے ہیں تو کوئی احسان نہیں رہا بس بات اتنی ہے کہ پہچان میں کمی ہے یہ کوششیں اسی لئے ہوتی ہیں کہ زمانے کو بیداری مل جائے۔

تقریر خاتمے پر پہنچی، حسینؑ خیمے میں آخری رخصت کو آئے ہیں، سکینہؑ باپ کے دامن سے لپٹی ہوئی ہیں، فرماتی ہیں، بابا اگر آپ جا رہے ہیں تو مجھے تھوڑا سا پانی پلا دیجئے کہا اچھا سکینہؑ بہت پیاسی ہو زمین پر ٹھوکر ماری چشمہ جاری ہوا کہا بی بیؑ کتنا پانی پیو گی پی لو سکینہؑ پانی لیکن بی بیؑ ذرا سامنے تو دیکھو سکینہؑ نے دیکھا کئی لاکھ انسان زبانیں نکالے ہوئے کھڑے ہیں بابا یہ کون لوگ ہیں۔ بیٹا یہ تیرے نانا کی امت ہے کہا بابا یہ تو ہم سے بھی زیادہ پیاسے ہیں کہا ہاں سکینہؑ یہ محشر کی پیاس ہے بتاؤ بیٹا ان کی پیاس بجھانا

Presented By: https://jafrilibrary.org

چاہتی ہو یا اپنی پیاس کہا بابا ان کی پیاس کہ بیٹا پھر آج پانی نہ پیو چشمہ نگاہوں سے غائب ہو گیا آپ نے دیکھا اس مصیبت کے عالم میں امت کا خیال ہے کاش دنیا یہ سمجھ جاتی کہ حسینؑ امت پر کتنے شفیق تھے کتنے مہربان تھے تو آج پورا عالم اسلام حسینؑ کا احترام کرتا۔

کتنا خیال تھا تلوار چلا رہے تھے قتل ہوتا تھا مگر جب گرتا تھا زخمی ہو کر اور مڑ کر اس طرف دیکھتے تھے تو آنکھوں میں آنسو آ جاتے ارے یہ امت ہے جس کے لیے ناناؐ نے کوششیں کی تھیں کہ کلمہ پڑھ لے لیکن آج ہم کو اپنے ہاتھ سے ان کو قتل کرنا پڑ رہا ہے اتنا رحیم امام کتنا شفیق امام اور پھر یہ آواز دے کہ معبود یہ امت اب یہ چاہتی ہے کہ تیرا نام نہ رہے لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تیرا نام نہ رہے ہمارے نانا کی قربانیاں ہمارے بابا کی قربانیاں ہمارے بھائی کی قربانیاں سب رائیگاں چلی جائیں گی۔ وہیں سے ربط دے رہا ہوں کہ حسینؑ یہ کہہ رہے تھے کہ تو رہے اور کچھ نہ رہے معبود تو رہ جائے گا تیرا نام رہ جائے گا چاہے کچھ رہے یا نہ رہے علی اکبرؑ تم نہ رہو اس کا نام رہے۔ قاسمؑ تم نہ رہو اس کا نام رہے علی اصغرؑ آؤ تم بھی چلو اور دستور یہ تھا کربلا میں حسینؑ کا ہر شہید کے بعد کہ جب لاشہ لاتے تھے اُٹھا کر تو علماء نے لکھا کہ لاش کو ہاتھ پر بلند کرتے اور آسمان کی طرف دیکھ کر کہتے کہ معبود اس قربانی کو قبول فرما اس ہدیے کو قبول کر لے یہی وجہ تھی کہ فاطمہ زہراؑ نے زینبؑ سے یہ کہا تھا کہ بی بیؑ آخری ہدیہ ہماری طرف سے ہوگا عباسؑ علیؑ کا ہدیہ ہے علی اکبرؑ رسولؐ کا ہدیہ ہے قاسمؑ حسنؑ کا ہدیہ ہے حسینؑ میرا ہدیہ ہے زینبؑ کون ہے جو اس ہدیے کو اُٹھا کر بارگاہِ الٰہی میں پیش کرے، بیٹا زینبؑ! یہ ذمہ داری تمہاری ہے، اب آپ سمجھے کہ مقتل میں زینبؑ بعدِ شہادتِ حسینؑ کیوں گئیں تھیں، شہادت نہیں پڑھنی۔

حسینؑ مقتل میں اکیلے ہیں:-

جس روز تھا یہ حشر یہ ماتم یہ شور و شر
آ پہنچا اک مسافرِ غربت زدہ اِدھر
نکلا تھا گھر سے شوق نجف میں وہ خوش سیر
چھوڑے ہوئے وطن اُسے گزرا تھا سال بھر

بے خانماں کو عشق خدا کے ولی کا تھا
مشتاق وہ زیارتِ قبرِ علیؑ کا تھا

پہنچا جو کربلا میں تو دیکھا یہ اس نے حال
تنہا کھڑا ہے ایک مسافر لہو میں لال
فوجیں ستم کی گرد ہیں آمادۂ قتال
چلتے ہیں تیر، پانی کا کرتا ہے جب سوال

از بس کہ اہلِ درد تھا بے تاب ہو گیا
پانی کے مانگنے پہ جگر آب ہو گیا

کہنے لگا لرز کے وہ ذی قدر و نیک نام
اللہ کس قدر ہے پُر آشوب یہ مقام
دریا خدا نے خلق کئے بہرِ فیض عام
مرتا ہے بے اجل یہ ستم کش یہ تشنہ کام

اُن سے بشر ڈرے جنھیں خوفِ خدا نہیں
جلدی نکل چلو یہ ٹھہرنے کی جا نہیں

دو چار گام بڑھ کے یہ سوچا وہ نامور
مظلوم کی دعا میں ہے سب طرح کا اثر
واللہ برگزیدۂ حق ہے یہ خوش سیر
کر لیجئے التماسِ دعا ہاتھ باندھ کر

تیغوں میں اس کے پاس چلو جو خدا کرے
آساں ہوں مشکلیں جو یہ بندہ دعا کرے

آیا جو کانپتا ہوا وہ شاہِ دیں کے پاس
کی عرض السَّلامُ علیک اے فلک اساس
مولا جواب دے کے یہ بولے بہ درد و یاس
آنا ہوا کدھر سے ترا اے خدا شناس

عرض اُس نے کی غلام شہ ذوالفقار ہوں
بیکس ہوں بے نوا ہوں غریب الدیار ہوں

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

دو صاحبوں کے شوق میں چھوڑا ہے میں نے گھر ‏ حسرت یہ ہے نصیب کرے یاوری اگر
پہلے تو ہوں نجف کی زیارت سے بہرہ ور ‏ منظور پھر وہاں سے مدینے کا ہے سفر
پاؤں گا دولتیں ہیں اگر سر نوشت میں
رستے میں موت آئی تو پہنچا بہشت میں

فرمایا آپ نے کہ مدینے میں کیا ہے کام ‏ عرض اس نے کی وہی تو ہے دنیا میں اک مقام
اُس سرزمین پہ ہے مرا آقا مرا امام ‏ برسوں سے جس کے عشق میں روتا ہوں صبح و شام
حیدرؑ کے جان و دل ہیں شہ مشرقین ہیں
صدقے میں اس جگہ کے وہیں تو حسینؑ ہیں

اک میرا شاہزادہ ہے ہم شکل مصطفےٰؐ ‏ شہرہ ہے جس کی شکل و شمائل کا جابجا
ماں کا مرادوں والا پسر ہے وہ مہ لقا ‏ سائے میں شہ کے اُس کو سلامت رکھے خدا
اس رشکِ گل سے دور خزاں کی بلا رہے
یارب ! چمن حسینؑ کا پھولا پھلا رہے

یہ سُن کے آپ آئے مسافر کے متصل ‏ پھیلا کے دونوں ہاتھ کہا، آ گلے تو مل
ہاں بھائی سچ ہے صدمۂ فرقت ہے جاں گسل ‏ اِس دم بہل گیا ترے آنے سے میرا دل
طاقت کلام کی نہیں پاتا یہ ضعف ہے
چہرہ ترا نظر نہیں آتا یہ ضعف ہے

میرا ہے اب یہ حال کہ زخموں سے چور ہوں ‏ جنگل میں موت لائی ہے بستی سے دور ہوں
اک خاکسار بندۂ ربِ غفور ہوں ‏ عالم ہے اس کی ذات میں بے قصور ہوں
کہنے میں بات آتی ہے یہ کچھ گلا نہیں
دن تیسرا ہے آج کہ پانی ملا نہیں

مولا سے ہاتھ جوڑ کے بولا وہ دل کباب ‏ لے آؤں دوڑ کر مرے شربے میں کچھ ہے آب
کیجے زبانِ خشک کو تر بہرِ بوتراب ‏ بولے ہلا کے سر کو شہ آسماں جناب
اب انتظار موت کا ہے کیا جیوں گا میں
سب پیاسے مر گئے ہیں نہ پانی پیوں گا میں

درکار جو تجھے ہو وہ لے بہرِ کردگار ‏ پیدل اگر ہے تو، تو یہ حاضر ہے راہوار
ناقہ بھی لے، ترا تو ہے آقا وہ نام دار ‏ سائل کو جس نے روٹی کے اونٹوں کی دی قطار
بیکس ہوں گو کہ آج پہ عالی مقام ہوں
شرما نہ تو کہ میں بھی علی کا غلام ہوں

عرض اس نے کی حضور سے اب ہے یہ التجا ‏ کیجے اُٹھا کے ہاتھ مرے حق میں یہ دعا
پہنچا دے مجھ کو قبرِ علیؑ پر مرا خدا ‏ مولا نے آسماں کی طرف دیکھ کر کہا
جس کو نہیں زوال وہ دولت نصیب ہو
یارب اِسے علیؑ کی زیارت نصیب ہو

تسلیم اس نے کی تو یہ بولے شہ انام ‏ قبرِ علیؑ پہ جا کے یہ کہنا مرا پیام
آتے ہیں آپ درد و مصیبت میں سب کے کام ‏ میں بیکس و غریب بھی ہوں آپ کا غلام
تنہا ہوں دشمنوں میں ، خبر آ کے لیجئے
ہنگامِ ذبح گود میں سر آ کے لیجئے

سن کر بیانِ شاہ رہی ضبط کی نہ تاب ‏ آنسو بہا کے سر کو جھکایا بصد حجاب
دل سے کہا کہ ہے لبِ بام اب یہ آفتاب ‏ بیکس کے کام آؤ کہ اس میں بھی ہے ثواب
احساں کا یہ عوض ہے کہ احسان کیجئے
اب سر علی کے نام پہ قربان کیجئے

حضرت سے عرض کی کہ نہ جائے گا اب غلام ‏ بس جی چکا بہت ہی مرنے کا ہے مقام
اب دیجئے رضا کہ بڑھوں کھینچ کر حُسام ‏ وہ کام چاہیئے کہ رہے تا بہ حشر نام
دیندار ہوں نہ ترکِ رفاقت کروں گا میں
اب مر کے شیرِ حق کی زیارت کروں گا میں

زوّار جن کا ہوں میں اُنھیں کی مجھے قسم ‏ سر بھی کٹے گا اب تو نہ چھوڑوں کا یہ قدم
جلوے دکھا رہا ہے مجھے گلشنِ ارم ‏ حوریں پکارتی ہیں کہ آ منتظر ہیں ہم
پردے اُٹھے ہوئے ہیں نظر دور جاتی ہے
گردوں سے مرحبا کی صدا مجھ کو آتی ہے

گھبرا کے بولے شاہ کہ ہاں ہاں قسم نہ کھا ‏ رستا ہے یاں سے رات ہے کا نجف کو جا
بچنا مرا محال ہے گر جان دی تو کیا ‏ اے بھائی تو ہے صاحبِ دختر نہ لے رضا
دامن کو آنسوؤں سے بھگوتی ہے رات دن
بیٹی تری ترے لیے روتی ہے رات دن

رخصت کے وقت وہ جو بلکتی تھی دم بدم ‏ وعدہ کیا تھا تو نے کہ آئیں گے جلد ہم
مرتی ہے انتظار میں وہ صاحبِ اَلم ‏ آلودہ اس اَلم میں ہوں میں بھی اسیرِ غم
ہجراں کشیدہ رنج و بلا و محن میں ہے
بیمار ایک میری بھی بیٹی وطن میں ہے

بیٹی کا ذکر سُن کے یہ بولا وہ خوش خصال ‏ فرمایئے جناب سے کس نے کہا یہ حال
آگاہ اس سے کوئی نہیں غیر ذوالجلال ‏ شاید ہے علمِ غیب میں بھی آپ کو کمال
ہر شے کا علم آپ کو اس بیکسی میں ہے
یہ تو صفت امام میں ہے یا نبیؐ میں ہے

بتلایئے برائے خدا مجھ کو اپنا نام ‏ فرمایا بے نوا ، وطن آوارہ تشنہ کام
بے کس ، عزیز مردہ ، اسیرِ سپاہِ شام ‏ عاجز بلا رسیدہ ستم دیدہ مستہام
درد و غم و الم مرے حصے میں آئے ہیں
یہ سب خطاب میں نے یہاں آ کے پائے ہیں

قدموں پہ لوٹ کر یہ پکارا وہ دردناک ‏ اظہار اسمِ اقدسِ اعلیٰ میں کیا ہے باک
بتلایئے کہ غم سے مرا دل ہے چاک چاک ‏ چپ ہو گئے تڑپنے پہ اس کے امام پاک
یہ تو نہ کہہ سکے کہ شہ مشرقین ہوں
مولا نے سر جھکا کے کہا میں حسینؑ ہوں

سر اپنا پیٹ کر وہ پکارا بہ شور و شین ‏ ہے ہے یہ کیا زباں سے کہا کون سا حسینؑ
آئی ندا فلک سے کہ زہراؑ کا نورِ عین ‏ بیٹا علیؑ کا سبطِ شہنشاہِ مشرقین
گھر فاطمہؑ کا لُٹ گیا سب اس لڑائی میں
بس ! اک یہی حسینؑ ہے ساری خدائی میں

زینبؑ کے سر سے چادر چھننا حسینؑ کے لیے سب سے بڑی مصیبت تھی اور کیسی مصیبت تھی یہ کہ بچپن میں محضر آیا حسینؑ خاموش ہو گئے اور یہ پوچھا تھا نانا یہ واقعہ میری زندگی میں ہوگا کہا نہیں بیٹا تیرے گلا کٹنے کے بعد ہوگا تب کہا تھا کہ نانا منظور، کتنی بڑی مصیبت تھی جب حسینؑ کے لیے اتنی بڑی مصیبت تھی تو تصور کیجئے کہ زین العابدینؑ کے لیے یہی وجہ تھی کہ سواریاں آئیں ہیں مدینے میں اور راوی کہتا ہے کہ ہم نے دیکھا ایک بی بیؑ نے اپنے آپ کو عماری سے روضہ رسولؐ کے دروازے پر گرا دیا ناقہ بیٹھا بھی نہ تھا کہ بی بیؑ گر پڑی اور اس کے بعد دیواروں کا سہارا ہاتھ سے لے کر جب قبر نبیؐ کے قریب پہنچیں تو سارے شکوے کیے سب کچھ کہا کہ نانا تمہارے نواسے کی سنانی لائی

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org

تمہارا گھر کربلا میں لٹ گیا اور یہ کہہ کر پہلو سے حسینؑ کا خون بھرا کرتا نکالا اور یہ کہہ کر کرتے کو قبر پہ ڈال دیا۔ ''نانا! جب جاتے ہیں وطن سے دور تو بزرگوں کے لیے تحفہ لاتے ہیں نانا یہ تمہارے نواسے کا خون بھرا کرتا ہے'' اور اس کے بعد جو آخری جملے کہے کہ اگر یہ امت نہ کھڑی ہوتی تو نانا بازوؤں کی چادر ہٹا کر دکھاتی کہ جو میرے بازوؤں پر نیل پڑے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اُمُّ البنینؑ سا کوئی ہوگا نہ نیک نام
فرزند جس کے چار ہوئے فدیۂ امام
(انیس)

زندگانی

حضرت اُمُّ البنین سلام اللہ علیہا

والدۂ گرامی

حضرت ابوالفضل العباس

ابن علی علیہ السلام

تالیف

علامہ سیّد ضمیر اختر نقوی

Presented By: https://jafrilibrary.org

Presented By: https://jafrilibrary.org